مل کر نہیں کر سکتے۔''

''تم اس کی تذلیل کر رہے ہو۔''

''سچ صرف سچ ہوتا ہے۔ اس سے کسی کی تذلیل ہوتی ہے نہ توہین۔ میں بتا چکا ہوں کہ وہ دل سے تمہارا گرویدہ ہو چکا ہے۔ اس مواز نے کا وہ بھی برا نہیں مانے گا۔''

''تم نے مجھے ہوشیار کر دیا ہے۔ مجھے اپنی رفتار دھیمی کرنا ہوگی۔'' میں نے پر خیال انداز میں کہا ''پھر کوئی بڑی کامیابی حاصل ہوگئی تو تمہیں شبہ ہوگا کہ کچھ نامعلوم آدمی میرا ساتھ دے رہے ہیں۔ کوئی نیا امتحان میرا مقدر بن جائے گا۔''

''شٹ اپ!'' ڈان کی آواز میں تحکم کے بجائے محبت تھی ''بعض لوگوں کو قدرت بہت زیادہ حوصلہ عطا کرتی ہے۔ وہ اپنی راہ میں آنے والی کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اب میں نے سمجھ لیا ہے کہ تمہارا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے۔''

''لیکن اب بھی تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔'' میں نے موقع پا کر چٹکی لی۔

''یہ تم نے کیسے سمجھ لیا؟'' ڈان نے کسی برہمی کے بغیر پوچھا۔

''تم نے ہمارے پاسپورٹ روکے ہوئے ہیں۔'' میں نے بے دھڑک ہو کر کہہ دیا ''تمہیں اندیشہ ہے کہ میں خاموشی سے بنکاک بلکہ تھائی لینڈ سے میدان چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔ ہلٹن ہوٹل چھوڑنے کا واقعہ بہت سیدھا سا تھا مگر وہ تمہارے دماغ میں جم کر رہ گیا ہے۔''

اس وقت میں نے پہلی مرتبہ اس موضوع پر ڈان سے کھل کر بات کی تھی۔ اس سے پہلے میں چاؤ فان سے جو کچھ کہتا رہا' وہ پوری طرح ڈان کے کانوں تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ چاؤ فان نے اس سے اتنی وضاحت ضرور کر دی تھی کہ ہوٹل بدلنے کا ابتدائی مشورہ اسی کا تھا۔

ڈان نے فوری طور پر میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیوں کے لیے لائن پر سکوت چھایا رہا پھر ڈان کی بھاری اور تفکر آمیز آواز سنائی دی ''میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم جیسا شیر دل آدمی میدان چھوڑ کر بھاگے گا۔ تم گہری باتیں کرتے ہو' دوسروں کی کہی ہوئی باتوں کے بھی گہرے معانی نکالتے ہو۔ میں اپنی مجبوریوں کی وجہ سے پس پردہ رہنے پر مجبور ہوں' تمہارا واسطہ چاؤ فان سے ہے۔ اس میں بہت سی خوبیاں ہیں مگر ایک خرابی بھی ہے۔ وہ سطحی سوچ والا آدمی ہے۔ جو کچھ اس کے دماغ میں آتا ہے' وہ بک دیتا ہے۔ میں ڈرتا ہوں اس وقت سے جب اس کی کہی ہوئی کوئی بات تمہیں بری لگ جائے اور تم خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ۔''

اس طویل وضاحت کے بعد ڈان لمحے بھر کے لیے خاموش ہوا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''یہ لڑائی تم نے چھیڑی ہے' چھوٹا راجن کے پاؤں کسی بھی وقت اکھڑ سکتے ہیں۔ اس نے پیٹھ نہ دکھائی تو وہ جلد ہی تمہارے ہاتھوں مارا جائے گا۔ یہ نوشتہ دیوار مجھے صاف نظر آ رہا ہے۔ میں یہ نہیں چاہوں گا کہ چاؤ فان کی کسی حماقت کی وجہ سے میں جیتی ہوئی یہ بازی ہار جاؤں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میرے دل کی تسلی کے لیے صورتِ حال کو جوں کا توں رہنے دو۔''

ڈان جیسے انا پرست کی زبان سے نکلے ہوئے ان الفاظ کو مسترد کرنا میرے بس سے باہر تھا۔ گفتگو براہِ راست ہم دونوں کے درمیان ہو رہی تھی' بیچ میں چاؤ فان یا کسی اور کا دخل نہیں تھا۔ اس لیے ڈان تقریباً خوشامد کی حد تک آ گیا تھا۔ میں نے عارضی طور پر پاسپورٹوں کو بھول جانے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا ''یہ صرف تمہاری نہیں' میری بھی جنگ ہے۔ میں چاؤ فان یا کسی اور کی کسی بے وقوفی کی وجہ سے اس سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ میں چھوٹا راجن کو فنا کرنے کے لیے پاکستان سے یہاں آیا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ یہاں میں تم سے ٹکرا گیا۔ تم نہ ملے ہوتے تو میں تنہا اس خبیث کو اس کے کیفر کردار کو پہنچا تا یا خود بھی یہیں پیوند زمین ہو جاتا۔''

''گڈ! میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں۔ امید ہے کہ تم میری مجبوری سمجھ گئے ہوگے۔ اب ہم دوبارہ اس موضوع پر بات نہیں کریں گے۔''

''اب تم میری زبان سے پاسپورٹوں کا ذکر نہیں سنو گے۔'' میں نے اسے یقین دلایا۔

ڈان نے فون بند کر دیا۔ میں نے بے دلی سے لائن منقطع کر کے اپنا موبائل فون مسہری کے سرہانے رکھ دیا۔

میری دانست میں وہ گفتگو رائگاں گئی تھی۔ میں ڈان سے اپنی بات منوانے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ صرف اتنا فرق پڑا تھا کہ میری زبان سے سامے نامی لڑکی یا عورت کی شکایت سن کر ڈان کو میری نیت اور ارادوں پر کامل یقین آ گیا تھا۔

اس وقت تک جو کچھ ہوا' وہ بس ہوتا چلا آیا تھا۔ میری کوششوں کے ساتھ کچھ غیبی عوامل بھی کارفرما تھے جن کے نتیجے میں سوبھراج جیسے فتنے سے ناقابل یقین انداز میں چھٹکارا حاصل ہو چکا تھا۔ میں نے ڈان اور چاؤ فان کی بے خبری کا فائدہ اٹھا کر' موتی محل میں ہونے والے دھماکے کا کریڈٹ

Downloaded from https://paksociety.com

کسی نہ کسی طرح قبول کر ہی لیا تھا۔ اس بارے میں اصل حقیقت کا مجھے خود بھی علم نہیں تھا۔ حالات کی روشنی میں' میں نے امریکیوں کے ملوث ہونے کا جو نظریہ اپنایا تھا' وہ میرے اندازے سے زیادہ کچھ بھی نہیں تھا۔ مجھے اس بارے میں تگ و دو کرنا تھی تاکہ راجن کا تیسرا دشمن میری نگاہوں میں آجائے اور میں اس سے کوئی گٹھ جوڑ کرکے راجن کا کام تمام کرسکوں۔

قرائن یہ بتا رہے تھے کہ مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی راجن سے پنجہ آزمائی کرنا پڑے گی۔ اس کانٹے کو راہ سے ہٹائے بغیر' ڈان سے پاسپورٹوں کی بازیابی ناممکن نظر آرہی تھی۔

ان پاسپورٹوں کو بھول کر میں صرف پاکستان کی طرف واپسی کا سفر اختیار کرسکتا تھا۔ وہاں سے آنے والی خبریں حوصلہ افزا نہیں تھیں۔

دشمن تو ایک طرف تھے' حالات کچھ اس نہج پر چل پڑے تھے کہ عبور دے دباؤ میں آکر اپنوں نے بھی میرا لکھوج لگانا شروع کردیا تھا۔ میرے ذمے دار ہمدردوں کا کہنا تھا کہ میری تلاش کی وہ مہم رسمی تھی جو کاغذوں کا پیٹ بھرنے کے لیے جاری تھی لیکن کون کس کے ذہن کو پڑھ سکتا ہے۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ باتیں میری اشک شوئی کے لیے کہی جارہی تھیں۔

میرے اندرونِ خانہ کردار سے وہی لوگ واقف تھے جو مجھ سے بہت قریب تھے۔ عام سرکاری اہلکاروں اور لوگوں کو تصویر کا وہی رخ معلوم تھا جس کی تشہیر کی جارہی تھی۔ بے خبری کے باعث پاکستان کا کوئی بھی عام شہری میرے لیے ایک سنگین خطرہ بن سکتا تھا۔ ایسی صورت احوال میں میرے لیے اپنے ملک کا رخ کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں تھا۔

بنکاک سے کسی اور ملک کا رخ کرنے کے لیے پاسپورٹوں کا حصول ناگزیر تھا جن پر جلال کی پیش بینی کے سبب کئی ملکوں کے ویزے لگے ہوئے تھے۔ ڈان سے فون پر ہونے والی تازہ ترین گفتگو کے نتیجے میں میری ہر خوش گمانی دور ہوچکی تھی۔ ڈان نے واضح کردیا تھا کہ ہمارے پاسپورٹوں کی واپسی' راجن کے انجام سے مشروط ہوچکی تھی۔

میں بنکاک میں رک کر کسی نئے بکھیڑے میں الجھنے سے گریز کرنا چاہ رہا تھا۔ جلال اور اول خان نے مجھے پاکستان کے مخدوش حالات کی بنا پر روپوشی اختیار کرنے کے لیے بنکاک بھیجا تھا۔ میں نے اپنی دانست میں سوبھراج کو اپنا ہدف بنایا ہوا تھا۔ یہ اس کی بدنصیبی یا میری خوش نصیبی تھی کہ وہ ہر طرف سے ہراساں ہونے کے بعد وہیں آپہنچا اور لوپ بوری کے جنگل میں خاموشی کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

وہ ہدف حاصل کرلینے کے بعد میرا بنکاک میں رکنا بے سود تھا۔

وہ میری ذاتی رائے تھی جس سے ڈان کا متفق ہونا ضروری نہیں تھا۔ میں سوبھراج کے خون کا پیاسا تھا' اسے راجن سے نفرت تھی۔ اس کا تعاون حاصل کرنے کے لیے میں نے اس کی اسی نفرت سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اب مجھے ناچار' راجن کے خلاف کچھ نہ کچھ کرنا تھا تاکہ ڈان کی تسلی ہوسکے اور ہمیں بنکاک سے کہیں اور روانگی کا پروانہ مل سکے۔

اس بارے میں غزالہ کے ذہن میں کوئی ابہام نہیں تھا۔ اس نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ میں ڈان سے تصادم کی راہ اختیار کرکے کچھ بھی حاصل نہ کرسکوں گا۔ وہی توانائی راجن کے خلاف استعمال کرکے میں ڈان کا دل جیت سکتا تھا۔

فیصلہ ہوگیا لیکن مجھے فوری طور پر کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔

راجن کوئی آسان شکار نہیں تھا۔ بنکاک میں اس کی رہائش گاہ کسی قلعے سے کم نہیں تھی۔ وہاں کے حفاظتی حصار کو توڑ کر اندر گھسنا ناممکنات میں سے تھا۔ مجھے یقین تھا کہ باہر کے کسی آدمی نے موتی محل میں گھس کر دھاکا نہیں کیا ہوگا' امریکیوں نے اندر افراتفری کی صورتِ حال پیدا کرنے کے لیے اندر ہی کے کسی آدمی کو استعمال کیا ہوگا۔ ڈان کو بھی معلوم تھا کہ موتی محل کے دفاعی حصار میں دراڑ ڈالنا آسان نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ راجن دو سال سے اس کے سینے پر مونگ دل رہا تھا۔ اس نے بتدریج طاقت حاصل کرکے' زیرِ زمین دنیا میں اقتدار کا خلا پر کیا تھا۔ ڈان کی چھوڑی ہوئی جگہ پر قابض ہونے کے بعد وہ مزید مستحکم ہوگیا تھا۔

گھر میں گھس کر اسے مارنے کا خیال احمقانہ تھا۔ وہ باہر نکلتا تھا تو اس کے بھارتی نژاد' مسلح محافظ اسے اپنی گھیرے میں لیے رہتے تھے۔ مسلح لڑاکا افراد کے ایک جتھے کے بغیر' اس پر وار کرنا مشکل تھا۔ ایسی ہر کوشش کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر خون ریزی ناگزیر ہوتی۔ لے دے کر راجن کے کاروباری اڈے ہی رہ جاتے تھے جنہیں آسانی سے نشانہ بنایا جاسکتا تھا۔

گولڈن ڈریگن اور دیگر ٹھکانوں کے واقعات پرانے نہیں تھے۔ ان کو بار بار نشانہ بنا کر راجن کے گھناؤنے کاروبار کو تباہ کیا جاسکتا تھا لیکن ذاتی طور پر اسے کوئی جسمانی نقصان پہنچانا مشکل تھا۔ وہ باقاعدگی سے اپنے کسی ٹھکانے پر نہیں بیٹھتا تھا۔ دن میں کسی بھی وقت' اپنے مسلح چیلوں کے حصار میں وہاں آتا اور چلا جاتا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں ان ٹھکانوں پر بے معنی کشت وخون کے حق میں نہیں تھا۔ ایک اچھی بات یہ تھی کہ راجن سے لڑائی میں ڈان بھی بے گناہوں کے خون سے دامن آلودہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ ایک مشکل صورت حال تھی۔ دشمن میرے سامنے تھا' میں اس پر حملہ نہیں کرسکتا تھا۔

اس ادھیڑ بن میں غزالہ کے ساتھ بحث اور تبادلہ خیال کا سلسلہ جاری رہا۔ اس دوران میں اچانک مجھے سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون کا خیال آیا۔

سوبھراج اسے اپنی جان کی طرح عزیز رکھتا تھا۔ کئی مواقع پر اچانک فرار ہوتے ہوئے بھی اس نے سیٹ لائٹ فون کو اپنے ساتھ لے جانے کا دھیان رکھا تھا۔ اس مواصلاتی آلے کے ذریعے وہ دنیا کے ہر گوشے میں دوسروں سے رابطے میں رہ سکتا تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ موتی محل سے لوپ بوری کی طرف جاتے ہوئے وہ اسے ساتھ لے جانا نہیں بھولا ہوگا۔ ریسٹ ہاؤس سے اسے یکا یک بھاگنا پڑا۔ وہاں موت اس کے سر پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے پاس اتنی مہلت نہیں تھی کہ وہ اپنا سیٹ لائٹ فون اپنے ساتھ لیتا۔ اس کی عبرت اثر لاش کے قریب ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی تھی جس سے یہ شبہ ہوتا کہ اپنی زندگی کے آخری فرار میں سیٹ لائٹ فون اس کے ساتھ تھا۔

سوبھراج کی موت کے بعد وہ اپریٹس پولیس یا پھر راجن کی تحویل میں ہونا چاہیے تھا۔ غالب امکان یہ تھا کہ راجن کے گرگوں نے اپریٹس ریسٹ ہاؤس سے اڑالیا ہو۔ وہ مل جاتا تو پولیس کو تفتیش کے نتیجے میں یہ سراغ مل سکتا تھا کہ مرنے والا شرما نہیں' سوبھراج تھا۔

لوپ بوری کے مضافاتی جنگل سے ملنے والی لاش کے بارے میں کہیں سے یہ خبر نہیں آئی تھی کہ متوفی کی شناخت پر شبہ کیا جارہا ہے۔ اسے راجن کے بیان کے مطابق شرما تسلیم کرلیا گیا تھا۔ اس سے ثابت ہورہا تھا کہ سیٹ لائٹ فون راجن کے قبضے میں تھا۔

میرے پاس اس کے دوسرے نمبر بھی موجود تھے جن پر اس سے رابطہ کیا جاسکتا تھا لیکن سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون پر رابطہ بہت معنی خیز ہوتا۔ اگر وہ میری کال وصول کرلیتا تو میں اسے یہ دھمکی دے سکتا تھا کہ میں اس کے جھوٹ سے باخبر ہوں۔ اس نے امریکیوں سے جھوٹ بول کر سوبھراج کو موتی محل سے نکالا' وہ مارا گیا تو اس نے سوبھراج کو شرما قرار دے کر اپنے پہلے جھوٹ کو چھپانے کی کوشش کی۔

یہ نکتہ ایسا تھا کہ اس سے کوئی نئی راہ نکل سکتی تھی۔ اس بارے میں' میں نے سرسری طور پر اسد سے بات بھی کی تھی مگر میرے بڑھتے ہوئے ذہنی خلفشار کی وجہ سے وہ بات ادھوری رہ گئی تھی۔ اس وقت بھی میرا یہی خیال تھا کہ مجھے ایک بار سیٹ لائٹ فون کا نمبر ملا کر آزمانا چاہیے کہ دوسری طرف سے کون لائن پر آتا ہے۔

وہ ایک بے ضرر سی تجویز تھی جس سے کوئی نئی راہ کھلنے کی امید نظر آرہی تھی۔ اس فون پر راجن سے رابطہ قائم کرنے میں ناکامی ہوتی تو ہمیں کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں تھا۔ وہ غزالہ کی سوچی سمجھی رائے تھی۔ اس نے بہت ہوشیاری کے ساتھ اس معاملے کو دو فقروں میں سمیٹ دیا تھا۔ میں نے اسی وقت طبع آزمائی کرنے کا ارادہ کرلیا۔

اس وقت بنکاک میں شام نہیں ڈھلی تھی۔ کمرے کی کھڑکی سے باہر' فضا میں اجالا پھیلا ہوا تھا۔ سہ پہر کو آرام کے عادی امیر زادوں اور نو دولتیوں کے لیے وہ فرصت کا وقت تھا۔ میں نے غزالہ سے مشورہ کرکے سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون کا نمبر ملالیا۔

جب ابتدائی گھنٹیوں پر کوئی جواب نہیں ملا تو میرے اس یقین میں پختگی آگئی کہ وہ فون پولیس کی تحویل میں نہیں تھا۔ پولیس اس پر قابض ہوتی تو کسی نئے شکار کے پھنسنے کی امید پر پہلی گھنٹی پر فون اٹھالیا جاتا۔ رابطے میں تاخیر سے ظاہر ہورہا تھا کہ سوبھراج کے فون میں بجنے والی' بے وقت کی گھنٹیوں نے دوسرے آدمی کو پریشان کردیا تھا۔

میں نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ ساتویں گھنٹی پر دوسری طرف لمحہ بھر کے لیے سکوت ہوا پھر ایک دبی دبی اور تفکر آمیز' مردانہ غراہٹ سنائی دی ''کون ہے؟''

میرے کانوں کے لیے راجن کی آواز اجنبی نہیں رہی تھی۔ بولنے والے کی آواز اس سے مختلف تھی۔ میں نے نرمی سے کہا ''فون راجن کو دے دو۔''

''استاد! تمہارے بارے میں پوچھ رہا ہے!'' میرے کانوں میں وہی آواز' ذرا مدھم ہوکر آئی۔ میرے غیر متوقع فون نے ان لوگوں کو اتنا بوکھلا دیا تھا کہ اس نے اپنے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے بغیر شاید راجن کو میرے پیغام سے آگاہ کیا تھا۔

''بول! کیا کام ہے؟'' چند ثانیوں کے توقف کے بعد راجن کی آواز آئی۔

''بدتمیزی میں' میں تمہیں بری طرح ہرا سکتا ہوں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ڈھنگ سے بات کرو۔'' میں نے اپنے لہجے کی نرمی برقرار رکھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

''اپنے ممبئی میں سب ایسا ہی چلتا ہے۔ تُو بولتا ہے تو اپن خیال رکھے گا۔'' جواب دیتے ہوئے وہ اپنے بے ساختہ انداز پر قابو نہیں رکھ سکا ''تم کون بولتا ہے؟''

اسے اپنے سیٹ پر نمودار ہونے والے نمبر سے میرے بارے میں علم ہو چکا تھا مگر وہ انجان بن رہا تھا۔ میں نے کہا ''میں ڈینی بول رہا ہوں۔''

''میرے کو معلوم ہے۔ میں تم کو آزما رہا تھا۔ تم کدھر ہو؟'' اس بار وہ متاثر رہا۔

''میں بنکاک آ چکا ہوں۔ تم سے کچھ حساب کتاب کرنا ہے۔'' میں نے ذومعنی لہجے میں کہا ''تم نے یہ کال سن کر اچھا نہیں کیا۔ مجھے سب کچھ پہلے سے معلوم تھا۔ فون سن کر تم نے ثابت کر دیا ہے کہ سوبھراج شرما کے نام سے نرگباش ہو چکا ہے اور اس کا فون اب تمہارے استعمال میں آ رہا ہے۔''

''تم بکواس کر رہے ہو۔ مرنے والا نرائن پرشاد شرما تھا۔ سوبھراج نے یورپ جاتے ہوئے یہ فون میرے پاس رکھوایا ہے۔''

''وہ یہاں سے اچانک یورپ کیوں چلا گیا' پیارے؟''

''اپنے معاملات وہ خود جانتا ہے۔'' اس بار راجن کی آواز میں ہلکی سی برہمی نمایاں تھی ''تمہیں معلوم ہے کہ اسے کئی لوگوں سے اپنی جان کا خطرہ تھا۔''

''مجھ سے زیادہ یہ بات تم جانتے ہو کہ وہ ایف بی آئی والوں سے بری طرح خوف زدہ تھا۔'' میں نے پرسکون لہجے میں کہا ''انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ سوبھراج کو تم نے یورپ بھیجا ہے تو وہ ہر قیمت پر تم سے اس کا یورپ کا پتا جاننا چاہیں گے۔''

''کک..... کیوں!'' میری بات سن کر وہ بوکھلا گیا ''میں اس کا ٹھیکے دار نہیں ہوں۔ وہ اپنی مرضی کا مالک تھا۔ جدھر منہ اٹھا' اسی طرف چل دیا۔''

''اس کے لیے تم ماضی کا صیغہ استعمال کر رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کی بچی ہوئی ہڈیوں کے ٹیسٹ سے یہ بات ثابت ہو جائے گی۔''

''تم خود اس کی جان کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ اب تمہیں اس کی فکر کیوں ہو رہی ہے؟''

''اس کے بعد اب مجھے تمہاری فکر ہے' اس لیے میں یہاں آیا ہوں۔ مان لو کہ اب سوبھراج زندہ نہیں ہے۔ تمہارے ڈرائیور کو مار کر میرے آدمی نے اسے لوپ بوری کے گیسٹ ہاؤس میں گھیر لیا تھا۔ وہ وہاں سے نہ بھاگا ہوتا تو اتنے برے انجام سے دوچار نہ ہوتا۔ بھیڑیے کسی برے سے برے انسان سے بھی بدتر اور زیادہ خودغرض ہوتے ہیں۔''

''تم مجھے یہ سب کیوں سنا رہے ہو؟'' اس کی آواز سے ہلکا سا خوف جھلکنے لگا۔

''میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی پوزیشن کا صحیح اندازہ ہو جائے۔ اب تم بے لگام نہیں رہے۔ تمہارے منہ میں لگام پڑ چکی ہے جس کا دوسرا سرا میرے ہاتھ میں ہے۔''

''یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ تم کو تمہاری شامت یہاں لائی ہے۔''

''ایف بی آئی والوں کو یہ جان کر صدمہ ہوگا کہ تم نے ان کے بھیجے ہوئے فوجیوں سے سوبھراج کے بارے میں سفید جھوٹ بولا اور اسے موتی محل کے پچھلے راستے سے نکال دیا۔ یہ اس کی بدنصیبی تھی کہ بعد میں وہ بھیڑیوں کی خوراک بن گیا۔''

''انہیں یہ جان کر بھی خوشی ہوگی کہ اس وقت تم بنکاک میں ہو۔ تم مجھ سے زیادہ ان لوگوں کو نہیں جانتے۔ یہ یاد رکھنا کہ تم نے ان سے میری اَن بن کرانے کی کوئی کوشش کی تو تم زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکو گے۔'' اس کی آواز تلخ ہو گئی۔

''تم سے زیادہ انہیں کون جان سکتا ہے!'' میں نے استہزائی لہجے میں کہا ''مجھے معلوم ہے کہ سوبھراج کی طرح تم بھی ان کے زرخرید ہو۔ اس کو پاکستان میں پالا گیا۔ تمہیں ممبئی سے لا کر بنکاک میں پالا پوسا گیا ہے۔''

''اپنی زبان بند رکھو!'' فون پر راجن کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری۔ میرا اندھیرے میں پھینکا ہوا تیر نشانے پر لگا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''میرے کسی دشمن نے تمہیں میرے خلاف ورغلایا ہے۔''

اس کی کمزوری بھانپ کر میں نے کہا ''سوبھراج تمہارا دشمن نہیں تھا۔ یہ نہ بھولو کہ اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مجھ سے ٹکرانے سے پہلے وہ میرا دوست تھا۔ اس نے مجھے تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔ تم دونوں ایک دوسرے کے رازداں..... اور امریکیوں کے ایجنٹ تھے.....''

''تم جھوٹے ہو' تمہاری ان باتوں پر کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔'' وہ میری بات کاٹ کر اضطراری انداز میں بول پڑا۔

''مجھے یہ باتیں کسی کو سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایف بی آئی والوں کو سچ اور جھوٹ کا علم ہے۔ وہ تمہاری کہانی میری زبانی سنیں گے تو اس پر بلاعذر ایمان لے آئیں گے۔

Downloaded from https://paksociety.com

انہیں رنج ہوگا کہ تم دونوں نے رازداری کے حلف کی خلاف ورزی کر کے مجھے ہر بات بتادی..... راجن! یہ یاد رکھو کہ وہ خونی درندے ہیں۔ وہ تمہارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔''

لائن پر سکوت چھا گیا۔ میری کہی ہوئی باتوں نے اسے بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ سوچ کر کچھ کہتا' میں نے اپنی بات دوبارہ شروع کر دی'' مجھے اس کی پروا نہیں کہ تم میرے خلاف کیا کہتے ہو' میں اپنے دشمنوں کے لیے صرف ایک نام ہوں۔ وہ میرے صورت آشنا ہیں نہ میرے ٹھکانے سے واقف ہیں۔ انہوں نے برسوں سے میرے خلاف اپنے بہت سے وسائل جھونکے ہوئے ہیں پھر بھی وہ مجھ تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ تم ایک جانے بوجھے آدمی ہو جسے وہ ہر وقت اپنا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ تم میری طرح روپوشی اختیار نہیں کر سکتے' اپنی بے اندازہ دولت اور آسایشوں کو بھول کر خانہ بدوش بن جانا بہت مشکل کام ہے۔ میرے ایک اشارے پر تمہاری زندگی عذاب بن جائے گی۔''

''تم..... تم خوفناک بلیک میلر ہو۔'' اس کی آواز غصے اور خوف کے امتزاج سے کانپ گئی' وہ کہہ رہا تھا'' تم نے اپنے ان ہی حربوں سے سوبھراج کی زندگی برباد کی اور اب میرے پیچھے پڑ گئے ہو' میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو!''

''جہاں سے آئے ہو' خاموشی سے وہیں لوٹ جاؤ۔ یہاں سے اپنا سب کچھ سمیٹ لو۔''

''یہ ظلم ہے تم دیوانگی کی باتیں کر رہے ہو۔''

''انہیں مان لو ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا'' تمہیں اپنے قاتل کا انتخاب کرنے کی آزادی ہوگی۔ امریکی اور پاکستانی دونوں تمہارے پیچھے لگ جائیں گے۔''

''تم بلیک میلر ہو تو مجھ سے اپنی زبان میں بات کرو۔ میں تمہیں رقم دے سکتا ہوں' عورتیں فراہم کر سکتا ہوں' جو کچھ میرے بس میں ہے کروں گا' مجھ سے ناجائز مطالبے مت کرو۔''

''راجن! کم از کم رتبے کا خیال کرو۔'' میں نے زہریلے لہجے میں کہا'' تم نے کول کتے کا سونا گھاچی بازار دیکھا ہوگا۔ وہاں کا ایک معمولی دلال بھی عورتیں فراہم کر سکتا ہے۔ خاموشی سے اپنی دنیا' اپنے وطن میں لوٹ جاؤ یا دوسری دنیا میں جانے کی تیاری کر لو۔''

''تم اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہے ہو' باخبر ہونے کے دعوے کر رہے ہو تو تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آدمی اپنی مرضی سے ان کی صفوں میں جاتا ہے لیکن ان کی مرضی کے بغیر واپس نہیں لوٹ سکتا۔'' اس نے ایک گہرا سانس لے کر شکستہ لہجے میں جواب دیا'' میں اپنی مرضی سے ممبئی واپس نہیں لوٹ سکتا۔ سوبھراج کے تجربات میرے سامنے ہیں۔''

مجھے خوشی ہوئی کہ آخر کار اس نے اپنی زبان سے بالواسطہ طور پر یہ تسلیم کر لیا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے امریکی ایجنٹوں کی صف میں شامل ہوا تھا۔ ان بے ضمیر لوگوں نے اپنے اثر رسوخ کے ذریعے سوبھراج کو سیاست کے میدان میں آگے بڑھایا اور راجن کو بدمعاشی کے فن میں ایسے گر سکھائے کہ وہ بنکاک کی زیر زمین دنیا کا بے تاج بادشاہ بنا بیٹھا تھا۔

اس سے فون پر بات کرتے ہوئے میرے ذہن میں یہ خیال جنم لے چکا تھا کہ ڈان کے لیے راجن کی زندگی یا موت کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس کی خواہش صرف اتنی تھی کہ راجن اس کے لیے بنکاک کا میدان خالی کر دے تاکہ وہ اطمینان سے دوبارہ اپنا منصب حاصل کر سکے۔ ڈان نے اپنی بیوی کی بدسلوکی سے دل برداشتہ ہو کر از خود گوشہ نشینی اختیار کی تھی۔ اس کے اچانک منظر سے غائب ہونے سے امریکیوں کو کھلا موقع مل گیا کہ وہ راجن کو ممبئی سے وہاں لا کر' بدمعاشوں کا سرغنہ بنا دیں۔ اگر راجن ممبئی واپس چلا جاتا تو ڈان کا مطلب پورا ہو سکتا تھا۔ وہ جس طرح غائب ہوا تھا اسی طرح بنکاک میں دوبارہ اپنی بادشاہی قائم کر سکتا تھا۔

ڈان کو منطقی طور پر آم کھانے سے مطلب ہونا چاہیے تھا' پیڑ گننے سے نہیں۔ یہ میرا اپنا طریقہ کار ہوتا کہ میں راجن کو کیسے پس منظر میں دھکیلتا ہوں۔ اگر راجن کسی مار دھاڑ اور کشت و خون کے بغیر پسپا ہونے پر آمادہ ہو جاتا تو میرا کام بہت سہل ہو جاتا۔

''یہ تمہارے سوچنے کی باتیں ہیں' مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔'' میں نے لاتعلقانہ انداز میں جواب دیا'' میں تمہارا فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔''

میری کھلی کھلی باتیں سن کر اس کا سارا دم خم رخصت ہو گیا تھا اور وہ مدافعانہ انداز پر اتر آیا تھا۔ وہ دیر تک بحث کر کے مجھے اپنی مجبوریاں سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔ میں نے بھی جان بوجھ کر اس بحث کو خاصا طول دیا کیونکہ اس کے نتیجے میں راجن کی متعدد چھوٹی چھوٹی کمزوریاں میرے علم میں آ رہی تھیں۔ اس کے لیے میرا آخری جواب نفی میں تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''تم بہت بڑا مطالبہ کر رہے ہو۔ میں گن پوائنٹ پر اس کا جواب نہیں دے سکتا'' آخر کار اس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا'' مجھے سوچنے کے لیے وقت درکار ہے۔''

میں نے اسے فون کیا تو میرے ذہن میں اس کی پسپائی کا کوئی موہوم ترین امکان بھی نہیں تھا۔ بات سے بات نکلی تو نکلتی چلی گئی اور وہ مجھ سے مہلت طلب کرنے پر مجبور ہو گیا۔

میرے لیے وہ مفت کی کامیابی تھی' مہلت کے معاملے پر مجھے پھر اسے رگڑنے کا موقع مل گیا۔ اس سے بھرپور فائدہ اٹھا کر میں نے اسے سوچنے کے لیے وقت دے دیا۔

راجن میرے اصرار کے باوجود وقت کے تعین پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوا۔ اس کے پاس معقول عذر موجود تھا کہ تھائی لینڈ میں اس کا کاروبار بہت پھیلا ہوا تھا' اپنی سرمایہ کاری سمیٹنے سے پہلے اسے اپنے دوستوں کے تیوروں کا جائزہ بھی لینا تھا۔ وہ کام ایک دو روز میں مکمل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے لیے زیادہ وقت درکار تھا۔

اس کے پاس میرا نمبر محفوظ تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ کسی بھی فیصلے پر پہنچتے ہی وہ خود مجھ سے رابطہ کرے گا۔ اسی کے ساتھ اس نے التجا کی کہ میں سوبھراج کی موت کا راز اپنی ذات تک محدود رکھوں۔ کسی غیر متعلق آدمی کو اس کی بھنک بھی مل جاتی تو اس کے لیے سنگین مسائل پیدا ہو جاتے۔

میں نے اس پر احسان جتانے کے لیے' اس کی وہ التجا بھی قبول کر لی' باتوں کی روانی میں' میں نے اسے راز فاش کرنے کی دھمکی دے دی تھی لیکن حقیقت یہ تھی کہ میں خود وہ راز فاش کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ سوبھراج کی موت کی خبر پھیلنے کے نتیجے میں جو عالمی ردِعمل سامنے آتا' وہ کسی بھی طرح پاکستان کے لیے سودمند نہیں ہو سکتا تھا۔

راجن خالص اور پیشہ ور بدمعاش تھا جو نشیات' جوئے اور جسم فروشی جیسے گھناؤنے دھندوں سے اپنی روزی کماتا تھا اور ان ہی دھندوں کے اسرار و رموز سے اچھی طرح واقف تھا' سوبھراج کے قتل کی رازداری میں مضمر باریکیوں کا اسے مطلق اندازہ نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ وہ بھانڈا پھوٹ گیا تو وہ بے موت مارا جائے گا۔ اسے اپنے دباؤ میں رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ اسے ہماری مجبوریوں کا اندازہ نہ ہو سکے۔

اس نے گفتگو کی ابتدا بدکلامی سے کی تھی۔ اختتام پر وہ میری نرمی اور معاملہ فہمی کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ میں نے اس کی خواہش پر اسے سوچنے کی مہلت دے دی تھی لیکن مجھے اندازہ تھا کہ وہ کسی طرح میری بات ماننے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ اپنے مقام سے یکا یک مراجعت اس کے لیے ناممکن تھی۔ وہ کسی طرح رضامند ہو جاتا تو اس کے آقا اسے واپسی کی اجازت نہ دیتے۔ انہوں نے اسے کسی خاص مقصد کے لیے بنکاک میں پروان چڑھایا تھا۔ وہ تجربے کار شکاری اپنے شکار کو آسانی سے جال کرنے کا موقع نہیں دے سکتے تھے۔

☆☆☆

اگلی صبح میں ناشتے سے فارغ ہو کر ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔

میں نے ڈان سے براہِ راست سامنے کی شکایت کر کے اسے مدافعانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میرے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور کسی حد تک یہ بھی جتا دیا تھا کہ سامنے والے واقعے کے بعد اسے میری نیت اور ارادوں کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا مگر میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ ڈان آنکھیں بند کر کے کسی پر اعتبار کرنے والا آدمی نہیں تھا۔ اس نے میری بددلی کے ازالے کے لیے کچھ یقین دہانیاں کرادی تھیں۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ ان کی پابندی کرتا۔

مجھے شبہ تھا کہ اس کا کوئی نہ کوئی آدمی میری نگرانی کر رہا ہوگا تاکہ بنکاک میں میرے پوشیدہ روابط کا سراغ لگا سکے۔

وہاں اسد کے سوار کھاہی کون تھا' میں نے ڈان کو اسد کے کردار کے بارے میں خود ہی محتاط بریفنگ دے دی تھی۔

میں نے ہوٹل سے نکلتے ہوئے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ میں بندرگاہ کا رخ کر کے' اپنے متعاقب کو یہ سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ میں نے راجن کے خلاف اپنا کام پورے زور و شور سے جاری رکھا ہوا ہے۔

ہوٹل سے نکل کر میں نے ٹیکسی پکڑی اور کرایہ طے کر کے بندرگاہ کی طرف ہو لیا۔ وہ سفر خاصا طویل ثابت ہوا۔ بندرگاہ کا راستہ ڈان کے سیلز زبار کے سامنے ہو کر گزرتا تھا۔ معمول کے مطابق اس وقت بار بند تھا' ٹیکسی تیزی کے ساتھ اس کے سامنے سے گزر گئی۔

پورٹ کے ٹیکسی اسٹینڈ پر میں نے خود گاڑی رکوالی اور کرایہ ادا کر کے بے فکری سے نیچے اتر گیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ بندرگاہ کے حساس اور ممنوعہ علاقے میں میرا داخلہ ممکن نہیں ہوگا۔

اس علاقے میں سو فیصد مقامیوں کا راج تھا۔ میں نے شہر میں لوگوں کی زندگی کے دوڈھنگ دیکھے تھے۔ عام شہری ہر قسم کی خرافات سے دور رہ کر اپنے معمولات میں زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ دوسرا رخ شہر کے عشرت کدوں میں

Downloaded from https://paksociety.com

نظر آتا تھا جہاں دنیا بھر سے آئے ہوئے سیاحوں کی بھیڑ میں خال خال تھائی باشندے بھی عیش ونشاط کی محفلوں سے لذتیں کشید کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ بندرگاہ کے علاقے میں رنگ ہی کچھ اور تھا' صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس لوگوں کے ساتھ کثرت سے جفاکش تھائی' باشندے بھی نظر آرہے تھے جن کی پسینے میں نہائی ہوئی سرمئی پیشانیاں محنت کے نور سے چمک رہی تھیں۔ ٹی شرٹس کی آستینوں میں پھنسی ہوئی' ان کے کسرتی بازوؤں کی پھڑکتی ہوئی مچھلیاں ظاہر کررہی تھیں کہ ان کڑیل مردوں کا خمیر صرف اور صرف محنت سے اٹھا ہے' گودی کی شب وروز کی سرگرمیاں ان کے دم سے چل رہی تھیں۔

گردوپیش سے بے پروا ہوکر گزرنے والے وہ تھائی مزدور اپنے ان ہم وطنوں کی بھاری اکثریت کی نمائندگی کررہے تھے جنہیں عیش وعشرت اور آوارگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ وہ اپنے زور بازو سے نہ صرف اپنی روزی کماتے تھے بلکہ اتنا کچھ کماتے تھے کہ اس کے بل پر ان کے وطن کا مراعات یافتہ طبقہ عیش کی زندگی بسر کررہا تھا۔

میں ستایشی نظروں سے ان لوگوں کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ میری نگاہیں کسی ایسے راستے کی تلاش میں تھیں جسے اختیار کرکے میں ممنوعہ علاقوں سے گزرے بغیر ساحل تک پہنچ سکوں۔

میں اپنی دھن میں چلا جارہا تھا کہ مجھے ایک سستے سے ریستوران سے چاؤفان نکلتا ہوا نظر آیا۔ شاید اس نے مجھے دیکھ لیا تھا اور فضا میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر تقریباً دوڑتا ہوا میری طرف چلا آرہا تھا۔

میں ٹھٹک کر اپنی جگہ پر رک گیا۔ مجھے شبہ ہوا کہ چاؤفان نے اس ریستوران سے برآمد ہونے کی اداکاری کی ہے۔ درحقیقت وہ میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔

بنکاک جیسے وسیع اور گنجان آباد شہر میں دو مخصوص افراد کا یوں یک جا ہونا' کم از کم میرے لیے حیرت ناک تھا۔ میں اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ چاؤفان میرے قریب آیا اور والہانہ انداز میں مجھ سے بغل گیر ہوگیا۔

''ماسٹر! تم اس مشینی اور بدبودار فضا میں کہاں بھٹک رہے ہو..... تم پر پہلی نظر پڑی تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ کیسا عجیب اتفاق ہے کہ ہم دونوں یہاں موجود ہیں.....''

میں نے اس کی بات کاٹ کر نرمی سے اسے پرے دھکیلتے ہوئے کہا'' تمہارے پسینے کی بو خاصی ناگوار ہے' کوئی پرفیوم استعمال کیا کرو۔''

''اوہ ماسٹر! تم مجھے شرمندہ کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔'' اس نے دانت نکال دیے۔

''کاش! کوئی تمہیں شرمندہ کرسکے..... تم کب سے میرا پیچھا کررہے تھے؟'' میں نے اس کی مسرت کو نظرانداز کرکے خشک لہجے میں سوال کیا۔ میں نے اپنی سمت میں آگے چلنا شروع کردیا۔ چاؤفان بھی میرے ساتھ ہولیا۔

''پیچھا کررہا ہوں!'' اس نے حیرت سے میرے الفاظ دہرائے پھر بولا'' ماسٹر! یہ تم نے کیا کہہ دیا۔ میں بھلا تمہارا پیچھا کیوں کروں گا..... تم دیکھ رہے ہو کہ میرا پورا بدن پسینے میں نہایا ہوا ہے' میں پچھلے دو گھنٹوں سے یہیں بھٹک رہا ہوں' پسینے کا خسارہ پورا کرنے کے لیے ریستوران سے بیئر کا ایک مگ پی کر باہر نکلا تو اچانک تم نظر آگئے۔''

''کیا میں تمہاری اس بات کا یقین کرلوں؟'' میں نے طنز سے پوچھا۔

''یقین نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟'' وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوا پھر اپنا سر جھٹک کر بولا'' تمہاری سب سے بڑی خوبی یا خامی یہ ہے کہ تم سب سے پہلے ہر بات کے منفی پہلو کے بارے میں سوچتے ہو۔ اپنی بات کو درست ثابت کرنا تمہارے مخاطب کی ذمے داری ہوتی ہے۔''

''یہ جانتے ہو تو اپنی یہاں موجودگی کا کوئی معقول سبب بتاؤ۔'' میں نے اس پر ایک گہری نظر ڈال کر ناپسندیدگی سے کہا۔

''میں چھوٹا راجن کے چکر میں یہاں آیا تھا۔'' اس نے چلتے چلتے اچک کر میرے کان میں سرگوشی کی'' مجھے معلوم ہے کہ بڑا آدمی اب اس کا وجود برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔''

''تم کن سوئیاں لیتے پھرتے ہو یا بڑے آدمی نے اس بارے میں خود کچھ بتایا ہے؟'' میں نے اسی لہجے میں سوال کیا۔

اس وقت ہم لوگوں کی بھیڑ میں سے گزر رہے تھے اس لیے میں نے بھی چاؤفان کی طرح ڈان کا نام لینے سے گریز کیا تھا۔ مجھے تجربہ ہوچکا تھا کہ اس بارے میں کسی بھی بے احتیاطی پر چاؤفان ایک دم تیور بدل سکتا تھا۔

''دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے۔'' اس نے جواب دیا'' یہ میرا اندازہ ہے' تمہارے کارناموں نے اس کی توقعات میں اضافہ کردیا ہے۔''

''تمہیں پچھلی شام کو پیش آنے والے ناخوشگوار واقعے

Downloaded From: https://paksociety.com

کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟'' چند ثانیوں تک خاموشی رہنے کے بعد میں نے پوچھا۔

''کیسا واقعہ..... کیا ہوا تھا؟'' اس نے چونک کر سوال کیا۔

''جب میں تمہاری گاڑی میں بڑے آدمی کے ساتھ شہر کی سڑکوں پر گھوم رہا تھا تو سامنے نام کی ایک عورت نے ہوٹل پہنچ کر میری بیوی کو پریشان کیا تھا۔''

''کیا اس عورت نے تمہاری عورت کو اپنا یہی نام بتایا تھا؟'' میری بات سن کر اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نمودار ہو گئے۔

اس کی زبان سے غزالہ کے لیے عورت کا لفظ سن کر مجھے سخت تاؤ آیا لیکن میں اپنا غصہ پی گیا۔ میں نے اس بارے میں اسے تفصیل سے سمجھایا تھا لیکن وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔ میرے ایما پر اپنی گفتگو کا بے ساختہ قرینہ بدلنا اس کے بس سے باہر تھا۔

''وہ لیڈی پولیس افسر بن کر آئی تھی' اس کا اصل نام بڑے آدمی نے بتایا ہے۔''

''تمہاری اس سے بات ہو گئی ہے تو سب ٹھیک ہے۔'' وہ اطمینان سے بولا ''سامنے اس کی خاص اور چہیتی ورکر ہے۔ وہ کسی کام سے وہاں گئی ہو گی۔''

ڈان کا ذکر آ جانے کے بعد اس نے اس قصے میں زیادہ دلچسپی نہیں لی' نہ یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ پولیس افسر کے بھیس میں وہاں کیوں آئی تھی۔ میں نے وہ بات وہیں ختم کر دی۔

''ماسٹر! ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' کچھ دیر تک خاموشی سے میرے ساتھ چلتے رہنے کے بعد چاؤ فان نے سکوت توڑتے ہوئے سوال کیا۔

''تمہارا کیا اندازہ ہے؟'' میں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''تم ایک طرف چلے جا رہے ہو۔ رفتہ رفتہ ہم ویرانے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تم پردیسی ہو۔ یہ علاقہ تمہارے لیے نیا ہے۔ سناٹے میں ٹھگوں کی کسی ٹولی سے سامنا ہو گیا تو ہم دونوں لٹ جائیں گے۔ مزید آگے جانا مناسب نہیں ہے۔''

دن دیہاڑے ٹھگوں کے ہاتھوں لٹنے کا تصور بہت توہین آمیز تھا لیکن چاؤ فان چکنا گھڑا تھا' اس نے بہت بے فکری سے وہ امکان ظاہر کر دیا تھا۔ میں نے لمحے بھر کے لیے سوچا پھر کہا ''میں بھی یہاں اسی مقصد سے آیا ہوں جس کا تم ذکر کر چکے ہو۔''

وہ خوش ہو گیا ''ہم دونوں ایک جیسے انداز میں سوچتے ہیں' اسی لیے بڑا آدمی ہم سے بہت خوش ہے۔ آؤ کہیں بیٹھتے ہیں۔ میں تمہیں اپنی کارگزاری سناؤں گا۔''

اس وقت تک ہم پورٹ کے پرہجوم علاقے سے دور نکل آئے تھے۔ ہمارے آس پاس سے اِکا دُکا آدمی گزر رہے تھے۔

چاؤ فان نے چلتے چلتے کسی اونٹ کی طرح اپنا سر گھما کر قرب و جوار کا جائزہ لیا پھر اچانک داہنی طرف مڑ گیا جہاں ایک چھوٹا سا' اجڑا ہوا پارک نظر آ رہا تھا۔

پارک اپنی زبانِ حال سے اپنے رکھوالوں کی غیر ذمے داری کی کہانی سنا رہا تھا۔ زرد اور خشک گھاس پر چلتے ہوئے ہم ایک تناور درخت کے سائے میں نصب آہنی بنچ پر جا بیٹھے۔ وہ خستہ حال پارک تقریباً ویران تھا۔ کہیں کہیں چند آوارہ گرد مقامی درختوں کے سائے میں بیٹھے یا لیٹے ہوئے نظر آ رہے تھے جنہیں ہم سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

''اب بتاؤ کہ تم یہاں کیسے آئے!'' بنچ پر بیٹھتے ہی چاؤ فان نے سوال کیا۔

''میں وائٹ ہاک کا جائزہ لینے آیا تھا۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے' رسانیت سے کہا ''راجن کے پیراکھاڑنے کے لیے اس بوٹ پر کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا۔''

''ماسٹر! تم کمال کی باتیں سوچتے ہو۔ میں بھی اسی بوٹ کی خیر خبر لینے کے لیے آیا تھا۔'' اس نے پُرجوش لہجے میں کہا ''مجھے سن گن ملی ہے کہ ایک دو روز میں چھوٹا راجن کا وہ بحری کلب چند دنوں کے لیے بند ہونے والا ہے۔''

''کیوں..... اسے بند کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''سنا ہے کہ اسے مرمت اور دیکھ بھال کے لیے بند کیا جا رہا ہے۔ ابھی تک ان خبروں کی تصدیق نہیں ہوئی ہے۔ میں اس چکر میں لگا ہوا تھا کہ تم نظر آ گئے۔''

''تم نے بتایا تھا کہ وہ بہت شان دار اور نئی بوٹ ہے۔ اس میں مرمت کی ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی۔''

''میں نے کہا نا کہ ابھی مجھے ابتدائی خبریں ملی ہیں' ان کی تصدیق باقی ہے۔''

''اگر عیاشی کا وہ اڈا چند روز کے لیے بند کیا جا رہا ہے تو اس سے ہمیں کیا حاصل ہو گا؟'' میں نے انجان بن کر سوال کیا۔

''ماسٹر! تم ہی نے تو کہا تھا کہ وائٹ ہاک کو اڑایا تو اس

Downloaded from https://paksociety.com

کے ساتھ بہت سے بے گناہ لوگ مارے جائیں گے۔ اب موقع ملنے والا ہے۔''

''اسے گاہکوں کے لیے بند کیا جائے گا' عملہ تو موجود رہے گا۔''

''ہوٹل کا دھندا بہت گندا ہوتا ہے۔ سال کے بارہ مہینے وہ کھلے رہتے ہیں۔ جب ہر جگہ چھٹی ہوتی ہے تو وہاں کاروبار چمک اٹھتا ہے۔ یہی حال وائٹ ہاک کا ہے۔ میرا خیال ہے کہ عملے کو بھی چھٹی دے دی جائے گی۔ وہاں گنتی کے دو چار آدمی رہ جائیں گے۔''

''تمہارے یہ اندازے میری سمجھ سے باہر ہیں۔ ایک نئی بوٹ پر ایسا کیا کام ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے کئی دنوں تک سارا کام ٹھپ کر دیا جائے۔''

''ماسٹر! یہ میرے اندازے نہیں' سنی سنائی باتیں ہیں۔ یہاں آ کر میں نے اپنا وقت برباد نہیں کیا۔ کام کی جگہوں میں جھانکتا پھرا ہوں۔''

''اگر یہ اطلاعات درست ہیں تو پھر وائٹ ہاک پر کوئی اور کھیل کھیلا جانے والا ہے۔ میں اس کی مرمت اور دیکھ بھال کے ڈھکوسلے کو نہیں مانتا۔''

''تمہارا کیا خیال ہے؟'' اس نے متجسس لہجے میں دریافت کیا۔

''راجن عورتوں کی اسمگلنگ بھی کرتا ہے۔'' میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا ''اس کے اڈے عورتوں کے زور پر چلتے ہیں۔ بے بی کلب اس کی چھوٹی سی مثال ہے۔ وائٹ ہاک کی ساری کشش بھی وہاں پائی جانے والی عورتوں کی وجہ سے ہے۔ ہوسکتا ہے کہ سمندری راستے سے عورتوں کی کوئی نئی کھیپ وائٹ ہاک پر لائی جارہی ہو.....''

''ہوسکتا ہے کہ یہی ہونے والا ہو۔'' اس نے میری بات کاٹ کر پُرجوش لہجے میں کہا ''آج کل پورے تھائی لینڈ میں ہر قسم کی اسمگلنگ کے خلاف زبردست مہم چل رہی ہے۔ کسٹم والوں نے فوج کی مدد سے ساری زمینی اور بحری سرحدیں سیل کی ہوئی ہیں۔ خریدی اور اغوا کی ہوئی عورتوں کو یہاں لا کر فروخت کرنا' چھوٹا راجن کا سب سے بڑا کاروبار ہے۔ وہ خود بھی عورتوں کا رسیا ہے۔ اس کے لیے یہ آسان ہوگا کہ رات کے اندھیرے میں کوئی لانچ کھلے سمندر میں عورتوں کی کھیپ وائٹ ہاک پر اتار دے۔ وہاں سے ایک ایک کر کے انہیں شہر میں پہنچا دیا جائے۔''

''یہ بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے تم یہ معلوم کرو کہ تمہیں ملنے والی خبروں میں کتنی صداقت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ فوج وغیرہ کی مہم کی وجہ سے راجن اپنا پروگرام کسی مناسب وقت کے لیے ملتوی کر دے۔ ایسی صورت میں ہمیں کچھ اور سوچنا ہوگا۔''

''وہ اس مہم کی پروا نہیں کرے گا۔'' چاؤفان نے وثوق سے کہا ''تمہیں اس کے اثر رسوخ کا اندازہ نہیں ہے۔ کوئی بھول کر بھی وائٹ ہاک کا رخ نہیں کرے گا۔ عورتوں کی کھیپ لانے والی لانچ راستے میں پکڑی جائے تو اور بات ہے، وائٹ ہاک کے قریب کوئی اسے نہیں چھیڑے گا۔''

میں نے چاؤفان کی خیال آرائی کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے راجن کی سرگرمیوں کے پیش نظر، عورتوں کی اسمگلنگ کی بات روا روی میں کہہ دی تھی جسے چاؤفان نے بہت سنجیدگی سے پکڑ لیا تھا۔

وہ ایک امکان ضرور ہوسکتا تھا لیکن لازم نہیں تھا کہ راجن کا منصوبہ وہی رہا ہو۔ وہ بنکاک میں ہر قسم کے غیر قانونی دھندوں کا بادشاہ بنا ہوا تھا۔ غیر ضروری طور پر وائٹ ہاک کو چند دنوں کے لیے ویران کرنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ اپنے اعتماد کے چند آدمیوں کی موجودگی میں وہاں کوئی غیر قانونی کام سرانجام دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ کام کی نوعیت کے بارے میں پہلے سے کوئی اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔

''ماسٹر! تم خاموش کیوں ہوگئے..... کیا سوچ رہے ہو؟'' مجھے خاموش پا کر چاؤفان نے ٹوکا۔ میں نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ اطمینان سے ایک سگریٹ سلگائی اور اس کا گہرا کش لے کر کہا۔ ''میری زبان خارش کے مرض سے قطعی محفوظ ہے۔''

وہ بھونڈے انداز میں ہنس پڑا ''ماسٹر! تم خوب چوٹ کرتے ہو۔ تمہاری کڑوی کسیلی باتیں سن کر بھی طبیعت بے مزہ نہیں ہوتی۔ کیا تم نے مجھے کبھی زبان کھجاتے ہوئے دیکھا ہے؟''

''زبان کی خارش کھجانے سے نہیں، بولتے رہنے سے دور ہوتی ہے۔''

''تم بھی بولتے رہا کرو!'' اس نے مجھے مشورہ دیا۔ ''تم خاموش ہوتے ہو تو مجھے پریشانی لاحق ہوجاتی ہے کہ پتا نہیں تم کیا سوچ رہے ہو۔''

''اگر میں تمہاری بات درست مان لوں تو ہم دونوں یہاں اپنے اپنے کام سے آئے ہیں۔ ہم دونوں کے کام ابھی ادھورے ہیں.....''

''ماسٹر! درست ماننے کی بات نہ کرو، میں نے تمہیں بتایا ہے۔'' اس نے احتجاج کیا ''میری کارکردگی میرے

Downloaded from https://paksociety.com

دعوے کو ثابت کرتی ہے۔''

''چلو، یوں ہی سہی!'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''مجھے وہ راستہ بتا دو جو مجھے ساحل پر پہنچا دے میں اپنی آنکھوں سے وائٹ ہاک کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔''

''وہ لوگ ہر تھوڑے دنوں بعد لنگر اٹھا کر اپنی جگہ بدل لیتے ہیں۔ آج کل وہ ساحل سے نظر آ رہی ہے۔ تم صحیح رخ پر جا رہے تھے۔ آگے ویران سمندری کھاڑیوں سے دور تک کا منظر صاف دکھائی دیتا ہے۔ تم چاہو تو ہم گھاٹ سے کرائے کی بوٹ لے کر ادھر کا چکر لگا سکتے ہیں۔''

اس کی تجویز نے مجھے چونکا دیا۔ اس سے بہتر صورت کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ مجھ سے ٹکرا ہی گیا تھا تو مجھے اس ملاقات سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔ ڈان کے لیے یہ خبر کافی اطمینان بخش ہوتی کہ میں بہ نفس نفیس راجن کے بحری قبرستان کا جائزہ لے چکا ہوں۔

''ایسا کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔'' میں نے سرسری لہجے میں کہا۔ اس کے ننھے سے دماغ کو اونچی پرواز سے روکے رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ اس کی اچھی سے اچھی بات کو بھی زیادہ اہمیت نہ دی جائے میں ابتدا سے اس اصول پر کار بند رہا تھا۔

''اب ہمیں واپس جانا ہوگا۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ ''پرائیویٹ کشتیاں وغیرہ دوسری طرف کھڑی ہوتی ہیں۔ وہ راستہ گودی کے برابر سے جاتا ہے۔''

ہم دونوں واپس چل دیے۔ میں نے راستے میں اسے احتیاطی تدابیر کے بارے میں یاد دلایا تو اس نے بے فکری سے بتایا کہ سمندر میں بہتیرے لوگ تفریحی چکر لگاتے رہتے ہیں۔ کوئی ہم دونوں کی بوٹ پر شبہ نہیں کرے گا۔ بنکاک کا ساحل ناہموار اور گندا ہونے کی وجہ سے لوگ وہاں پیراکی سے گریز کرتے ہیں۔ سارا ور کشتیوں اور موٹر بوٹس میں سیر کرنے پر ہوتا ہے۔ نہانے کے شوقین پٹایا کے طویل اور صاف ستھرے ساحل کا رخ کرتے ہیں جو بنکاک سے زیادہ مسافت پر نہیں ہے۔

ہم ایک مرتبہ پھر گودی کے بیرونی علاقے سے گزرے جہاں مزدوروں اور دوسرے متعلقہ لوگوں کا ایک سیل رواں نظر آ رہا تھا۔ گودی کے دیوہیکل فولادی پھاٹک سے کافی آگے، احاطے کی دیوار کے ساتھ ایک سڑک سمندر کی طرف جا رہی تھی، چاؤفان اسی پر ہو لیا۔

موڑ سے وہ سڑک گودی کے احاطے سے دور ہوتی چلی گئی۔ وہ مسافت خاصی طویل تھی۔ تیز دھوپ میں پیدل چلنا مجھے ناگوار گزر رہا تھا لیکن چاؤفان کی حالت دیکھتے ہوئے میں نے کوئی حرفِ شکایت زبان پر لانا مناسب نہیں سمجھا۔

ساحل کے ساتھ تعمیرات کا سلسلہ نظر آیا تو چاؤفان نے بتایا کہ وہ بنکاک کے مہنگے بوٹ کلب تھے جہاں ممبروں کو کھلے سمندر میں تفریح کے لیے ساری سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ ان وسیع و عریض اور شان دار عمارتوں کے درمیان سے گزر کر ہم بنکاک کے عوامی گھاٹ پر پہنچ گئے جہاں متعدد موٹر بوٹس اور بادبانی کشتیاں پانی کی متلاطم سطح پر ہچکولے کھا رہی تھیں۔

میں نے وہیں سے دیکھ لیا کہ اس وقت بھی کھلے سمندر کے سینے پر متعدد کشتیاں رواں تھیں۔ ایک طرف بندرگاہ میں کھڑے ہوئے دیوہیکل جہازوں کی قطار نظر آ رہی تھی جن میں سے بعض کی چمنیوں سے دھواں خارج ہو رہا تھا۔ ان جہازوں کے عرشوں پر چلتے پھرتے ہوئے ملاح اور خلاصی، دور سے کھلونوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔

ہمیں گھاٹ کی طرف آتا ہوا دیکھ کر کئی افراد ہماری طرف لپکے۔ سمندر سے اپنی روزی کمانے والے وہ ملاح ان پڑھ تھے لیکن انگریزی کے چند الفاظ سے واقف تھے۔ انہوں نے چاؤفان کو گائیڈ سمجھ کر یکسر نظر انداز کر دیا، میری ذات ان کا ہدف تھی۔

چاؤفان نے فضا میں ہاتھ لہرا کر تیزی سے ان سے کچھ کہا۔ وہ صلح جو لوگ تھے۔ ان کی پیش قدمی رک گئی۔ چاؤن فان نے بڑھ کر ایک ادھیڑ عمر شخص سے کچھ مذاکرات کیے اور مول تول ہو جانے کے بعد ہم اس کی رہنمائی میں گھاٹ کی طرف بڑھ گئے۔

اس کی چھوٹی موٹر بوٹ پختہ گھاٹ سے خاصی دور تھی۔ ہم ہچکولے لیتی ہوئی کئی کشتیوں پر سے ہوتے ہوئے اس صاف ستھری بوٹ پر پہنچ گئے۔

چند منٹ بعد انجن اسٹارٹ ہوا اور راستہ کھلنے کے بعد بوٹ کھلے سمندر کی طرف روانہ ہو گئی۔ ''مجھے ابھی تک سفید لانچ کہیں نظر نہیں آئی۔'' کچھ دیر بعد میں نے چاؤفان سے کہا۔

''وہ ان دنوں دوسرے رخ پر لنگر انداز ہے۔ آگے بڑھیں گے تو وہ نظر آ جائے گی۔''

چاؤفان ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے ملاح سے سمندر کی سیر کا سودا کیا تھا۔ وہ ہمیں گودی میں لنگر انداز جہازوں کے قریب سے گھماتا ہوا سمندر کی طرف نکلا تو کچھ دیر بعد مجھے وائٹ ہاک نظر آ گئی۔ اس کے بارے میں مجھے چاؤفان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ اپنے نام کی مناسبت سے وہ نیچے سے اوپر تک بالکل سفید تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ تو ایک چھوٹا بحری جہاز معلوم ہورہا ہے۔ تم بلاوجہ اسے لانچ کہتے ہو۔'' میں نے چاؤفان سے کہا۔

کچھ دیر تک سمندر میں لہروں کی پھوار سے لطف اندوز ہونے کے بعد چاؤ فان نے اپنے ملاح کو وائٹ ہاک کی طرف چلنے کے لیے کہا تو دونوں میں بحث شروع ہوگئی۔ بعد میں اس نے بتایا کہ وہ ادھر جانے سے ہچکچا رہا تھا۔

رفتہ رفتہ ہم وائٹ ہاک سے قریب ہوتے گئے۔ پھر مجھے وہ مسلح گارڈ نظر آنے لگے جو راجن کی لانچ کے عرشے پر ٹہل کر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔

اس وقت ہمارے آس پاس دوسری کوئی بوٹ نہیں تھی۔ شاید ملاح عام طور پر وائٹ ہاک سے دور رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

رفتہ رفتہ اس لانچ کا نقشہ واضح ہونے لگا۔ ہماری بوٹ سمندری لہروں کے ساتھ زیروبم سے گزر رہی تھی۔ ساحل ہماری نظروں سے اوجھل ہوچکا تھا لیکن بندرگاہ پر کھڑے ہوئے جہازوں اور دیوہیکل کرینوں کے اوپری حصے ہمیں دکھائی دے رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ وائٹ ہاک کے عرشے پر موجود دو محافظوں نے ٹہلنے کا عمل ترک کردیا تھا اور وہ ریلنگ کے قریب کھڑے ہوکر مسلسل ہماری بوٹ کا جائزہ لے رہے تھے۔

ہمارے بوٹ پائلٹ نے مڑکر چاؤفان سے کچھ پوچھا اس نے اسے تسلی دی اور ہماری بوٹ کا رخ قدرے تبدیل ہوگیا۔ وہ وائٹ ہاک کی طرف جانے کے بجائے اس کے گرد گھومنے کی پوزیشن لے رہی تھی۔

اچانک ان دونوں میں سے ایک محافظ اپنے حلق کے بل چیخا۔ لہروں کے دھیمے شور میں اس کی آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔ وہ یقینی طور پر ہمیں واپس لوٹنے کا حکم دے رہا تھا۔

ہمارے ملاح کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ چاؤفان سے تیزی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر وائٹ ہاک کے عرشے سے ایک فائر ہوا۔ گولی ہمارے اوپر سے گزر کر سمندر میں کہیں گم ہوگئی۔ وہ پیغام ضرورت سے زیادہ واضح تھا۔ وائٹ ہاک والے ہمیں واپس لوٹنے پر مجبور کررہے تھے۔ تاخیر کی صورت میں وہ براہِ راست ہم پر بھی گولی چلا سکتے تھے۔

فائر ہونے کے بعد مذاکرات کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔ ملاح نے اتنی تیزی کے ساتھ بوٹ کو واپسی کے لیے گھمایا کہ میں دہل کر رہ گیا۔ ملاح کی بوکھلاہٹ کے نتیجے میں ہماری بوٹ الٹ کر ڈوب سکتی تھی۔

وائٹ ہاک کے عرشے سے کسی نے چیخ کر پھر کچھ کہا۔ اس بار اس کا پیغام قدرے طویل تھا۔ میں نے مستفسرانہ انداز میں چاؤفان کی طرف دیکھا تو اس نے بتایا کہ وہ سنگین دھمکی دے رہے تھے۔ ''دوبارہ ادھر نظر آئے تو ہم بوٹ غرق کردیں گے۔''

اس سخت اور جارحانہ پیغام سے صاف ظاہر تھا کہ راجن اور اس کے آدمیوں کو مقامی قانون کی ذرا بھی پروا نہیں تھی۔ کھلے سمندر کے سینے پر بھی انہوں نے اپنی جاگیر قائم کی ہوئی تھی جہاں سے دوسرے کو گزرنے کا بھی حق نہیں تھا۔

سمندر میں تقریباً ایک گھنٹا گزار کر ہم واپس گھاٹ پر آگئے۔ باہر خالی ٹیکسی موجود تھی میں نے چاؤفان کو پیش کش کی کہ وہ میرے ساتھ چلے اور گودی کے دروازے پر اتر جائے لیکن اس نے خوش دلی سے انکار کردیا۔ اس کا خیال تھا کہ گھاٹ پر موجود ملاحوں کی بھیڑ میں گھل مل کر وہ اپنا کام بہتر انداز میں کرسکے گا۔

میں نے اسے الوداع کہا اور وہاں سے واپس ہوٹل کی طرف روانہ ہوگیا۔

میرے ذہن میں وائٹ ہاک کو نشانہ بنانے کا مبہم سا خیال موجود تھا۔ میں اسی رو میں ساحل سے اس لانچ کا جائزہ لینے کے لیے اس طرف آیا تھا۔ دوسرا خیال وہی تھا کہ کوئی میرا پیچھا کررہا ہو تو وہ ڈان کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں راجن کے پیچھے لگ گیا تھا۔

چاؤفان نے اپنی صفائی پیش کرنے کی سرتوڑ کوشش کی تھی۔ میری روانگی کے بعد اس نے پورٹ پر رک کر ثابت کرنا چاہا تھا کہ وہ واقعی کام میں مصروف تھا لیکن اس کے بارے میں میرا ذہن صاف نہیں ہوسکا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ میرا پیچھا کرتا ہوا گودی تک پہنچا تھا۔

اس نے اچانک میرے سامنے آکر مجھے حیران کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ اور بات تھی کہ میں حیرانی سے زیادہ فکر و تشویش میں مبتلا ہوگیا تھا۔

اس کی موجودگی سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ میں نے وائٹ ہاک کا قریب سے جائزہ لے کر ان کے حفاظتی بندوبست کا تجزیہ بھی کرلیا۔ دن کی روشنی میں ان محافظوں کی مستعدی قابلِ رشک تھی۔ صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ اجالے میں کوئی بھی ان کی مرضی کے بغیر وائٹ ہاک کے قریب نہیں پھٹک سکتا تھا۔

راجن نے اس لانچ پر نائٹ کلب قائم کیا ہوا تھا۔ اپنے دھندے کے اوقات میں وہ حفاظتی انتظامات سے غافل نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

ہوسکتا تھا۔ سمندر کی سمت میں روشن کی جانے والی چند سرچ لائٹس رات کے گھور اندھیرے میں بھی محافظوں کی ان حدود کی پاسبانی میں مدد دینے کے لیے کافی ہوتیں۔

وائٹ ہاک سمندر کے سینے پر تیرتا ہوا ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جہاں صرف راجن کا راج تھا۔ پانی کی سطح سے گزر کر اس لانچ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ اسے نقصان پہنچانے کے لیے صرف زیرآب کارروائی کامیاب ثابت ہوسکتی تھی۔

پہلے میرے دماغ میں اس لانچ کو تباہ کرنے کا خیال راسخ نہیں تھا۔ لانچ پر ہر وقت موجود رہنے والے بھاری عملے کی تباہی کے تصور نے مجھے ان خطوط پر کسی پیش رفت سے روکا ہوا تھا۔ چاؤفان کی زبان سے وائٹ ہاک پر ہونے والی متوقع تعطیلات کا ذکر سنتے ہی میری وہ خواہش دوبارہ ابھر آئی تھی۔ وائٹ ہاک راجن کی طاقت اور بڑائی کی علامت تھی۔ اسے غرقاب کرکے راجن کی کمر توڑی جاسکتی تھی۔ اس پر رہنے والے چند لوگ اگر لانچ کے ساتھ لقمۂ اجل بن جاتے تو مجھے کوئی ملال نہ ہوتا۔ وہ یقینی طور پر وہی لوگ ہوتے جو راجن کے کالے دھندوں میں اس کے قریبی معاون تھے اور ہر پیمانے سے موت کے سزاوار تھے۔

میں ان ہی خیالات میں الجھا رہا اور ٹیکسی نے تیز رفتاری سے طویل مسافت طے کرکے مجھے ہلٹن ہوٹل کی حدود میں پہنچادیا۔

میں ہوٹل کے صدر دروازے سے گزر کر اندر داخل ہوا تو مجھے اسد ایک صوفے سے اٹھتا ہوا نظر آیا۔ وہ ایسی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا جہاں سے ہوٹل میں آنے والوں پر نگاہ رکھی جاسکتی تھی۔ اس کی ہوٹل میں موجودگی کا مطلب تھا کہ وہ کافی دیر سے وہاں بیٹھا میرا انتظار کررہا تھا۔

اس کی طرف جاتے ہوئے میں نے دیکھا کہ غزالہ بھی وہیں صوفے پر براجمان تھی۔

اسد جب بھی میرے پاس آتا، ہوٹل کی لابی سے انٹر کام پر رابطہ کرتا تھا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ مجھ سے اجازت لیے بغیر میرے کمرے کے دروازے پر آگیا ہو۔ میں کمرے میں نہیں تھا۔ وہ نیچے رک کر میری واپسی کا انتظار کرنے لگا، غزالہ اخلاقاً اس کے پاس آگئی۔

''خیریت ہے..... آج صبح سویرے کہاں نکل گئے تھے!'' اس نے مجھ سے ہلکا سا معانقہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

''تمہاری قمیص پسینے میں تر ہورہی ہے۔''

''گودی کی طرف چلا گیا تھا..... آؤ اوپر چلتے ہیں۔ یہاں ڈھنگ سے بات نہیں ہوسکے گی۔''

اس کے ہونٹوں پر معنی خیز تبسم پھیل گیا۔ ہم تینوں لفٹ کی طرف ہولیے۔

''مجھے بھابی سے ڈان کے دوغلے پن کا پتا چلا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ کیا کھیل کھیلنا چاہ رہا ہے؟'' اس نے کمرے میں پہنچتے ہی متاسفانہ لہجے میں پوچھا۔

''اسے میرے ذریعے اپنے خواب پورے ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔'' میں نے ہنس کر جواب دیا۔ ''اس مرحلے پر وہ کوئی رسک لینے کے موڈ میں نہیں ہے۔ مجھے ہر طرف سے گھیر کر اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کررہا ہے۔ کھل کر کچھ نہیں کہہ سکتا اس لیے الٹی سیدھی حرکتیں کررہا ہے۔''

''تم گودی کی طرف کیوں گئے تھے..... وہ اچھا علاقہ نہیں ہے۔''

''اس وقت تم بزرگانہ انداز میں باز پرس کررہے ہو۔'' میں نے کہا اور قدرے سکوت کے بعد ان دونوں کو اپنی کہانی سنانی شروع کردی۔

''ڈان اور چاؤفان۔ یہ دونوں جونک بن کر تمہاری جان کو لپٹ گئے ہیں۔'' اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ ''تمہارا شبہ بالکل درست ہے۔ چاؤفان نے تمہارا تعاقب کیا ہوگا۔''

''لیکن اس کے پاس وائٹ ہاک کے بارے میں کئی خبریں تھیں۔'' غزالہ نے اعتراض کیا۔ ''وہ ان کا پیچھا کررہا تھا تو اسے اتنا وقت کیسے مل گیا کہ وہ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔''

اسد نے لاجواب ہوکر بے بسی سے میری طرف دیکھا۔

میں نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے کہ وہ باتیں اسے پہلے سے معلوم ہوں۔ موقع دیکھ کر اس نے وہ اپنی تازہ کارکردگی کے طور پر سنادی ہوں۔''

''اب تمہیں ہر وقت ہوشیار رہنا ہوگا۔'' اسد بولا۔ ''مجھے محسوس ہورہا ہے کہ اب راجن خود ہمارے جال میں آرہا ہے تم اس کا قصہ پاک کردو تاکہ تم کو ڈان سے نجات ملے۔ ایک بار پاسپورٹ ہاتھ میں آجائیں تو تمہیں بلاتاخیر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔''

''تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ راجن ہمارے جال میں آرہا ہے۔''

''ابھی تم نے زیرآب کارروائی کا ذکر کیا ہے۔''

''سوچنا آسان ہے، اس پر عمل کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا کیا اس سلسلے میں تم کوئی مدد کرسکو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''اچھا ہوا کہ میں شروع سے الگ رہا۔ میں دور رہ کر

Downloaded from https://paksociety.com

تمہاری ہر طرح مدد کر سکتا ہوں۔ عملی طور پر تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ راجن، ڈان کا شکار ہے۔ وہ تم کو ہر قسم کے وسائل فراہم کرنے کا وعدہ کر چکا ہے۔''

''میں اسے بھی دیکھ لوں گا۔ اتنی سی بات پر یہ خوش فہمی مناسب نہیں کہ ہم راجن کو اپنے جال میں آتا ہوا سمجھ لیں۔''

''اگر میں یہ کہوں کہ میں نے اس سے تمہاری ملاقات کی راہ نکال لی ہے تو تم کیا کہو گے؟'' اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ دیکھنا ہوگا کہ ملاقات کہاں اور کن حالات میں ہوتی ہے۔'' میں نے اپنی جگہ پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ''کیا اس سے تمہارا کوئی رابطہ ہوا ہے۔''

''کل رات اس کا ایک آدمی میرے پاس آیا تھا۔'' اسد کا وہ انکشاف سنتے ہی میں اپنی جگہ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''راجن کی خواہش ہے کہ میں فوری طور پر اس سے ملوں۔''

''اوہ!'' میں نے بے ساختہ اپنی حیرت ظاہر کی ''تم نے کبھی ذکر نہیں کیا کہ وہ پہلے سے تم کو جانتا ہے۔''

''میری اس سے کوئی شناسائی نہیں ہے۔ وہ آدمی اچانک آیا تھا۔'' اسد نے وضاحت کی۔

''تمہیں اس سے پوچھنا چاہیے تھا کہ وہ تم سے کس حیثیت سے ملنا چاہتا ہے۔'' غزالہ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

''اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اسے معلوم تھا کہ میں بنکاک میں اپنے محکمے کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ راجن کا اثر و رسوخ بہت زیادہ ہے۔ اس کے لیے یہ باتیں معلوم کرنا مشکل نہیں تھا۔ میں حیران ہوں کہ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔''

''وہ تم سے میرا سراغ معلوم کرنا چاہتا ہے۔'' میں نے دھیرے سے کہا۔ ''کل شام میں نے سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون پر اس سے بات کی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنا قاصد تمہاری طرف بھیجا ہوگا۔''

''میں تمہاری اور اس کی گفتگو سے ابھی تک بے خبر ہوں اس نے دیدہ دلیری کے ساتھ مجھ سے رجوع کیا ہے تو اس کے کچھ نہ کچھ محرکات بھی رہے ہوں گے۔''

میں نے اسے راجن سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

''تم نے اس سے بہت بڑا مطالبہ کیا ہے۔ وہ مر جائے گا مگر یہاں سے پسپا ہونے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ اس نے تم سے وقت خریدا ہے۔ مجھ سے رابطہ کر کے اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اب وہ ہر قیمت پر تم تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ پہل کرنے والا یہ لڑائی جیت جائے گا۔''

''تم اس سے میری ملاقات کا ذکر کر رہے تھے۔ وہ کیا قصہ تھا؟''

''میں نے اس کے آدمی سے کہہ دیا ہے کہ میں تنہا راجن سے نہیں مل سکتا۔ میرا ایک معاون ضرور میرے ساتھ ہوگا۔ یہ شرط عائد کرتے ہوئے میرے ذہن میں تمہارا نام تھا۔''

''نہیں، میں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔'' مجھ سے پہلے غزالہ بول پڑی۔ ''ابھی تم خود کہہ رہے تھے کہ وہ بہت باخبر آدمی ہے۔ اسے یہ معلوم ہوگا کہ تم یہاں اپنے محکمے کے اکلوتے نمائندے ہو۔ یہاں تمہارا ساتھی کون ہو سکتا ہے۔ اسے ذرا بھی شبہ ہو گیا تو یہ مشکل میں پڑ جائیں گے۔''

''میں نے گنجائش نکالی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ تم میرے ساتھ جاؤ۔'' اسد نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اپنی ذات کو اس کے شک و شبہے سے بالا رکھنا تمہارا کام ہوگا۔''

''کیا تم نے یہ یقین کر لیا تھا کہ یہاں آتے ہوئے تمہارا پیچھا نہیں کیا گیا؟'' میں نے پوچھا۔

''میری ساری زندگی ایسے کھیلوں میں گزری ہے۔'' وہ بولا ''گھر سے قدم باہر نکالنے سے پہلے میں نے اس امکان کو ذہن میں رکھا تھا۔ باہر اس کا آدمی موجود تھا۔ آج کل میں اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہتا ہوں۔ مارکیٹ کے علاقے میں، میں اسے جل دینے میں کامیاب ہو گیا اس کے بعد میں نے تمہارے ہوٹل کا رخ کیا تھا۔''

''تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم اس سے ملنے کا فیصلہ کر چکے ہو۔''

''یہ جبری فیصلہ ہے جو مجھے کرنا پڑا۔ وہ یہاں کا طاقت ور آدمی ہے۔ میرے انکار کی صورت میں میرے خلاف کوئی بھی ایکسٹنڈل بن سکتا ہے۔ وہ اخباری نامہ نگاروں سے پولیس افسران تک کسی کو بھی خریدنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔''

''میرا بھی یہی مشورہ ہوتا۔ اس سے ضرور ملو مگر اپنے دفتر میں، تمہارے لیے موتی محل میں جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔'' میں نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ ''تمہارے دفتر میں کتنے کمرے ہیں۔''

''ایک ہی کمرا ہے۔ اس سے ملا ہوا باتھ روم اور چھوٹا سا کچن ہے۔ تم کیا سوچ رہے ہو؟''

''وہاں میرے لیے کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟''

Downloaded from https://paksociety.com

''کچن اور باتھ روم پر دو چھتی بنی ہوئی ہے۔ وہاں تم آرام سے چھپ سکتے ہو لیکن اس طرح تم کیا کر سکو گے۔''

''وہ کمینہ آدمی ہے۔ تمہارے تحفظ کے لیے کسی نہ کسی کا ہونا ضروری ہے۔ بات بگڑتی ہوئی نظر آئی تو میں نتائج کی پروا کیے بغیر سامنے آجاؤں گا۔''

''مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے۔'' غزالہ کمزور آواز میں بولی ''اس کے ساتھ کھلا تصادم ہم تینوں کے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔''

''بھابی کا خیال درست ہے۔'' اسد نے اس کی تائید کی ''میرے جانے یا اس کے آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ آیا تو اس کے ساتھ محافظوں کا ٹولا بھی ہوگا۔ ان میں سے کسی کو دو چھتی کا خیال آ گیا تو تم بے بسی سے دو چار ہو جاؤ گے۔''

اس کا اندیشہ درست تھا۔ میں جوش میں آ کر یہ فراموش کر گیا تھا کہ راجن ہر وقت محافظوں کے نرغے میں رہنے کا عادی تھا۔ وہ اکیلا ہوتا تو میں اس سے نمٹ سکتا تھا۔ محافظوں کی مسلح بھیڑ سے نمٹنا کسی کے بس میں نہیں تھا۔

سوبھراج کی موت اور پھر موتی محل میں بم کا دھماکا ہونے کے بعد یہ توقع بے سود تھی کہ راجن اپنی کمین گاہ سے تنہا باہر نکلنے کی ہمت کر سکے گا۔

''بہتر یہی ہے کہ فی الحال مزاحمت کا خیال دل سے نکال دیا جائے۔'' کچھ دیر کے سکوت کے بعد میں نے کہا ''ہم اس کی تجویز کے مطابق اس سے مل لیتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کہتا ہے۔''

''اگر اس نے آپ کو پہچان لیا تو کیا ہوگا؟'' غزالہ نے پرتشویش انداز میں کہا۔

''یہی میری اب تک کی کامیابیوں کا راز ہے کہ کوئی مجھے نہیں پہچان سکتا۔ میں حتی الامکان اپنی زبان بند رکھوں گا۔ میں قریب سے مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں کہ میری دھمکی کے بعد اس میں کتنا دم خم باقی رہ گیا ہے۔''

''اتنی سی بات کے لیے تم بہت بڑا خطرہ مول لو گے!''

''ڈان نے اس سے محاذ آرائی پر مجبور کر دیا ہے تو مجھے قریب سے اس کا جائزہ لینا ہی پڑے گا۔''

پچھلی شام تک سب کچھ پرسکون تھا۔ جب سے میں نے سیٹلائٹ فون پر راجن سے بات کی تھی' واقعات میں اچانک تیزی آ گئی تھی۔ چاؤ فان نے اپنے طور پر بھاگ دوڑ شروع کر دی تھی' راجن جوابی وار کی تیاریوں میں لگ گیا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آنے والے ایک دو روز اس معاملے میں فیصلہ کن ثابت ہوں گے۔

''آج شام وہی آدمی مجھ سے رابطہ کرے گا۔'' اسد کہہ رہا تھا ''میں اس سے کیا کہوں؟''

''ملاقات کا وقت اور مقام طے کر کے مجھے بتا دو۔ میں تیار رہوں گا۔''

فیصلہ ہو گیا۔ یہ مناسب نہیں تھا کہ اس ملاقات کے لیے مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے اسد میری طرف آتا۔ ہمارا واسطہ ایک چالاک مجرم سے تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی بھی طرح راجن یا اس کے آدمیوں کو میرے ٹھکانے کا علم ہو۔ یہ طے ہو گیا کہ میں اس سے کسی طے شدہ مقام پر ملوں گا۔

ہم خاصی دیر تک اس متوقع ملاقات کے مختلف پہلوؤں پر تبادلۂ خیال کرتے رہے۔ اس دوران میں راجن کے امکانی سوالات کے جواب بھی زیر بحث آئے۔ ان میں.... سرفہرست میرا معاملہ تھا۔ اسد کو اس بارے میں اپنی مکمل لاعلمی کا اظہار کرنا تھا۔

کچھ دیر بعد اسد واپس چلا گیا۔

میں نے غزالہ پر اپنی فکرمندی کا سایہ نہیں پڑنے دیا لیکن اندر سے میں مضطرب تھا۔ راجن نے اسد سے رابطہ کر کے معاملات کو بہت زیادہ الجھا دیا تھا۔ اس وقت راجن اور ڈان ایک چکی کے دو پاٹ بنے ہوئے تھے جن کے درمیان ہم کسی بھی وقت بری طرح پس سکتے تھے۔

تین بجے میرے کراچی والے موبائل فون پر جلال کی کال آ گئی۔

خیر خیریت کے تبادلے کے بعد اس نے پاسپورٹوں کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے اسے ڈان کا حتمی فیصلہ سنا دیا ''وہ مجھ سے بہت خوش ہے لیکن پاسپورٹ لوٹانے پر آمادہ نہیں ہے۔ وہ راجن کے خاتمے کے بعد ملیں گے۔''

''پھر تم نے کیا سوچا ہے؟'' جلال نے سوال کیا۔

''میرے سوچنے سمجھنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ تمہاری خواہش پوری ہوگی اور مجھے راجن کے قصے سے نمٹنا ہوگا۔ اس معرکے میں زندگی رہی تو ملاقات ہوگی۔''

''مایوسی کی باتیں نہ کرو۔ تم اس سے بڑے معرکے سر کر چکے ہو۔ اللہ نے چاہا تو تم اس مقابلے میں بھی سرخ رو رہو گے۔''

''دعائیں اور بددعائیں اس قدر کارگر ہوتیں تو میں ابھی سے راجن کو کوسنا شروع کر دیتا۔''

''یہ دلوں کا معاملہ ہے۔ ہم ہونٹ ہلاتے ہیں لیکن دل

Downloaded from https://paksociety.com

ہماری دعاؤں کا ساتھ نہیں دیتے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی ہر دعا اور بددعا اثر رکھتی ہے۔''

''مجھے یہاں وحشت ہو رہی ہے۔ میرا رواں رواں راجن کی تباہی کے لیے دعا گو ہے۔''

''راجن نے سوبھراج کی شناخت نہ بدلی ہوتی تو اس وقت میں تمہارے پاس ہوتا۔ کل تک اسد بھی تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا۔ وہ.....''

''کیوں.....؟'' میں نے اس کی بات کاٹ کر بے تابی سے سوال کیا ''کیا تم نے اسے معطل کر دیا ہے؟''

''نہیں۔ بنکاک میں اس کے تقرر کو دو سال پورے ہو چکے ہیں۔ اسے واپس بلایا جا رہا ہے۔ رات کو اسے آرڈر فیکس کر دیا جائے گا جو وہ صبح دیکھ لے گا۔ اس بارے میں تم اس سے کوئی ذکر نہ کرنا۔''

''کیا اس حکم کو کچھ دنوں کے لیے ٹالا نہیں جا سکتا تھا؟''

''تقرر اور تبادلے اپنے روٹین کے مطابق ہوتے ہیں۔ ان میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔''

''میرے لیے یہ کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ اس سے میری ذہنی ہم آہنگی ہو گئی تھی۔ اس کی جگہ آنے والا میرے کسی کام نہیں آ سکے گا۔''

''یہ بات میں بھی سمجھتا ہوں' ہر آنے والے کو اپنے قدم جمانے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔''

''مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے اسے میرا مشورہ ماننے کی سزا دی جا رہی ہے۔''

''اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو۔ وہ بات میرے اور تمہارے درمیان ہوئی تھی۔ کسی تیسرے کو اس کی بھنک بھی نہیں ملی۔ یہ خیال اپنے ذہن سے جھٹک دو۔'' اس نے زور دے کر کہا۔

''اس بے وقت تبادلے سے اسے رنج ہوگا۔ وہ اگلے چوبیس گھنٹوں میں میرے ساتھ راجن سے ملنے والا ہے۔'' میں نے اسے اس اہم واقعے سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔

''اس ملاقات کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟'' میرے الفاظ نے اسے چونکا دیا۔

''مجبوری ہے۔ راجن خود اس سے ملنا چاہتا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ اسد سے میرے بارے میں جاننے کی کوشش کرے گا۔''

''یہ کیا کہانی شروع ہو گئی۔ مجھے کچھ تفصیل سناؤ۔'' جلال کی آواز سے بے چینی مترشح تھی۔

''میں اسی لیے کہہ رہا تھا کہ یہ اسد کے تبادلے کا موزوں وقت نہیں ہے۔'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا اور اختصار کے ساتھ واقعات دہرانے شروع کر دیے۔ میں نے یہ ذکر گول کر دیا کہ میں چاؤ فان کے ساتھ راجن کے بحری اڈے کا جائزہ لے چکا تھا۔

''ہمارے اندازے درست ثابت ہو رہے ہیں۔'' پوری کہانی سن کر جلال مضطربانہ لہجے میں بولا ''سوبھراج کی طرح وہ بھی ایف بی آئی یا سی آئی اے کا ایجنٹ ہے۔ تم نے یکا یک اس پر خطرناک دباؤ ڈالا ہے۔

''.....اسے یقین ہوگا کہ ڈینی بنکاک میں ہے تو وہ اسد سے ضرور ملا ہوگا۔ اس وقت اسے تمہارے سوا کسی اور کی تلاش نہیں ہو سکتی۔''

میں فون پر جلال سے بات کر رہا تھا مگر میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میرے نزدیک یہ بات طے تھی کہ راجن سے ہماری ملاقات ناکام ثابت ہونا تھی۔ اسد سے میرے بارے میں کچھ معلوم نہ ہونے پر راجن کا چراغ پا ہونا قرین قیاس تھا۔ اس کے بعد وہ اسد کا دشمن ہو سکتا تھا۔ اس سے ملاقات کے بعد اسد بنکاک سے روانہ ہو جاتا تو راجن کی کسی سازش کا شکار ہونے سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ اس کی جگہ آنے والا آدمی راجن کے لیے نیا ہوتا۔ وہ اسد کا بدلہ اس سے نہیں لے سکتا تھا۔ میرے بارے میں ان خطوط پر اپنا کام جاری رکھنے کے لیے راجن کو نئے آدمی سے از سر نو رابطہ کرنا ہوتا اور بات دور نکل جاتی۔

''اس وقت یہاں کے حالات بہت نازک ہیں۔'' میں نے جلال سے کہا ''افسران بالا نے اسد کے تبادلے کے احکام جاری کر دیے ہیں تو میری ایک گزارش ہے۔ اسے پابند نہ کیا جائے کہ وہ اپنے جانشین کی آمد تک بنکاک میں رکا رہے۔ اسے اپنی صوابدید کے مطابق یہاں سے واپس لوٹنے کی خصوصی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔''

''میں ان نزاکتوں کو سمجھ رہا ہوں۔ دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ ضروری ہوا تو میں خود اس سے بات کر لوں گا۔ تم اس سے کوئی ذکر نہ کرنا۔''

''میری طرف سے بے فکر رہو' میں اس کی سلامتی کے بارے میں فکر مند ہوں' ہو سکتا ہے اس کے تبادلے کا حکم اس کے لیے انعام بن جائے۔''

''مجھے حیرت ہے کہ اس نے راجن کے بارے میں ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں بھیجی۔''

''ہو سکتا ہے کہ اس کی بھیجی ہوئی رپورٹ دفتری پروسیس سے گزر رہی ہو۔ یہ کوئی عام معاملہ نہیں ہے۔ تمہیں اس پر

Downloaded from https://paksociety.com

خصوصی توجہ دینا ہوگی۔''

جلال کی یقین دہانی کے بعد بات ختم ہوگئی۔ وہ تمام تفصیلات اس کے لیے اس قدر پریشان کن ثابت ہوئی تھیں کہ اس نے راجن سے میری ملاقات کے معاملے کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔

''کیا اسد کا تبادلہ ہو رہا ہے؟'' میرے فارغ ہوتے ہی غزالہ نے سوال کیا۔

''ہاں' جلال بتا رہا تھا کہ آرڈرز جاری ہو چکے ہیں۔ شاید یہ اچھا ہی ہوا۔ راجن کی مخاصمت مول لے کر یہاں رہنا خاصا دشوار ہو سکتا ہے۔''

''آپ سے زیادہ مخاصمت کس نے مول لی ہوگی۔ اسے فون کر کے آپ نے اور زیادہ مشتعل کر دیا ہے۔ اسد اسی وجہ سے اس کی نگاہوں میں آیا ہے۔''

''میری اور بات ہے۔ اس کے لیے مجھ تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ اسد ایک شناخت کے ساتھ یہاں رہ رہا ہے' وہ جانا بوجھا آدمی ہے' راجن اس کے ساتھ کوئی بھی گھٹیا حرکت کر سکتا ہے۔''

''اسد چلا گیا تو راجن اس کے جانشین کے پیچھے پڑ جائے گا۔'' وہ بولی۔

''نئے آدمی پر وہ اتنی آسانی سے ہاتھ نہیں رکھ سکے گا۔ یہ بات وہ جانتا ہوگا کہ نئے آنے والے کو حالات و واقعات کا رخ سمجھنے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔''

''اگر اس نے یہ سمجھ لیا کہ تبادلے کے بہانے اسد کو جان بوجھ کر یہاں سے واپس بلایا گیا ہے تو اس کا کیا ردِعمل ہوگا؟''

''جو بھی ہوگا' دیکھ لیا جائے گا۔ اب مجھے چاؤ فان اور اس کے آدمیوں پر انحصار کرنا ہوگا۔'' میرے موڈ کا اندازہ کر کے غزالہ نے خاموشی اختیار کر لی۔

شام تک چاؤ فان کی طرف سے کوئی خبر نہیں ملی تو میں نے اس کا نمبر ملایا۔ اس نے مایوسی کے ساتھ بتایا کہ گودی کے علاقے میں اپنا آدھا دن برباد کرنے کے باوجود وہ وائٹ ہاک پر لمبی چھٹی کی افواہوں کی تصدیق کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

اس نے ایک اچھا کام کیا تھا کہ ڈان کو میری سرگرمیوں سے باخبر کر دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ میں وائٹ ہاک کو کسی زیرِ آب کارروائی کے ذریعے تباہ کرنے کے امکانات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے وہ بات مجھے اپنے کارنامے کے طور پر بتائی تھی مگر میں سمجھ رہا تھا کہ اس نے ڈان کو میرا پیچھا کرنے کے بارے میں اپنی رپورٹ دیتے ہوئے ان نکات کا ذکر کیا ہوگا۔ اس کی طرف سے میرا ذہن صاف نہیں تھا لیکن بزکاک میں' میں ڈان اور اس کے آدمیوں سے بنائے رکھنے پر مجبور تھا۔

رات کے آٹھ بجے اسد کا فون آ گیا۔ راجن کے آدمی نے اپنے وعدے کے مطابق اس سے رابطہ کیا تھا اور اسد کو اسی رات' دس بجے موتی محل پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔

''پھر تمہارا کیا پروگرام ہے؟'' میں نے اسے ٹٹولنے کی نیت سے پوچھا۔

''اس نے بلایا ہے تو جانا پڑے گا۔'' اس نے کہا ''میں بالکل خالی ہاتھ جاؤں گا۔ چاہو تو تم اب بھی اپنا ارادہ بدل سکتے ہو۔''

اس کے لب و لہجے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے اس وقت تک اپنے تبادلے کی خبر نہیں ملی تھی۔

''میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا تھا' میرا ارادہ اٹل ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے افسرانِ بالا کو اس جبری ملاقات کے پس منظر سے آگاہ کر دیا ہے۔''

''میں اپنے بڑوں کو پوری طرح باخبر رکھنے کا عادی ہوں۔'' اس نے پر اعتماد لہجے میں کہا ''میں نے کسی مبالغہ آرائی کے بغیر ایک نوٹ فیکس کر دیا تھا۔ اس میں تمہارا کوئی ذکر نہیں تھا۔ دفتری خط کتابت میں تمہارا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔''

''یہ ضروری تھا۔ کوئی اونچ نیچ ہوئی تو وہ لوگ بات سنبھال لیں گے..... مجھے یہ بتاؤ کہ تم مجھے کب اور کہاں سے لو گے۔''

''ساڑھے نو بجے اپنے ہوٹل سے بائیں طرف برگر شاپ پر مل جاؤ' کوئی اسلحہ ہرگز ساتھ نہ لینا۔ میرا خیال ہے کہ تلاشی کے بغیر ہمیں اس سے ملنے کا موقع نہیں ملے گا۔''

''تم فکر نہ کرو۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ میری وجہ سے تمہیں کسی نئی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں ساڑھے نو بجے وہاں مل جاؤں گا۔''

میں فون بند کر کے مڑا تو غزالہ کرسی پر گمبھیر صورت بنائے' خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھ سے نظریں چار ہوتے ہی وہ اداس لہجے میں بولی ''میں پھر کہہ رہی ہوں کہ آپ وہاں نہ جائیں۔ اسد خود اس کو سنبھال لے گا۔''

''سوگوار ہونے کی ضرورت نہیں' میں اسد سے کم نہیں ہوں۔ راجن کے درشن کر کے تھوڑی دیر میں واپس لوٹ آؤں گا۔'' میں نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''اسد کی بات دوسری ہے' وہ سرکاری آدمی ہے راجن اس سے بدکلامی کرسکتا ہے' اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ آپ کے ساتھ وہ کوئی بھی بدسلوکی کرسکتا ہے۔''

''میں اب اس شہر سے اکتا گیا ہوں۔'' میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ''میری خواہش ہے کہ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل جائیں۔ اس کے لیے راجن کا قصہ پاک ہونا ضروری ہے۔ میں اس تک رسائی کا کوئی موقع ضائع نہیں کرنا چاہتا۔''

غزالہ نے مایوس ہوکر خاموشی اختیار کرلی۔ وہ جانتی تھی کہ کسی خوف کی وجہ سے میرے ارادوں میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ پھر بھی وہ اپنی فطرت سے مجبور تھی۔ ہمیشہ مجھے خطرات سے دور رہنے کے مشورے دیتی رہتی تھی۔

اسد سے بات ہونے کے بعد میرے پاس زیادہ وقت نہیں رہا تھا۔ میں نے روم سروس کو آرڈر دے کر کمرے میں کھانا منگوالیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ غزالہ میری واپسی تک بھوکی بیٹھی رہے۔ کھانے سے فارغ ہوکر میں نے تیاری کی اور ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔ اسد کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے میں نے بیم گن اپنے ساتھ نہیں لی تھی البتہ انگلیوں میں سفاک نگینوں والی انگوٹھیاں موجود تھیں۔

میں ہوٹل کی لابی میں ٹہل کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ میرے قرب و جوار میں نگرانی کرنے والا کوئی شخص موجود نہ ہو۔ پوری طرح اپنا اطمینان کرنے کے بعد میں ہوٹل کے صدر دروازے کے بجائے دوسری سمت سے باہر نکل گیا۔

میرا اندازہ تھا کہ چاؤ فان نے اپنی رپورٹ دیتے ہوئے ڈان کو یہ بھی بتادیا ہوگا کہ میں اس پر اپنی نگرانی کرنے کا شبہ کررہا تھا۔ اس شکایت کے بعد ان دونوں کو محتاط ہوجانا چاہیے تھا۔ شاید ڈان نے میرے شبہات سے آگاہ ہونے کے بعد نگرانی کا سلسلہ ختم کرادیا تھا۔

ہوٹل سے نکلنے کے بعد بھی میں محتاط رہا۔ اس علاقے کی سڑکیں دور تک روشن تھیں۔ کسی کے لیے یہ موقع نہیں تھا کہ وہ نیم تاریکی کی آڑ لے کر کسی کا تعاقب کرسکے۔

میرے پاس برگر شاپ پہنچنے کے لیے کافی وقت تھا' میں ٹہلنے کے انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ ایک جگہ رک کر میں نے سگریٹ سلگانے کے بہانے' اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا اور مطمئن ہوکر آگے بڑھ گیا۔ مقررہ وقت سے تین منٹ پہلے میں برگر شاپ کے سامنے پہنچ چکا تھا۔

میں برگر شاپ کی تیز روشنیوں سے بچ کر ایک کھمبے کی اوٹ میں رکا ہی تھا کہ کسی طرف سے گاہکوں کو تاڑنے والا ایک نوجوان تھائی لپک کر میرے قریب آگیا۔

''سر یو دانت گالز..... بنگ..... ویری بیوٹی فل!'' اس نے میری طرف جھک کر سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ وہ اپنے لب و لہجے سے پڑھا لکھا معلوم ہورہا تھا۔

میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا اور درشت لہجے میں' انگریزی میں کہا ''دفع ہوجاؤ ورنہ میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔''

اس نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کے نزدیک میری دماغی صحت مشکوک ہو' غنیمت یہ ہوا کہ وہ مزید کچھ کہے بغیر رخصت ہوگیا۔

اسی اثنا میں ایک ٹیکسی میرے قریب آکر رک گئی۔ پچھلی کھڑکی میں اسد کا چہرہ دیکھ کر میں پھرتی سے عقبی نشست پر سوار ہوگیا۔ اسد نے اپنی چہرہ نمائی کراتے ہی سرک کر میرے لیے جگہ خالی کردی تھی۔

میرے سوار ہوتے ہی ٹیکسی ہلکے سے جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔

''تم بروقت آگئے ورنہ عزت کو خطرات لاحق ہونے لگے تھے۔'' میں نے ہنس کر اس سے کہا ''کہیں رکنے کے لیے یہ وقت بہت نامناسب ہے۔''

''شام ہوتے ہی جسموں کے بیوپاری اس علاقے کی ساری گلیوں اور سڑکوں میں پھیل جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تمہیں بھی تاک لیا۔'' وہ بولا۔

''قدم قدم پر ملنے والے ان دلالوں نے اس شہر کی شناخت تباہ کرکے رکھ دی ہے۔ ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔''

''یہ اس علاقے میں ہونے والی طویل جنگوں کا شاخسانہ ہے جو شہر کے شرفا ابھی تک بھگت رہے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد آٹھ برس انڈو چائنا وار ہوتی رہی۔ اس کے شعلے سرد ہوئے تو ویت نام وار چل پڑی۔ اس نے آس پاس کے ملکوں میں سب کچھ تباہ کردیا۔ وہ بیس اکیس برس اس خطے کے بدترین ماہ و سال تھے.....''

''یہ کہانیاں میرے لیے اب نئی نہیں رہیں۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا ''شاید یہاں کا ہر باسی اپنے دفاع میں یہی کہانیاں دہراتا ہے۔''

''تمہیں بری لگتی ہوں گی مگر یہ باتیں اب تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔''

''اس وقت تاریخ کو چھوڑو اور اپنے جغرافیے کا خیال رکھو۔ پیچھے کوئی مشتبہ گاڑی تو نہیں چلی آرہی!''

Downloaded from https://paksociety.com

وہ جہاں دیدہ سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ میری اچانک یاددہانی پر پیچھے سر گھمائے بغیر نہ رہ سکا۔

''ابھی تک تو میدان صاف ہے۔'' چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

''آج تم دفتر سے کس وقت لوٹے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''تین بجے آ گیا تھا اس وقت بھی وہیں سے آ رہا ہوں میں نے اسلام آباد کو رپورٹ بھیج دی ہے کہ میں دس بجے اس سے ملنے جا رہا ہوں۔''

''ویری گڈ!'' میں سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ سوال کر کے میں صرف یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ بتادلے کی خبر اس تک پہنچی یا نہیں۔ وہ اس وقت تک اس معاملے سے بے خبر تھا۔ پاکستان کا وقت تھائی لینڈ سے دو گھنٹے پیچھے ہوتا ہے۔ وہاں سے رات گئے فیکس کیا جانے والا پیغام بنکاک کے وقت کے مطابق آدھی رات کے بعد ہی موصول ہونے کا امکان تھا۔ جلال کا حساب بالکل درست تھا کہ اسد کو بتادلے کی خبر صبح ملے گی۔

راستے میں ہمارے درمیان راجن یا موتی محل کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ ہماری ٹیکسی سبک رفتاری سے شہر کی مصروف سڑکیں طے کرتی ہوئی دس بجے سے پہلے موتی محل کے دیوہیکل آہنی پھاٹک کے سامنے رک گئی۔

ڈرائیور پھاٹک کی ہیبت سے مرعوب تھا۔ اسد کے ایما پر اس نے ہلکا سا ہارن بجایا۔ اسی وقت ایک پھاٹک کھل گیا۔ شاید کسی پوشیدہ کیمرے کی آنکھ سے ٹیکسی کو اندرونی چیک پوسٹ پر دیکھ لیا گیا تھا۔ ٹیکسی اندر داخل ہوتے ہی پھاٹک بند ہو گیا۔ گاڑی کو ایک مسلح محافظ نے روک لیا۔

''اسد!'' کسی کے سوال کرنے سے پہلے اسد نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر اپنا نام بتایا ''مجھے دس بجے یہاں بلایا گیا تھا۔'' اس نے وہ فقرے انگریزی میں ادا کیے تھے۔

''تمہیں زحمت ہوگی' ذرا نیچے آ جاؤ!'' اسی محافظ نے سپاٹ لہجے میں کہا ''میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ہتھیاروں کا سراغ لگانے والا ایک برقی آلہ موجود تھا۔

ہم لاکھ راجن کے مہمان سہی لیکن وہاں چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ہم دونوں اپنی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آئے۔

اس محافظ نے وہ آلہ باری باری ہم دونوں کے جسموں کے گرد' اوپر سے نیچے تک گھمایا پھر سرسری انداز میں ہمارے جسموں کو ٹٹول کر مطمئن ہو گیا۔ اس دوران میں پھاٹک کے ساتھ بنے ہوئے کمرے سے ایک اور محافظ نمودار ہو کر اپنی سرچ لائٹ کی روشنی میں ٹیکسی کے اندرونی حصوں کی تلاشی لے چکا تھا۔

ہمیں ٹیکسی میں سوار ہو کر برآمدے تک جانے کی اجازت مل گئی۔

وہ واقعی ایک پرشکوہ محل تھا۔ پھاٹک سے آگے اس قدر وسیع و عریض صحن تھا کہ اس میں پھولوں کے تختوں اور گھاس کے طویل قطعات کے درمیان گاڑیاں لانے اور لے جانے کے لیے دو الگ الگ پختہ راستے بنے ہوئے تھے۔ وہ راستے بھی اتنے کشادہ تھے کہ ان پر بہ یک وقت دو گاڑیاں برابر برابر چل سکتی تھیں۔

پورے صحن میں کھمبوں پر جا بجا لگی ہوئی روشنیوں نے ہر طرف تیز اجالا پھیلایا ہوا تھا۔ پھاٹک سے اصل عمارت کا فاصلہ کافی زیادہ تھا۔ ہماری ٹیکسی برآمدے کے سنگی زینوں کے قریب رکی تو وہاں بھی ایک مسلح اور باوردی شخص ہماری پیشوائی کے لیے تیار کھڑا ہوا تھا۔ موتی محل میں داخل ہوتے ہی میں نے خود کو بونا محسوس کرنا شروع کر دیا تھا۔

بنکاک کے قلب میں واقع اس وسیع رقبے کی مالیت کا صحیح اندازہ لگانا دشوار تھا۔ میں ٹیکسی سے اتر کر مسحور نظروں سے گردوپیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس میں کچھ دخل تصنع کا بھی تھا۔ میں دیکھنے والوں کو یہ تاثر دینا چاہ رہا تھا کہ اس عمارت کی وسعت اور بناوٹ نے مجھے بہت زیادہ مرعوب کیا تھا۔ اس وقت ایک عام آدمی کی حیثیت سے میرا مرعوب ہونا ہی قرین مصلحت تھا۔

اسد نے ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر فارغ کیا اور ہم دونوں محافظ کے ساتھ سنگ مرمر کے چوڑے زینے طے کر کے وسیع برآمدے میں داخل ہوئے اور اونچے صدر دروازے سے گزر کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے جہاں بہ یک وقت ساٹھ ستر افراد کے بیٹھنے کا بندوبست موجود تھا۔

ہمیں احترام کے ساتھ ایک صوفے پر بٹھا کر وہ محافظ صدر دروازے سے باہر نکل گیا۔

میں نے معنی خیز نظروں سے اسد کی طرف دیکھا تو وہ مجھے آنکھ مار کر بولا ''یہ واقعی شان دار محل ہے' ہر چیز سے فراغت اور خوش حالی جھلک رہی ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ راجن کا گھر ایسا پرشکوہ ہوگا۔''

میں خاموش رہا۔ چند منٹ بعد ڈرائنگ روم کے دور افتادہ' اندرونی دروازے سے کرتے اور پاجامے میں ملبوس' ایک سیاہ فام شخص نمودار ہوا جس میں مردانہ حسن و وجاہت نام کی کوئی شے موجود نہیں تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ متوسط قامت اور گٹھیلے جسم کا مالک تھا۔ اس کی گردن اتنی مختصر تھی کہ سامنے سے اس کا سر شانوں کے درمیان ٹکا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے دونوں کان عجیب انداز میں باہر کی طرف نکلے ہوئے تھے مگر اس کے چلنے کا پرغرور انداز بتا رہا تھا کہ وہی اس محل کا مالک تھا۔

اسد اس کے احترام میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تو مجھے بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔

''ویلکم!'' اس نے دور سے ہاتھ لہرا کر گویا اس تعظیم کو شرف قبولیت بخشا اور کہا ''مجھے خوشی ہے کہ تم وقت پر بلکہ وقت سے ذرا پہلے آ گئے۔ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟''

اپنی بات مکمل کرتا ہوا' وہ ہم سے کافی دور بیٹھ گیا۔ کبر و نخوت کے باعث اس نے قریب آ کر ہم سے رسماً ہاتھ ملانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

''تلاشی کے سوا کوئی زحمت نہیں ہوئی۔'' اسد نے اپنی جگہ سنبھال کر کہا۔

''یہ مجبوری ہے۔'' وہ بولا ''موتی محل کا پروٹوکول ہے کہ یہاں صرف میرے آدمی مسلح رہتے ہیں۔ باہر سے آنے والوں کے ہتھیار گیٹ پر لے لیے جاتے ہیں جو واپسی پر انہیں لوٹا دیے جاتے ہیں۔''

''میں نے سنا تھا کہ چند روز پہلے بہت سے مسلح امریکی فوجی کافی دیر تک یہاں رہے تھے۔'' اس بار میں اس کی اوقات یاد دلائے بغیر نہ رہ سکا۔

''ہاں..... وہ حرامی کسی قاعدے قرینے کی پروا نہیں کرتے۔ یہاں آئے تھے اور معافیاں مانگ کر واپس چلے گئے..... تمہیں یہ بات دہرانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟'' اس نے برہمی سے کہا۔

''میں نے افسوس کے اظہار کے لیے وہ ذکر کیا ہے۔'' میں نے جلدی سے بات گھما دی ''یہ واقعی اندھیر ہے کہ وہ کسی بات کا لحاظ نہیں کرتے۔''

''تم دونوں میں اسد کون ہے؟'' اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر خفگی سے پوچھا اور میں نے اسد کی طرف اشارہ کر دیا۔

''تمہارا ساتھی بدتمیز ہے۔'' اس بار وہ اسد سے مخاطب ہو گیا ''اسے یہ نہیں معلوم کہ ہمدردی جتانے کے لیے زخموں کو کریدا نہیں جاتا..... اور پھر اسے میرے معاملات پر افسوس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ میرے برابر کا آدمی نہیں ہے۔''

''بالکل!'' اسد نے سر ہلا کر اس کی تائید کی ''تمہارا سماجی رتبہ بہت بلند ہے۔''

''جانتے ہو' میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟'' اسد نے اس کے سوال پر بے بسی سے اپنا سر ہلا دیا۔

''ڈینی..... وہ اس وقت کہاں ہوگا؟'' راجن نے صبر و تحمل کو بالائے طاق رکھ کر براہِ راست سوال کر ڈالا ''مجھے اس کی تلاش ہے۔''

''نام میرے لیے اجنبی نہیں ہے مگر میں اس سے واقف نہیں ہوں۔''

''تم یہاں آئی بی کا بیورو چلاتے ہو۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ڈینی کو کس کس نے پالا ہوا ہے؟''

''ڈینی پاکستان میں ہے میں دو برس سے یہاں ہوں۔ اس سے پہلے مصر اور مسقط میں چار برس گزار چکا ہو۔ ان چھ برسوں میں وہاں کیا ہوتا رہا ہے' میں اس سے بہت زیادہ باخبر نہیں ہوں۔'' اس نے بے مثال صداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''وہ پاکستان میں نہیں ہے' بنکاک آیا ہوا ہے۔ اس کا کوئی ساتھی پہلے سے یہاں موجود ہے یہ ممکن نہیں کہ اس نے تم سے رابطہ نہ کیا ہو۔'' وہ غصیلی آواز میں گرجنے لگا ''اسے تمہاری کئی ایجنسیوں نے پالا ہوا ہے وہ بدمعاش اور دہشت گرد ہے۔ مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔''

''کم از کم میری ایجنسی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

اسد نے اس کے لب و لہجے سے مرعوب ہوئے بغیر کہا ''وہ بلیک میلر ہے اگر میرے ادارے کے کسی افسر کو بلیک میل کر رہا ہو تو دوسری بات ہے ورنہ محکمے کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

''میں بھی یہی کہہ رہا ہوں' وہ پکا بلیک میلر ہے تم پتا چلاؤ کہ وہ بنکاک میں کہاں چھپا ہوا ہے۔ اس کا کھوج نکالو میں تمہیں نہال کر دوں گا۔''

''میرے لیے یہی عزت افزائی کافی ہے کہ تم نے اپنی ہم نشینی کی عزت دی ہے' میں اس سے زیادہ کا طلب گار نہیں ہوں۔ میرا محکمہ کہے گا تو میں ضرور اسے تلاش کروں گا۔ میں اسے چھیڑ کر اپنے لیے مشکلات پیدا نہیں کروں گا۔''

''تمہارے محکمے کے بارے میں' میں نے اڑتی اڑتی خبریں سنی ہیں مگر اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ تمہاری اسپیشل ٹاسک فورس اس کی پشت پناہ ہے۔''

''میرے لیے اس فورس کا نام بھی نیا ہے۔'' اسد نے نرمی سے کہا۔

''بکومت!'' راجن غصے سے پیر پٹخ کر دہاڑا ''وہ ایک

Downloaded from https://paksociety.com

کھلا راز ہے تم لوگ اس کے وجود سے انکار کرتے ہو مگر وہ میری اور تمہاری طرح موجود ہے۔''

''میں نے تم سے کہا نا کہ میں چھ برس سے پاکستان سے باہر ہوں.....''

''مجھے بار بار یہ بات مت جتاؤ' ایجنسیوں کے آدمی دنیا میں جہاں بھی ہوں' اپنے مرکز سے ہر وقت رابطے میں رہتے ہیں' باخبر رہنا ان کی ڈیوٹی میں شامل ہوتا ہے۔''

''مگر اپنے کاموں کی حد تک۔'' اسد نے اس کی بات میں ٹکڑا لگایا ''ہم لوگ دوسروں کے معاملات میں غیر ضروری طور پر اپنی ٹانگ نہیں اڑاتے۔''

''ڈینی نے اس شیطانی فورس کے ساتھ مل کر پاکستان میں میرے کئی دوستوں کی زندگیاں برباد کی ہیں۔ اب وہ یہاں ہے اور اس کی نظر مجھ پر ہے۔ تم اتنے معصوم بن رہے ہو کہ تمہیں ڈینی کی خبر ہے نہ تم ایس ٹی ایف کو جانتے ہو!'' وہ زہریلے لہجے میں بولا۔

''راجن! میں دو برس سے یہاں ہوں' میں نے کبھی تمہارا راستہ کاٹنے کی کوشش نہیں کی۔ تمہارے باطن میں جھانکے بغیر میں تمہارے ظاہری مقام کی عزت کرتا ہوں۔ اسی لیے میں یہاں نظر آرہا ہوں۔ مجھے دباؤ میں لانے کی کوشش نہ کرو۔ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہو تو اسلام آباد میں میرے بڑوں سے بات کرو۔ میں پاکستان اور تھائی لینڈ کے قوانین کا پابند ہوں۔ تم مجھے کسی غیر قانونی کام پر مجبور نہیں کر سکتے۔ میرا ڈینی وغیرہ سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔''

اسد نے پوری بے خوفی سے راجن کو جواب دے کر مجھے حیران کر دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس بدمعاش کا اتنی پامردی سے سامنا کر سکے گا۔

''مجھے قانون پڑھانے کی کوشش مت کرو۔ سب جانتے ہیں کہ ممبئی سے بنکاک تک میرا کہا ہوا ہر لفظ قانون پر بھاری ہوتا ہے۔ میں نے سب کچھ اپنے زور بازو سے حاصل کیا ہے۔ میں نکے نکے کے افسروں کو چیونٹیوں کی طرح مسل سکتا ہوں۔''

''مجھے افسوس ہے کہ اس بار تم غلط آدمی سے ٹکرائے ہو۔ میں اپنی ارجنٹ رپورٹ میں تمہاری ان دھمکیوں کا ذکر بھی کروں گا۔ فرائض کی بجا آوری کے دوران مجھے تحفظ فراہم کرنا میری حکومت کے ساتھ تھائی حکومت کی بھی ذمے داری ہے۔'' وہ بہت خوب صورتی سے اپنا دامن بچا کر بات کر رہا تھا۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں وہ سب کچھ کہہ گیا تھا۔ اس نے راجن کو براہِ راست مشتعل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

راجن اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر چند ثانیوں تک اسد کو پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر پھٹ پڑنے والے انداز میں بولا ''تمہیں معلوم ہے کہ میں بنکاک کے پولیس کمشنر کو ہر مہینے ایک لاکھ بھات دیتا ہوں۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ میں تمہاری قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ڈینی میرے سائے سے بھی بھڑکے گا۔ تم اسے آسانی سے تلاش کر سکتے ہو۔ اسے ڈھونڈو' گھیرو اور مجھے بتا دو۔ باقی کام میں خود کر لوں گا۔''

اسد کے ہونٹوں پر استہزائی مسکراہٹ تیر گئی۔ اس نے پرسکون لہجے میں کہا ''ڈینی پر امریکا نے دو ملین ڈالر کا انعام رکھا ہوا ہے' پاکستانی حکومت نے ایک لاکھ روپے کا انعام مقرر کیا ہے۔ کسی بکنے والے کے لیے یہ بڑے انعام ہیں۔ اس کے باوجود ڈینی آزاد ہے۔ خود سوچو کہ مجھ جیسا تنہا آدمی اس تک کیسے پہنچ سکتا ہے! ایسی باتیں کر کے تم اپنی توقیر گھٹا رہے ہو۔''

''میری آمدنی بے حساب ہے۔ مجھے ان انعاموں کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں منہ مانگی رقم دوں گا' دونوں انعام بھی تمہارے ہوں گے۔ ایسے سودے زندگی میں کبھی کبھار ملتے ہیں۔ میری بات مان لو۔ تمہاری آنے والی نسلیں عیش کریں گی۔''

''میں اپنی آیندہ نسلوں کا سودا نہیں کر سکتا۔'' اسد نے ایک جھٹکے سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ ''تم فوری طور پر میری واپسی کا بندوبست کرو۔''

''بیٹھ جاؤ!'' اس نے اپنا ہاتھ فضا میں جھٹک کر سختی سے کہا ''میں گھر میں بلائے ہوئے کسی آدمی پر ہاتھ نہیں اٹھاتا..... میں تمہیں سولی نہیں لگاؤں گا۔ بیٹھ کر اطمینان سے بات کرو۔ میں تمہیں جانے سے نہیں روکوں گا۔''

اسد نے بادلِ نخواستہ' صوفے پر دوبارہ بیٹھتے ہوئے کہا ''مجھے یہ اندازہ ہوتا کہ تم میرے دام لگانے کی کوشش کرو گے تو میں تمہارے آدمی سے معذرت کر لیتا' ہرگز یہاں نہ آتا۔ تم گھر بلا کر میری توہین کر رہے ہو۔''

میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اسد کی طرح راجن بھی اپنا دامن بچا کر بات کر رہا تھا۔ اس نے پاکستان میں اپنے کئی دوستوں کی زندگیاں برباد ہونے کا تذکرہ کیا لیکن بھول کر بھی سوبھراج کا نام اپنی زبان پر نہیں لایا تھا۔ اس نے سوبھراج کی موت کو چھپایا تھا۔ اس وقت بھی وہ اس کا نام درمیان میں لانے سے گریز کر رہا تھا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ انسان کی زندگی کتنی حقیر اور بے

Downloaded from https://paksociety.com

وقعت ہے!'' اس نے اپنی جگہ پر آگے جھک کر چبھتے ہوئے لہجے میں کہا ''سڑک پر کوئی گاڑی اسے ٹکر مار دے تو وہ ختم ہو جاتا ہے۔ رات کے اندھیرے میں کوئی لٹیرا پیچھے سے آکر چاقو گھونپ سکتا ہے' ہزار طریقے ہیں۔ آدمی ایک پل میں کسی اور جہان میں پہنچ جاتا ہے۔''

''تمہیں یہ سب باتیں بتانے کی ضرورت نہیں۔'' اسد نے ترش روئی سے اس کی بات کاٹ کر کہا ''تم جو چاہو کر سکتے ہو۔ میں مسلمان ہوں' میرا ایمان ہے کہ میرا وقت پورا نہ ہوا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے نہیں مار سکے گی' سانس پورے ہو گئے تو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ تم ان باتوں سے ڈرا کر مجھے خرید نے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

''میں ڈرانے دھمکانے کا قائل نہیں ہوں۔'' وہ زہریلے لہجے میں بولا ''تمہیں یہ سمجھا رہا ہوں کہ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر مول نہیں لیا جاتا۔ تم سرکاری افسر ہو میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ دعوت دے کر بلایا ہے تو عزت سے رخصت کروں گا مگر بنکاک بہت برا شہر ہے' یہاں سے جانے کے بعد تمہارے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کی ذمے داری مجھ پر نہیں ہوگی۔''

''میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔ میں ڈینی کو نہیں جانتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ بنکاک آیا ہوا ہے۔ تم اس شہر کے بارسوخ اور نامور آدمی ہو۔ وہ یہاں ہے تو تم خود اسے تلاش کر لو۔''

''تم کیوں خاموش ہو؟'' وہ اچانک مجھ سے مخاطب ہو گیا۔

''تم نے مجھے بدتمیز قرار دے کر خاموش کرایا ہے۔'' میں نے اداسی سے کہا ''میں حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ اجازت ہوگی تو بولنا شروع کر دوں گا۔''

میرے جواب پر وہ اپنی جگہ پر بل کھا کر رہ گیا۔ مجھے گھورتا رہا پھر ترش لہجے میں بولا ''تم نے سب باتیں سنی ہیں' کیا اسد سمجھداری سے کام لے رہا ہے؟''

''اسد بکنے والا آدمی نہیں ہے۔ اس کے دام لگا کر تم نے اسے بھڑکا دیا ہے۔ سیدھی بات کرتے تو یہ ڈینی کی تلاش میں تمہاری مدد کر سکتا تھا۔ یہ اسے پسند نہیں کرتا۔''

''مجھ سے غلطی ہو گئی ہے تو اب تم اسے سمجھانے کی کوشش کرو۔''

''بے سود کوشش سے کیا حاصل ہوگا..... تم نے بات بگاڑ دی ہے۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے کہ ڈینی کو پاکستانی ایجنسیوں نے پالا ہوا ہے۔ وہ بدمعاش اور اول درجے کا بلیک میلر ہے۔ اس کے چنگل میں پھنسے ہوئے افسر اس کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہیں اور اس کے گن گاتے رہتے ہیں۔ وہ کسی طرح تم سے کم نہیں ہے۔''

''کیا بکتے ہو!'' وہ بپھر کر دہاڑا ''میں بدمعاش اور بلیک میلر ہوں؟''

میں نے سہم جانے کی اداکاری کی اور کہا ''دونوں باتوں کو ایک ساتھ نہ ملاؤ' مم..... میرا مطلب تھا کہ تمہاری طرح اس کے ہاتھ بھی بہت لمبے ہیں۔''

میں نے اس کی زبان سے سن لیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرے گا۔ وہ بات میرے لیے حوصلہ افزا تھی۔ میں کسی خوف کے بغیر اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر سکتا تھا' موتی محل سے نکلنے کے بعد جو کچھ ہوتا اسے بعد میں دیکھ لیا جاتا۔

''وہ دو ٹکے کا لفنگا ہے' چور کی طرح چھپتا پھرتا ہے' ہزاروں لوگ اس کے دشمن ہیں' میں عزت کے ساتھ کھلے بندوں رہتا ہوں۔ میرا اور اس کا کیا مقابلہ ہے!''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ لوگوں کو بلیک میل کرتا ہے' تم انہیں خرید لیتے ہو۔ دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔''

''اسد نہیں مانتا تو کیا تم میرے لیے کام کرو گے؟''

''میں اسد کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔'' میں نے اسے گول مول جواب دیا ''سچ پوچھو تو میں خود بھی اس بات سے بے خبر ہوں کہ ڈینی یہاں آیا ہوا ہے۔ یہاں ہونے والے واقعات سے اسد فکرمند تھا کہ کہیں نہ کہیں گڑبڑ ضرور ہے.....''

''تم کن واقعات کی بات کر رہے ہو؟'' راجن نے میری بات کاٹ کر بے چینی سے پوچھا۔

''تم پھر کہو گے کہ میں تمہارے زخموں کو کریدرہا ہوں۔''

''تم میرے کاروباری ٹھکانوں پر دھماکوں کی بات کر رہے ہو؟'' اس نے تصدیق چاہی۔

''دھماکے ہوئے' گولڈن ڈریگن میں ایک آدمی مارا گیا پھر لوپ بوری میں تمہارا ڈرائیور قتل ہوا اور ایک مہمان کی لاش جنگل سے ملی۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے کسی سے تمہاری گینگ وار چل رہی ہو۔'' میں نے موقع ملتے ہی اس کے سارے زخموں پر نمک پاشی کر ڈالی۔

''کسی میں مجھ سے لڑنے کا حوصلہ نہیں ہے۔'' اس نے تلخی سے کہا ''جسے کریم لالہ اور حاجی مستان نے تربیت دی ہو

Downloaded from https://paksociety.com

اس کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔ یہاں ڈان برنارڈ کا راج ہوا کرتا تھا۔ میں آیا تو وہ چوہے کی طرح اپنے بل میں دبک گیا۔ یہ سب کسی اونچے دشمن کی حرکتیں ہیں اور وہ ڈینی ہے۔ اسی لیے مجھے اس خبیث کی تلاش ہے۔''

یخنی بگھارنے کے چکر میں اس نے اپنے استادوں کے نام بھی کھول دیے۔ وہ ممبئی کی زیرِ زمین دنیا کے معروف نام تھے جن کے سامنے بھارتی پولیس اور انٹرپول بھی بے بس تھی۔

''اب سمجھ میں آیا کہ تم نے ہمیں کیوں بلایا ہے۔ ڈینی تمہیں دکھ دے رہا ہے اور تمہاری دسترس سے باہر ہے۔ تم چاہتے ہو کہ ہم اسے پکڑ لیں۔'' میں نے احمقانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

''یہ بات اسد کو بھی سمجھ لینی چاہیے۔ چاہو تو میں تمہیں وقت دے سکتا ہوں۔'' اس نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میری زبان سے اپنی ناکامیوں کا ذکر سننے کے بعد اس کا ابتدائی دم خم رخصت ہو چکا تھا۔ اس کے تاریک چہرے پر اشتعال کی جگہ فکر و تشویش نے ڈیرے ڈال دیے تھے۔ اپنی طرف سے وقت دینے کی پیشکش کر کے اس نے میرا دل خوش کر دیا۔ اس وقت میں خود بھی یہی چاہ رہا تھا۔

راجن سے ہمارا آمنا سامنا ہو گیا' کھل کر باتیں ہو گئیں۔ اس کے بعد اسد کو پاکستان لوٹ جانا تھا۔ اس کی واپسی پر راجن اپنا سر پیٹ کر رہ جاتا۔ اس کے لیے میری حیثیت اسد کے معاون سے زیادہ نہیں تھی' بنکاک میں سیکڑوں پرجوش پاکستانی رہ رہے تھے جو وطن سے دوری کے باعث ہر وقت اپنے ملک کے لیے کچھ کر گزرنے کے جذبے سے سرشار رہتے تھے۔ راجن نے مجھے ان میں سے سمجھ لیا تھا اور میرے بارے میں زیادہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس نے شاید یہ فرض کر لیا تھا کہ میں اسد کا طفیلی تھا۔ وہ جب چاہتا' اسد کے ذریعے مجھ سے رابطہ کر سکتا تھا۔

میں نے اسد سے نظریں بچا کر راجن کو آنکھ ماری اور کہا ''بڑے فیصلے چٹکی بجاتے میں نہیں ہوتے۔ بہتر یہی ہے کہ فیصلے کو کسی بھلے وقت کے لیے ملتوی کر دو۔''

''یہی ٹھیک ہے!'' اس نے بلا تردد میری بات مان لی' میرے آنکھ مارنے سے اسے یہ خوش فہمی ہو گئی کہ مجھ پر اس کا جادو چل گیا ہے۔

''تم کو غور کرنا چاہیے کہ وہ اپنی حرکتوں سے تمہارے ملک کو بدنام کر رہا ہے۔'' راجن اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا ''بھارتیوں کا دشمن ہے' غریب امریکیوں کو مار رہا ہے' حد تو یہ ہے کہ اس کے عزت دار ہم وطن بھی اس کی چیرہ دستیوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے میری دشمنی کو ایک طرف رکھ دو تب بھی تمہیں اس کو روکنا چاہیے۔''

''تم اس طرح بات کر رہے ہو جیسے وہ ہماری پہنچ میں ہے اور ہم نے دانستہ اسے ڈھیل دی ہوئی ہے۔'' اسد نے شکوہ کیا وہ تسلسل کے ساتھ اپنے ایک ہی موقف پر قائم تھا۔

''اس کا پیچھا نہ کرنا اسے ڈھیل دینے کے برابر ہے۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا ''میری ان باتوں پر غور کرو۔ جلد ہی ہماری دوسری ملاقات ہو گی اور ہاں اس وقت جو تلخیاں پیدا ہوئی ہیں' انہیں بھلا دینا!''

اس نے کسی کو آواز دی۔ ہمیں اندر لانے والا محافظ اسی لمحے ڈرائنگ روم میں آ گیا' راجن ہمیں اس کے حوالے کر کے اندر چل دیا۔

ہم موتی محل میں داخل ہوئے تو پورچ میں نئے ماڈل کی دو چمکتی ہوئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ہماری واپسی پر ان میں اس سفید لینڈ کروزر کا اضافہ ہو چکا تھا جسے لوپ بوری کے ریسٹ ہاؤس کے باہر دیکھا گیا تھا۔ اس گاڑی نے سوبھراج کو موتی محل کی عافیت سے نکال کر لوپ بوری کے مقتل تک پہنچایا تھا۔

محافظ نے برآمدے کی سیڑھیوں پر ہمیں رخصت کر دیا اور ہم پیدل پھاٹک کی طرف چل دیے۔

''تم نے اسے آنکھ کیوں ماری تھی؟'' برآمدے سے کچھ دور نکل کر آنے کے بعد اسد نے دھیمی اور متجسس آواز میں پوچھا۔

''بے چارے کو کسی نہ کسی خوش فہمی میں مبتلا کرنا ضروری تھا۔ دوسری صورت میں یہ ملاقات بہت زیادہ طول پکڑ سکتی تھی۔''

''یہ اچھا نہیں ہوا۔ اگلی ملاقات میں اس کی توقعات زیادہ ہوں گی۔''

''ہو سکتا ہے کہ اس سے اگلی ملاقات کی نوبت ہی نہ آئے۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''نوبت آئے یا نہ آئے' تم نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔'' وہ مسکرا کے بولا ''ایک ایک کر کے اس کے سارے زخم تازہ کر دیے۔'' میرا ذو معنی تبصرہ اس کے لیے سپاٹ ثابت ہوا۔

''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ اپنے کرتوتوں کی طرح بدصورت ہو گا۔ یہ قدرت کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ بعض

Downloaded from https://paksociety.com

لوگوں کی صورت پیدائش کے وقت سے ہی ان کے مستقبل کا آئینہ ہوتی ہے۔ اگر شیطان کا تصویری خاکہ بنانے کے لیے کہا جائے تو میرے ذہن میں اسی کی صورت ابھرے گی۔''

موتی محل سے نکل کر ہم نے ٹیکسی پکڑی اور واپس روانہ ہوگئے۔ پروگرام کے مطابق اسد کو مجھے چھوڑ کر آگے نکل جانا تھا۔

راجن سے ملاقات میں یہ بات واضح ہوکر سامنے آگئی تھی کہ میری دھمکی نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا وہ اپنے سارے وسائل داؤ پر لگا کر مجھ تک پہنچنے کی کوشش کررہا تھا تاکہ میری دی ہوئی مہلت ختم ہونے سے پہلے میرا کام تمام کرسکے۔ میرے اور اس کے درمیان شروع ہونے والی سرد جنگ بہت تیزی سے عروج پر پہنچ گئی تھی۔

ٹیکسی ڈرائیور مقامی تھا۔ ہم دونوں بے فکری سے اردو میں باتیں کرتے رہے اور سفر جاری رہا۔

رات کے ان لمحات میں بنکاک کی سڑکوں پر ٹریفک کی بھیڑ بڑھ جاتی ہے، سیر وسیاحت کے لیے آنے والوں کے ساتھ مقامی باشندے بھی رات کے کھانے سے فارغ ہوکر سیر وتفریح کے لیے گھروں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ڈرائیور اس بھیڑ بھاڑ سے بچنے کے لیے شہر کی پر پیچ گلیوں سے گزر کر ہمیں منزل تک پہنچانے کی کوشش کررہا تھا۔

میں راستے بھر مڑ مڑ کر پیچھے کا جائزہ لیتا رہا۔ راجن جیسے بدفطرت انسان سے کچھ بعید نہیں تھا کہ ہمیں مفاہمانہ انداز میں رخصت کرکے وہ اپنے غنڈوں کو ہمارے پیچھے لگادے۔ اندھیرے میں پیچھے سے آنے والی گاڑیوں کے ہیڈ لیمپس کی روشنی کے سوا کچھ اور دیکھنا ممکن نہیں تھا پھر بھی مجھے اطمینان تھا کہ ان ٹیڑھی میڑھی اور نیم تاریک گلیوں میں کوئی مشتبہ کار ہمارے پیچھے نہیں لگی ہوئی تھی۔

دنیا کے دوسرے بڑے شہروں کی طرح بنکاک کے بھی کئی چہرے ہیں۔ تفریح گاہوں، معروف سڑکوں، بازاروں اور سیاحوں کی گزرگاہوں کی دیکھ بھال پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ رات کا اندھیرا پھیلتے ہی یہ علاقے رنگارنگ روشنیوں سے جگمگا اٹھتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے جیسے دنیا کی ساری دولت ان ہی علاقوں میں سمٹ آئی ہے لیکن شہر کے اندرونی حصوں کا حال مختلف ہے۔

صفائی ستھرائی اور دیکھ بھال کا فقدان وہاں پاکستان کی یاد دلاتا ہے۔ شہر کے کئی حصوں میں کچی آبادیاں بھی ہیں جہاں کوئی غیر ملکی نہیں جاتا۔ اس وقت ٹیکسی میں اندرون شہر کے راستوں سے گزرتے ہوئے مجھے شدت سے روشنی کی کمی کا احساس ہورہا تھا۔ ان پتلی پتلی سڑکوں پر سرے سے اسٹریٹ لیمپس نہیں تھے اور تھے تو وہ روشن نہیں تھے۔

ہماری ٹیکسی ایسی ہی پتلی سی سڑک سے گزر رہی تھی کہ پیچھے سے ایک کار تیز رفتاری سے ہمارے قریب آئی۔ اس کے ہارن پر ڈرائیور نے ٹیکسی ایک کنارے پر لے کر اسے آگے نکلنے کا راستہ دے دیا۔ وہ سفید رنگ کی کرولا تھی۔ ہماری ٹیکسی سے آگے نکلتے ہی اچانک کار ترچھی ہوگئی۔ اس کی رفتار بھی کم ہوگئی ٹیکسی ڈرائیور کے پاس بریک لگانے کے سوا کئی چارہ نہیں تھا۔ اسے بریک لگانے میں ذرا بھی تاخیر ہوتی تو اس کی گاڑی کا اگلا فینڈر سفید کرولا میں گھس جاتا۔

ہمارا ڈرائیور اپنی زبان میں بڑبڑا رہا تھا۔ لمحہ بھر میں ٹیکسی کے آگے بڑھنے کی راہ مسدود ہوگئی اور کرولا سے چار تنومند .... مقامی پھرتی سے نیچے اتر آئے۔

ان کے تیور خراب اور ارادے خطرناک تھے۔ ان کے قریب آنے سے پہلے میں ٹیکسی سے نیچے اتر چکا تھا۔ نیچے قدم رکھتے ہی مجھے احساس ہوا کہ ہم غلط جگہ گھر لیے گئے تھے۔ وہ شہر کا کوئی تجارتی بازار تھا جو اس وقت بند پڑا ہوا تھا۔ گلی میں پھیلی ہوئی اجناس وغیرہ کی بو تیزی سے نتھنوں میں گھس رہی تھی۔ میرے پاس ان جزئیات پر غور کا وقت نہیں تھا۔ کرولا سے اترنے والے دو پستہ قامت مقامی میری طرف بڑھے۔ بقیہ دو نے اسد کو ٹیکسی سے اترنے سے پہلے چھاپ لیا۔

میں نے پوری قوت سے ایک کے منہ پر مکا رسید کیا۔ اس کے منہ سے تیز ہچکی جیسی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑا گیا۔ دوسرے کو مجھ پر وار کرنے کا موقع مل گیا۔ میں نے اس کا مکا اپنی کلائی پر روک کر اپنا داہنا گھٹنا پوری قوت سے اس کے پیٹ کے نچلے حصے پر مارا۔ وہ اوغ کی آواز کے ساتھ، اپنا پیٹ تھام کر دہرا ہوگیا۔ میں نے بڑھ کر اسے اپنے زوردار مکوں کی زد پر لے لیا۔

میرا گھونسا کھا کر اٹھنے والا سنبھل کر دوبارہ حملہ آور ہوا۔ میں اس کے ساتھی کے ساتھ گتھا ہوا تھا۔ وہ کسی جونک کی طرح میری ٹانگوں سے لپٹ کر مجھے گرانے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ دونوں گینڈوں کی طرح سخت جان اور زور آور تھے۔ میں نے پہلی نظر میں دیکھ لیا تھا کہ ان چاروں کی جسمانی ساخت کم وبیش یکساں تھی۔ ان سے اپنی لڑائی لڑتے ہوئے مجھے اسد کی فکر تھی اور میرے کان ادھر سے آنے والی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ اسد بھی جم کر اپنے حریفوں کا مقابلہ کررہا تھا۔ میں نے یکسو ہوکر اپنی ساری توجہ

Downloaded from https://paksociety.com

اپنے حریفوں پر مرکوز کردی۔

ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے میں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ ان کے ہاتھوں میں کسی قسم کا اسلحہ نہیں تھا۔ واضح طور پر وہ ہمیں جان سے مارنے کے ارادے سے نہیں آئے تھے۔ شاید راجن نے انہیں ہماری ٹھکائی کرنے کے لیے ہمارے پیچھے روانہ کیا تھا۔

میں نے اپنے جسم کو بل دے کر ذرا سی گنجائش پیدا کی اور اپنے سامنے والے کے چہرے پر شدید ٹکر رسید کردی۔ وہ کراہ کر لڑکھڑایا۔ اس کے بوجھ کے نیچے دبتے ہی دوسرے آدمی کی گرفت کمزور ہوگئی۔ اپنی پنڈلیوں کو ذرا سی آزادی ملتے ہی میں نے نیچے جھکے ہوئے حریف پر اندھا دھند گھٹنے کی ضرب لگائی جو میری خوش قسمتی سے اس کے چہرے پر پڑی اور مجھے ان دونوں کی گرفت سے آزاد ہونے کا موقع مل گیا۔

میری ٹکر کھانے والے کی پیشانی اور ناک خون سے رنگین ہوچکی تھی۔ اس کے خون کی چپچپاہٹ میں اپنی پیشانی پر محسوس کررہا تھا۔ میں نے قدرے پیچھے سرک کر پختہ سڑک پر اپنے قدم جمائے اور ان دونوں کو بہ یک وقت اپنے مکوں کی زد میں لے لیا۔

اس دھینگا مشتی میں ہم گاڑیوں سے کچھ دور ہٹ گئے تھے۔ ہمارا ٹیکسی ڈرائیور اچانک ہونے والے تصادم سے دہشت زدہ ہوگیا تھا۔ موقع ملتے ہی اس نے ٹیکسی ریورس کی اور اپنے کرائے وغیرہ کی پروا کیے بغیر وہاں سے فرار ہوگیا۔

اس وقت تک میرے دونوں حریف مجھے کوئی ضرب لگانے میں کامیاب نہیں ہوسکے تھے۔ وہ اپنی عددی برتری اور طاقت کے گھمنڈ میں اندھا دھند حملہ آور ہوئے تھے نتیجہ ان کے خون آلود چہروں سے صاف ظاہر ہورہا تھا۔

وہ دو تھے اور چار ہاتھوں سے حملہ آور ہورہے تھے۔ مکے بازی کے اس مقابلے میں میرے جبڑے پر دو چوٹیں آئیں تو میں ہل کر رہ گیا۔ وہاں دور دور تک بیچ بچاؤ کرانے والے کسی تنفس کا پتا نہیں تھا۔ وہ مقابلہ طول پکڑتا جارہا تھا۔

ان میں سے ایک نے میرے دوسرے جبڑے کا نشانہ لے کر مکا چلایا۔ میں نے اپنے جسم کو پھرتی سے پیچھے سمیٹ کر اس ضرب سے بچالیا حملہ آور اپنی جھونک میں جیسے ہی آگے جھکا، میں نے اس کی بائیں کنپٹی پر اپنی پوری قوت سے ایک گھونسا رسید کیا اور وہ تیورا کر وہیں ڈھیر ہوگیا۔

اپنے ساتھی کا حشر دیکھ کر دوسرے کے پیر اکھڑ گئے۔ وہ ایک پر ایک کا مقابلہ تھا۔ اسے اپنا انجام سامنے نظر آرہا تھا ایک مرتبہ میں نے جوں ہی اسے جھکائی دی، وہ مجھ پر دوسرا حملہ کرنے کے بجائے' پلٹ کر پوری قوت سے بھاگ کھڑا ہوا۔ میں نے بھی غیر ارادی طور پر اس کے پیچھے دوڑ لگادی۔ اس وقت میرے دماغ پر مارنے یا مرجانے کا جنون سوار ہوچکا تھا۔

بھاگنے والے کی رفتار بہت تیز تھی۔ اپنے بھاری وجود کے ساتھ وہ سبک رفتاری سے دوڑ رہا تھا اور لمحہ بہ لمحہ ہمارا درمیانی فاصلہ بڑھتا جارہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں اپنی پوری طاقت صرف کرکے بھی اسے نہیں پکڑ سکوں گا۔ میرے سر پر اسد کی فکر بھی سوار تھی۔ میں تیزی سے واپس ہولیا۔

میں واپس لوٹا تو میرا گھونسا کھا کر تیورانے والا غائب تھا۔ موقع غنیمت جان کر وہ خاموشی سے کہیں کھسک گیا تھا۔ دوسری طرف اسد ان دونوں سے اپنے بچاؤ کی جان توڑ کوششوں میں مصروف تھا۔ میں بھگوڑوں کی فکر چھوڑ کر اسد کی مدد کو پہنچ گیا۔ ان تینوں کے چہرے بری طرح سوجے ہوئے تھے اسد ان سے پٹا ضرور تھا لیکن اس نے بھی ان دونوں کو بہت بے رحمی سے ادھیڑا تھا۔

میں نے جاتے ہی، ان میں سے ایک کو کمر سے پکڑ کر زمین سے اوپر اٹھایا اور بے رحمی سے نیچے پھینک دیا۔ پیچھے سے ہونے والا حملہ اس کے لیے ہمت شکن ثابت ہوا۔ وہ اپنی کمر تھام کر سڑک پر لہراتا رہ گیا۔ میں پھرتی سے چوتھے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

طاقت کا توازن اچانک الٹ گیا تھا۔ پہلے وہ دونوں مل کر اسد کو مار رہے تھے۔ اب وہ اکیلا ہم دونوں کے رحم و کرم پر تھا۔

مجھے ان کی لڑائی میں حصہ نہیں لینا پڑا۔ میری موجودگی نے چوتھے آدمی کو اتنا حواس باختہ کردیا کہ اسد نے اس کے چہرے پر تابڑ توڑ کئی مکے رسید کرکے اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کردیے اور وہ سڑک پر ڈھیر ہوگیا۔

اسد نے اس کی پسلیوں پر ٹھوکر مار کر، ہانپتے ہوئے کوئی سوال کیا۔ جواب میں اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر، گڑگڑاتے ہوئے کچھ کہا۔ ان دونوں کا ایک لفظ بھی میرے پلے نہیں پڑسکا۔

ہماری ٹیکسی واپس جاچکی تھی۔ وہ ویران سڑک کافی لمبی تھی۔ مار دھاڑ میں ہمارے حلیے بگڑ گئے تھے۔ مجھے واپسی کی فکر لاحق ہوگئی۔

اسد کو اپنے حریف سے باز پرس میں مصروف چھوڑ کر میں سفید کرولا کے قریب پہنچا تو ڈرائیونگ سیٹ والی کھڑکی میں سے اندر جھانکتے ہی میری طبیعت خوش ہوگئی۔ اگنیشن

Downloaded from https://paksociety.com

میں چابی موجود تھی۔

میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی کا انجن اسٹارٹ کیا اور اونچی آواز میں کہا۔ ''ان پر لعنت بھیجو اور یہاں سے نکلو۔ یہ کچھ نہیں بتائیں گے۔''

اسد نے سڑک پر پڑے ہوئے دونوں بدمعاشوں کی کھوپڑیوں پر الوداعی ٹھوکریں رسید کیں اور تیزی سے گاڑی کی طرف آ گیا۔

''کچھ نہیں اگلتا۔'' اس نے میرے برابر والی سیٹ پر بیٹھ کر، ہانپتے ہوئے کہا۔ ''آلو کا پٹھا معافیاں مانگے جا رہا ہے۔ یہ چاروں اسی کے بھیجے ہوئے گرگے تھے۔''

گاڑی چلاتے ہوئے میں بے اختیار ہنس پڑا۔ ''یہ مقابلہ بھی عجیب تھا۔ ہاتھ پیر کھل گئے۔ تمہارے چہرے پر کافی چوٹیں آئی ہیں۔ کپڑوں پر خون کے دھبے ہیں۔''

''چوٹیں تو آئی تھیں۔'' اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے رخساروں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ''ان کو بھی چھٹی کا دودھ یاد آ گیا ہوگا۔ میں نے انہیں بہت بے رحمی سے مارا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے رخساروں کی ہڈیاں تک چٹخ گئی ہوں۔''

''ان چاروں کا حشر راجن کی آنکھیں کھول دے گا۔ یہ بتاؤ کہ میرا کیا حلیہ ہے۔ اس حالت میں ہم کہیں نہیں جا سکتے۔''

''تم بہتر ہو۔ بائیں جبڑے پر کچھ ورم ہے اور پیشانی پر خون لگا ہوا ہے۔ اسے کپڑے سے پونچھ لو اور میرے گھر چلو، وہاں سے حلیہ درست کر کے ہوٹل چلے جانا۔''

''اس گاڑی میں وہاں جانا مناسب نہیں ہوگا۔'' میں نے کہا۔

''پروا مت کرو۔ اب کھل کر ٹھن گئی ہے تو احتیاط بے کار ہے۔ اپنی حالت درست کرنے کے بعد گاڑی کو کہیں بھی چھوڑ دیں گے۔ اس حال میں گاڑی چھوڑ کر ٹیکسی لینا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور ہی راستے میں ہمیں پکڑوا دے گا۔''

اس کا مشورہ معقول تھا۔ وقت بچانے کے لیے میں نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

چہروں پر آئے ہوئے ورم اور نیل کے نشانات کو فوری طور پر غائب کرنا ہمارے بس سے باہر تھا۔ اسد کے چھوٹے سے فلیٹ میں ہم دونوں امکانی حد تک اپنے حلیوں کو معمول پر لائے پھر کرولا میں وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔

اسد مجھے اسی کار میں ہوٹل تک پہنچانے پر مصر تھا مگر میں نے سختی سے اسے منع کر دیا۔ راستے میں ایک مصروف بازار میں اس نے اطمینان سے گاڑی پارک کی اور چابی پائیدان پر ڈال کر ہم دونوں باہر نکل آئے۔

اسد وہاں سے واپس اپنے گھر روانہ ہوگیا۔ میں ٹیکسی میں ہوٹل کی طرف چل دیا۔

جب سے مجھے جلال کی زبانی یہ پتا چلا کہ اسد کو فوری طور پر پاکستان واپس بلایا جا رہا ہے، میرے دل کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی۔ وہ ان احکام سے بے خبری کے عالم میں پوری تن دہی سے اپنا فرض پورا کر رہا تھا۔ میرے دل میں کئی بار آئی کہ اسے اعتماد میں لے کر اس خبر سے آگاہ کر دوں لیکن جلال سے کیے ہوئے وعدے نے میری زبان پر تالے ڈال دیے۔

میرے لیے یہ بات خاصی افسوسناک تھی کہ بنکاک سے جاتے جاتے اسے ایک ایسے معرکے سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے نتیجے میں اس کے خدوخال خاصے بگڑ گئے تھے۔ اس وقت تک میں محض ڈان کے ایما پر مجبور ہو کر راجن کے خلاف میدان میں اترا ہوا تھا لیکن اس واقعے کے بعد میرے دل میں اس مکروہ صورت شیطان کے لیے نفرت پیدا ہوگئی تھی۔ میری خواہش تھی کہ میں اپنے ہاتھوں سے اس کا کریہہ چہرہ اس حد تک بگاڑ دوں کہ اس کے لیے خود کو پہچاننا مشکل ہو جائے۔

میں ان خیالات میں غلطاں، پیچ و تاب کھاتا ہوا، ہوٹل پہنچا تو غزالہ میرے چہرے پر نظر ڈالتے ہی بے چین ہوگئی۔ میں اس کی محبت آمیز تیمارداری سے لطف اندوز ہونے کے لیے بستر پر دراز ہوگیا وہ میرے چہرے کے نیل سہلا رہی تھی اور میں اسے گزرے ہوئے واقعات سے آگاہ کر رہا تھا۔

اسے یہ جان کر قدرے خوشی ہوئی کہ میرا براہ راست راجن سے تصادم نہیں ہوا' اس نے بزدلانہ انداز میں اپنے... گرگوں کے ذریعے حملہ کیا تھا۔

وہ سب سن لینے کے بعد اس نے بتایا کہ میری غیر حاضری میں چاؤ فان اور ویرا کے فون آئے تھے۔ ویرا کپ شپ کے موڈ میں تھی۔ چاؤ فان نے میرے لیے پیغام چھوڑا تھا کہ میں پہلی فرصت میں بڑے آدمی سے بات کرلوں۔

''کیا اس نے ہوٹل کے نمبر پر فون کیا تھا؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''نہیں، اس نے یہاں والے موبائل نمبر پر فون کیا تھا۔ ویرا نے کراچی والے موبائل کا نمبر استعمال کیا' ہوٹل کے نمبر پر کسی نے رابطہ نہیں کیا۔'' وہ جھجک کر خاموش ہوئی تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

''کہو، تم اور کیا کہنا چاہتی ہو؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''وعدہ کریں کہ آپ چاؤ فان سے لڑائی نہیں کریں گے!''

''اب میں اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔'' میں نے ہنس کر جواب دیا۔'' راجن سے بات بگڑ گئی ہے، اسد کسی بھی وقت واپس چلا جائے گا۔ بنکاک میں مجھے ان ہی لوگوں کا سہارا ہے..... کیا اس مردود نے تم سے کوئی بدتمیزی کی ہے۔''

''بدتمیزی تو نہیں کی۔'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔'' کچھ عجیب سی بات کررہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میری زبان سے آپ کی برائیاں سننا چاہتا ہو۔ میں نے اسے ڈانٹ دیا۔''

''تم نے بہت اچھا کیا۔'' میں نے شگفتگی سے اس کی حوصلہ افزائی کی۔'' اس بے چارے کا زیادہ قصور نہیں ہے۔ ڈان عورت کا ستایا ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں گھنسے کے لیے میں نے اس کے سامنے تمہاری خاصی کردار کشی کی ہے۔ چاؤ فان کو بھی کچھ بھنک مل گئی ہوگی۔ جب میاں بیوی میں ان بن ہو تو کوئی مشترک شناسا ایسی حرکتیں کرسکتا ہے۔ وہ تم سے دوبارہ ایسی کوئی بات نہیں کرے گا۔''

''آپ کو اس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس نے دوبارہ میرے منہ لگنے کی کوشش کی تو میں خود اسے سنبھال لوں گی۔ میرے لیے اتنا کافی ہے کہ آپ نے مجھے پس منظر کے بارے میں بتا دیا۔'' اس نے میری بات ختم ہوتے ہی جلدی سے کہا۔

''کیوں نہ میں ڈان سے پہلے اس سے بات کرلوں!'' میں نے اس سے رائے مانگی۔

''یہ بات وہ بھی کہہ سکتا تھا۔ آپ بلاوجہ اسے منہ نہ لگائیں۔ ڈان سے بات کریں۔''

میں نے غزالہ کا مشورہ مان کر اسی وقت ڈان کا موبائل فون نمبر ملالیا۔

وہ سیلرز بار میں رش کا وقت تھا۔ ڈان اپنے بار کے کیش پر خود موجود رہتا تھا تاکہ اپنے عملے کی کارکردگی کے ساتھ وہاں آنے والے ناپسندیدہ عناصر پر بھی کڑی نظر رکھ سکے۔ چاؤ فان کے کہنے کے مطابق ڈان کی گہری دلچسپی کے سبب سیلرز بار کا ماحول ہر قسم کی شر پسندی سے پاک تھا۔ وہاں آنے والے اپنی دھن میں مگن رہتے تھے۔ کوئی غیر ضروری طور پر دوسروں کی تفریحات میں مخل نہیں ہوتا تھا۔ ان خوبیوں کی بنا پر سیلرز بار پینے پلانے کے شوقینوں میں بہت مقبول تھا۔

گھنٹیاں بجتی رہیں، میں ڈان کی بڑھی ہوئی مصروفیات کے پیش نظر تحمل سے انتظار کرتا رہا۔ چوتھی گھنٹی پر ڈان کی طرف سے ہیلو کی صورت میں جواب آگیا۔

''میں علی بول رہا ہوں۔ مجھے تمہارا پیغام ملا تھا.....''

''میں دو بجے فارغ ہوکر اوپر چلا جاؤں گا۔ تم یہاں آجاؤ۔'' ڈان نے میری بات کاٹ کر تحکمانہ لہجے میں اپنا نادر شاہی فرمان سنا دیا۔

''رات کے دو بجے!'' میں نے حیرت سے کہا۔'' کیا یہ ملاقات کل کے لیے ملتوی نہیں ہوسکتی؟''

''بک بک مت کرو!'' ڈان کی آواز میں تحکم کے ساتھ اپنائیت بھی رچی ہوئی تھی۔'' تم نے میرے دماغ میں آگ لگا دی ہے میں چاؤ فان سے کہہ دوں گا۔ وہ ناہنجار تمہیں لینے کے لیے آجائے گا۔ یہ یاد رکھنا کہ دو بجے تمہیں یہاں پہنچنا ہے۔''

''تمہارا حکم ہے تو میں سر کے بل آؤں گا۔'' میں نے بے چارگی سے کہا۔'' سچ بات یہ ہے کہ میں آرام کرنا چاہ رہا تھا۔ آج بنکاک کے لٹیروں سے میری جھڑپ ہوگئی تھی۔'' میں نے تمہید کے طور پر جھڑپ کا ذکر چھیڑ دیا تاکہ میرے چہرے کے نیل ڈان کے چونکنے کا سبب نہ بن سکیں میں اسے یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ میرا راجن کے آدمیوں سے تصادم ہوا تھا۔

وہ کہانی کچھ اور تھی جو ڈینی اور آئی بی کے ذکر کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی تھی۔ ڈان ذہین اور چالاک آدمی تھا۔ اصل واقعات سن کر وہ ایسے ایسے سوال کرتا کہ میرے لیے جواب دینا مشکل ہوجاتا۔ ان مسائل سے بچنے کے لیے لٹیروں کا مفروضہ سب سے موزوں تھا۔

ڈان نے لٹیروں کے ذکر کو ذرا بھی اہمیت نہیں دی۔ اسی لہجے میں کہا۔'' تم آرہے ہو۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔''

اس نے میرا جواب سننے کی زحمت کیے بغیر فون بند کردیا۔

''رات کے دو بجے اسے آپ سے کیا کام پڑ گیا؟'' غزالہ میرے جوابات سے پوری بات سمجھ چکی تھی اور خاصی متجسس نظر آنے لگی تھی۔

''دو بجے وہ بار بند کرکے فارغ ہوجاتا ہے۔'' میں نے پرخیال لہجے میں جواب دیا۔'' کہہ رہا تھا کہ میں نے اس کے دماغ میں آگ لگا دی ہے۔''

''ایسا تو نہیں کہ اسے آپ کے کارنامے کی خبر مل گئی ہو۔ چار پیشہ ور بدمعاشوں سے مار کٹائی کے بعد صحیح سالم نکل آنا معجزے سے کم نہیں ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ ممکن نہیں ہے۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''جس وقت وہ چاروں حملہ آور ہوئے، سڑک دور تک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ ڈان کا کوئی آدمی ہمارا پیچھا کر رہا ہوتا تو اس نازک موقع پر الگ تھلگ نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ ضرور ہماری مدد کے لیے سامنے آجاتا۔''

''آپ درست کہہ رہے ہیں۔'' غزالہ نے اعتراف کیا۔ ''میں وقت کے تعین کو بھول رہی ہوں۔ آپ کے جانے کے بیس پچیس منٹ بعد چاؤ فان کا فون آیا تھا۔ اس وقت تک آپ دونوں موتی محل تک بھی نہیں پہنچے ہوں گے۔ جھگڑا اس کے بہت بعد ہوا میں ہوگا۔ ڈان یا چاؤ فان کو آنے والے واقعات کا اندازہ نہیں ہوسکتا تھا۔''

''یہ کوئی اور ہی چکر معلوم ہوتا ہے۔ ڈان کے لب و لہجے سے ستائش کی بو آرہی تھی۔''

''آپ نے بہت اچھا کیا کہ لٹیروں سے لڑائی کی بات اس کے کان میں ڈال دی۔ اب وہ آپ کی چوٹوں کے بارے میں زیادہ پوچھ گچھ نہیں کرے گا۔''

''ڈان سے بات کرتے ہوئے چاروں کھونٹ چوکس رہنا پڑتا ہے۔ جس وقت کوئی چوک ہوئی اس کے غیظ و غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ سمجھ لو کہ اس وقت میں تلوار کی دھار پر چل رہا ہوں آر یا پار کے سوا تیسرا کوئی امکان نہیں ہے۔''

''آپ کو اس ٹیڑھے وقت میں ویرا کی کمی تو ضرور محسوس ہوتی ہوگی!'' غزالہ نے اچانک وہ سوال کر کے مجھے چونکا دیا۔ میری تادیب کے باوجود، ویرا کا نام ایک آسیب بن کر اس کے اعصاب پر بری طرح سوار تھا۔

''مجھے کسی کی بھی محسوس نہیں ہوتی۔'' میں نے غزالہ کے جذبات کا پاس کرتے ہوئے جواب دیا۔ ''جب تک وہ ہمارے ساتھ تھی۔ قدم قدم پر اس کی اور اس کے مشوروں کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ وہ الگ ہوگئی ہے تو میں اپنے فیصلے خود کر رہا ہوں۔ ان میں تمہارے سوا کسی کا مشورہ شامل نہیں ہے۔ یہ شکر کا مقام ہے کہ میں نے ابھی تک کوئی غلط فیصلہ نہیں کیا۔''

''آپ مرد ہیں۔'' وہ عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ''ان معاملات میں مردوں کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ وہ رشتوں ناتوں کو آسانی سے فراموش کر دیتے ہیں۔ ویرا کے لیے آپ کو بھلانا ممکن نہیں ہے بے چاری آپ کو فون کرتی رہتی ہے۔''

میں چکرا کر رہ گیا، میں نے اس کا دل رکھنے کے لیے جو بات کہی تھی، غزالہ نے اس میں بھی تنقید کا پہلو تلاش کر لیا۔

مجھے یقین تھا کہ میں نے اس کے خیال کی تائید کی ہوتی تو وہ شکایت لے بیٹھتی کہ میں ویرا کو اس سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔

آخر کو وہ ایک عورت تھی اور عورت کو مرد کی اس ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا جو کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی، نرمی سے اس کی ٹیڑھ نہیں جاتی، تختی کرو تو ٹوٹ جاتی ہے۔

''وہ فون کرتی ہے تو کیا کرے۔ میں اس کے کسی فعل کا ذمے دار نہیں ہوں۔''

''ان دونوں کی خیر خبر رکھنا آپ کی ذمے داری ہے۔'' غزالہ کو اس وقت شاید اس تذکرے میں مزہ آرہا تھا۔ اس نے بات بڑھالی۔ ''وہ آپ کو اپنا بڑا تسلیم کرتے ہیں۔ وہاں البرٹو کا چکر بھی چلا ہوا ہے، پتا نہیں اس کا کیا بنا ہوگا۔''

''ویرا سے تمہاری بات ہوئی تھی۔ یہ خبر گیری تم بھی کرسکتی تھیں۔''

''اسے آپ ہی گھیر سکتے ہیں۔ میرے لیے بال کی کھال نکالنا ناممکن ہے۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ میرے لیے اس کا ساتھ دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

وہ بہترین اور مثالی بیوی تھی۔ میرے لیے اس کی خوبیوں کا شمار ممکن نہیں تھا.... اس میں بس ایک ہی خرابی تھی کہ وہ عورت تھی!

☆☆☆

ٹھیک دو بجے ہم سیلرز بار کے دروازے پر موجود تھے۔

ڈان کے معاملے میں چاؤ فان ضرورت سے زیادہ حساس اور محتاط رہا کرتا تھا۔ وہ مجھے فون کر کے ایک بجے ہوٹل کے باہر آپہنچا۔ اس وقت بنکاک میں رات گہری ہوچکی تھی۔ عام شہری دن بھر کی مشقت آمیز مصروفیات کے بعد اپنے گھروں میں گہری نیند سو رہے تھے لیکن شہر کے چیدہ چیدہ تفریحی مقامات پر بنکاک کی پراسرار شبینہ سرگرمیاں اپنے جوبن پر تھیں۔

چاؤ فان اپنی گاڑی کو ان علاقوں میں گھمانے کے ساتھ رواں تبصرے بھی کرتا جا رہا تھا۔ جن پر معلومات سے زیادہ خرافات کا غلبہ تھا۔

اپنا فاضل وقت ان شب بیدار گلی کوچوں میں گزارنے کے بعد اس نے سیلرز بار کا رخ اختیار کیا۔ اس وقت شہر کی سڑکیں تقریباً خالی پڑی ہوئی تھیں۔ چاؤ فان چاہتا تو ان سڑکوں پر گاڑی بھگانے کا وحشیانہ شوق پورا کرسکتا تھا لیکن اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ دو بجے سے پہلے منزل پر پہنچ گیا تو اسے سیلرز بار میں گھسنے کی اجازت نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

ملے گی۔ وہاں رک کر وقت گزارنے سے بہتر تھا کہ رفتار دھیمی رکھ کر وقت کا فرق راستے میں پورا کر لیا جائے۔

''دروازے پر دستک دو، ڈان اوپر جانے والا ہوگا۔'' گاڑی روکتے ہی اس نے مجھے اکسایا۔

میں نے دستک دینے سے پہلے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ وہ اندر سے بولٹ یا مقفل تھا، پھر مجھے دروازے کے شفاف شیشوں کے پیچھے ڈان آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے دستک دینے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ڈان نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اس نے بولٹ گرا کر دروازہ کھولا، اس کی متجسس نظریں میرے شانوں کے پیچھے گئیں پھر اس نے بھاری آواز میں کہا۔ ''پیچھے سے آؤ۔ اسے بھی ساتھ لے آؤ!''

دروازہ بند ہو گیا۔ اس بار ڈان نے بولٹ لگانے کے ساتھ دروازے کے ہتھی نقل میں چابی گھمائی اور مڑ کر اندر کی کئی بتیاں گل کر دیں۔ اندر چھا جانے والی نیم تاریکی میں اس کا دیو ہیکل ہیولا واپس چل پڑا۔ بار کے اندرونی حصے میں اس وقت بھی خاصی روشنی تھی۔ وہاں کام کرنے والی لڑکیاں تیزی سے اپنا کام سمیٹ رہی تھیں۔

''تم ہمیشہ ذلیل کروانے والے کام کرتے ہو!'' میں نے پلٹ کر چاؤ فان کو آنکھیں دکھائیں۔ ''ہمیں پچھلے دروازے سے اندر جانا پڑے گا۔''

''ماسٹر! ڈان اپنا مربی ہے۔ اس کے سامنے عزت اور ذلت کی باتیں مت سوچا کرو۔ پتا نہیں اسے کیا ہو گیا ہے۔ وہ اچانک تمہاری بہت عزت کرنے لگا ہے۔'' وہ یہ کہتا ہوا گاڑی سے اتر آیا۔

''اس نے دروازہ کھول کر بند کیا ہے۔ وہ چاہتا تو مجھے اندر بلا سکتا تھا۔'' میں نے ترشی سے کہا۔ ''تم اس کو عزت افزائی سمجھتے ہو۔'' میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

''ماسٹر! بڑے لوگوں کی باتیں نرالی ہوتی ہیں۔ وہ تھپڑ مار کر بھی عزت دے سکتا ہے..... اب یہی دیکھ لو کہ تم بات بات پر مجھ سے ناراض ہوتے رہتے ہو۔ میں بالکل برا نہیں مناتا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کھرے دل کے آدمی ہو اور اپنے اس خادم کی قدر کرتے ہو۔''

''چاؤ فان! یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ کبھی کبھی تم اتنا غصہ دلاتے ہو کہ تمہاری گردن دبا دینے کو دل چاہتا ہے مگر میں ہمیشہ صبر و ضبط سے کام لیتا ہوں۔''

''ضرور لیتے ہو گے مگر اپنی آواز نیچی رکھو!'' اس نے سر ہلاتے ہوئے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ ''کسی نے سن لیا تو سوچے گا کہ ہم چلتے چلتے لڑ رہے ہیں۔''

''میرے اتالیق بننے کی کوشش مت کرو۔ میری آواز اونچی نہیں ہے۔'' میں نے جھلا کر کہا۔

''ماسٹر! تم میری ناقدری کرتے ہو۔'' وہ اداسی سے بولا۔ ''مجھے معلوم ہے کہ میں مر گیا تو تم چار دنوں تک میرے قبر پر روتے رہو گے۔''

''یہ چار دنوں کا حساب تم نے کہاں سے نکال لیا؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے قبیلے میں مرنے والے کا سوگ صرف تین دنوں کا ہوتا ہے۔ چوتھے دن رونے والے، مرنے والے کے چہیتے اور قریبی عزیز ہوتے ہیں۔'' اس نے سنجیدگی سے بتایا۔

میں نے دل ہی دل میں اس پر اور اس کے قبیلے پر لعنت بھیجتے ہوئے کہا۔ ''تم عقل سے زیادہ اپنی زبان استعمال کرتے ہو۔ یہی توانائی ڈھنگ کی باتیں سوچنے میں استعمال کرو تو کہیں نا کہیں پہنچ سکتے ہو۔''

''میں کہیں پہنچنا نہیں چاہتا، جہاں ہوں وہیں خوش ہوں۔'' وہ اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''تم مجھ پر ایک کرم کرنا..... ڈان کے سامنے میری زبان سے کوئی ہلکی بھاری بات نکل جائے تو مجھے سرزنش نہ کرنا۔ وہاں سے نکلنے کے بعد تمہیں آزادی ہو گی کہ اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال لو۔''

''کیا ڈان تم کو عقلِ کل سمجھتا ہے؟'' میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے پوچھا۔

''ڈان کے سامنے کوئی کچھ نہیں ہے۔'' اس نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ ''بات صرف اتنی ہے کہ تم مجھ پر ایک تنقید کرو گے۔ ڈان مجھے دس گالیاں سنائے گا۔ وہ ایسی خوفناک گالیاں ایجاد کرتا ہے کہ ان پر ذرا سا غور کرنے سے دل دہل جاتا ہے۔''

''تم ڈان کے پرانے آدمی ہو تمہیں ایسی ہزاروں مثالیں یاد ہوں گی۔'' میں نے عقبی گلی میں مڑتے ہوئے کہا۔

''ماسٹر! تم پھر چوٹ کر گئے۔'' اس نے کمزور آواز میں شکایت کی۔ ''میں اتنا گیا گزرا نہیں ہوں کہ ہر وقت ڈان سے گالیاں سنتا رہوں۔ موڈ خراب ہو تو وہ کبھی کبھی بگڑ جاتا ہے ورنہ عام طور پر میری بات سن لیتا ہے۔ یہی دیکھ لو کہ تمہارے لیے اس نے پورے بنکاک سے صرف میرا انتخاب کیا ہے۔''

''کبھی کبھی میں بھی سوچتا ہوں کہ ڈان نے میرے لیے تمہارا انتخاب کیوں کیا ہے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

وہ فقرہ اس کے سر پر سے گزر گیا۔ ڈان کی قیام گاہ کا

Downloaded from https://paksociety.com

''اور سناؤ برخوردار.....! کیسی گزریں چھٹیاں.....؟''

عقبی دروازہ قریب آرہا تھا۔ میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

سیاہ چوبی دروازے کے پیچھے ایک لڑکی ہماری منتظر تھی۔ اس نے دروازہ کھول کر زینوں کی طرف اشارہ کیا اور ہم دونوں خاموشی سے ان نیم تاریک زینوں پر چڑھتے چلے گئے۔ میں آگے تھا۔ چاؤ فان سر جھکائے میرے پیچھے آرہا تھا۔

خلافِ توقع ڈان زینوں کے اختتام پر نظر نہیں آیا۔ میں آخری زینہ عبور کرکے اوپر پہنچا تو وہ لباس تبدیل کیے بغیر، اپنی مسہری کے قریب ایک کرسی پر نیم دراز تھا۔

''چلے آؤ!'' ڈان نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے آواز لگائی۔

میں اس کی طرف بڑھ گیا۔

میں نے کن انکھیوں سے دیکھ لیا تھا کہ اس ہال کے دور افتادہ فرشی گدوں پر ڈان کے پالے ہوئے چاروں مسٹنڈے دنیا سے بے خبر ہوکر تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔

میں ڈان سے چند قدم دور تھا کہ چاؤ فان دورے کی سی حالت میں اچانک دوڑ کر آگے بڑھا اور ڈان کے قدموں میں تقریباً گر گیا۔ اس نے ڈان کے دونوں پیر چھونے کے بعد ادب واحترام سے اس کے گھٹنوں کو ہاتھ لگائے اور الٹے قدموں لوٹنے لگا۔

میں وہ تماشا دیکھنے کے لیے ٹھٹک کر اپنی جگہ پر رک گیا۔

ایک گوشہ نشین بدمعاش کے لیے چاؤ فان کی عقیدت میرے لیے حیرت انگیز تھی۔

ڈان نے چاؤ فان کو اپنی زبان میں کوئی ہدایت دی، چاؤ فان نے سر کو آگے خم دے کر ادھر کا رخ کرلیا جہاں چار حرام خور جواری بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ڈان کے مال پر پل رہے تھے۔ شراب نہیں پیتے تھے مگر جوئے کی لت میں بری طرح مبتلا تھے۔

''بیٹھ جاؤ.....!'' ڈان نے مجھے پیشکش کی اور قدرے توقف کے بعد کہا۔ ''میں نے تمہیں سیکرز بار میں آنے سے منع کیا تھا۔ تم اس کے دروازے پر کیوں آئے تھے؟''

''چاؤ فان نے گاڑی وہیں روکی تھی۔ دو بج رہے تھے۔ میں روانی میں سیدھا آگیا۔'' میں نے اضطراری انداز میں ذمے داری چاؤ فان کے سر ڈال دی۔

ڈان نے برہمی کا اظہار کرنے کے بجائے نرمی سے کہا۔ ''وہاں ہر رنگ کے لوگ آتے ہیں۔ اس وقت بھی میرا عملہ صفائی ستھرائی میں لگا ہوا ہے۔ پچھلا دروازہ خاص لوگ کھولتے ہیں۔ اب یہ بات گرہ میں باندھ لینا۔ چاؤ فان کو میں دوسری زبان میں سمجھاؤں گا۔''

''آئندہ تمہیں شکایت نہیں ہوگی!'' میں نے سعادت

Downloaded from https://paksociety.com

مندی کا مظاہرہ کیا۔ ''راز داری کے لیے یہ احتیاط بہت ضروری ہے۔''

ڈان نے مضطربانہ انداز میں اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اس کے احترام میں، میں نے اٹھنا چاہا تو اس نے میرے شانے دبا کر مجھے روک دیا۔ اس وقت وہ جینز اور مختصر آستینوں والی سیاہ ٹی شرٹ میں بہت وجیہہ اور اپنی اصل عمر سے کئی برس چھوٹا نظر آرہا تھا۔

''میں یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں کہ میری کن باتوں نے تمہارے دماغ میں آگ لگائی ہوئی ہے!'' اسے خاموشی سے ٹہلتا دیکھ کر میں نے دھیرے سے کہا۔

وہ رک کر میری طرف گھوما، اس نے اپنے دونوں ہاتھ کسرتی بازوؤں پر جما کر سینے پر باندھے اور میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں تمہاری چوٹوں کے بارے میں فکرمند ہوں۔ تمہارا چہرہ کس نے بگاڑا؟''

''میں نے فون پر تمہیں بتایا تھا کہ آج ایک گلی میں لٹیروں نے گھیر لیا تھا.....'' میں نے حیرت سے کہا۔

اس نے میری بات پوری نہیں ہونے دی اور بولا۔ ''یاد آگیا، تم نے ایسی کوئی بات بتائی تھی۔ وہ رش کا وقت تھا۔ میں بہت زیادہ مصروف تھا، بات میرے ذہن سے نکل گئی۔ کوئی اور ٹوٹ پھوٹ بھی ہوئی ہوگی!''

''میری نہیں، ان کی خاصی ٹوٹ پھوٹ ہوئی۔ میرے ہاتھوں پٹنے کے بعد وہ خالی ہاتھ بھاگ گئے۔''

''وہ شہر کے شوقین لڑکے ہوں گے۔ یہاں کے لٹیرے مسلح رہتے ہیں۔ مار پیٹ کی نوبت آنے سے پہلے گولی مار کر تمہیں ٹھنڈا کر دیتے۔ تم خوش نصیب ہو کہ ایسے حادثے سے بچ گئے۔''

ڈان نے مجھے دیکھتے ہی چوٹوں کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی ہر ادا میں صبر و تحمل، وقار اور بردباری کا پیکر نظر آتا تھا۔ اس نے بہت قریبے سے اپنی فکرمندی ظاہر کی تھی۔

''اگر تم علاقے کے نشان دہی کرو تو چاؤ فان لڑکوں کو ڈھونڈ لے گا۔ کچھ دنوں سے شہر کے خوش حال گھرانوں کے بچے تفریح کے طور پر چھینا جھپٹی کی وارداتیں کرنے لگے ہیں۔ شہر کا ماحول ستھرا رکھنے کے لیے انہیں سزا دینا ضروری ہے۔'' ڈان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے پیشکش کی۔

ڈان اس واقعے کو اپنے انداز سے دیکھ رہا تھا جب کہ حقیقت کچھ اور تھی۔ میں ڈان یا اس کے آدمیوں کو کسی طرح اس واقعے میں ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے جلدی سے کہا ''میں بعض علاقے پہچان سکتا ہوں لیکن بنکاک کی سڑکوں اور علاقوں کے نام اب تک مجھے یاد نہیں ہو سکے۔ شاید میں دوبارہ وہاں نہ پہنچ سکوں۔ ان لڑکوں کے لیے اتنا سبق کافی ہے کہ وہ خوب مار کھا کر بھاگے اور مجھ سے ایک بھات بھی نہیں چھین سکے۔''

ڈان مسہری کے بجائے، میرے قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

''یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ میں تم پر زور نہیں ڈالوں گا۔'' وہ بولا۔

''کیا تم مجھے اس ملاقات کے سبب سے آگاہ نہیں کرو گے؟'' اسے خاموش پا کر میں نے نہایت نرمی اور ادب سے کہا۔

''میں وہی سوچ رہا ہوں۔ تم نے میرا دل خوش کر دیا۔ چاؤ فان سے پتا چلا ہے کہ تم آج صبح چھوٹا راجن کی لانچ کا جائزہ لینے کے لیے اکیلے پورٹ اریا میں پہنچے ہوئے تھے۔''

''جب تک اس پر ہاتھ نہیں پڑتا، میں کچھ نہ کچھ کرتا رہنا چاہتا ہوں۔ اس کی وائٹ ہاک کی تباہی کی کوئی صورت بن جائے تو راجن کی کمر ٹوٹ جائے گی۔''

''تمہاری سوچ بہت ٹھوس اور واضح ہے۔'' ڈان نے میرے شانے پر تھپکی دے کر کہا ''اسے وائٹ ہاک پر بہت گھمنڈ ہے۔ لوگ سمندر میں عیاشی کے لیے کشتیاں کرائے پر لے کر جاتے رہتے تھے۔ چھوٹا راجن نے تیرتا ہوا کلب اور کیسینو کھول کر لوگوں کو نئی راہ دکھائی ہے۔ اس کی اس کامیابی سے مجھے حسد ہونے لگا ہے۔''

اس نے ایک مرتبہ پھر اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کا گہری نظروں سے مشاہدہ کر رہا تھا۔ اس نے چاؤ فان کو مفت خورے جواریوں میں بھیج کر یہ واضح کر دیا تھا کہ اس کے لیے ساری اہمیت میری تھی، چاؤ فان کا کوئی مقام نہیں تھا۔

ڈان ٹہلتا ہوا اپنی مسہری تک گیا اور تکیے کے نیچے سے پاسپورٹ نکال لیے۔ وہ جوں کے توں وہیں رکھے ہوئے تھے جہاں اس نے انہیں پہلی بار رکھا تھا۔

میرے دل کی دھڑکنیں بے اختیار تیز ہو گئیں۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ اس نے ہمارے پاسپورٹ تلف کرنے کے لیے نکالے ہوں گے۔ وہ راجن کی موت سے پہلے انہیں لوٹانے پر آمادہ نہیں تھا۔ میں سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس نے تکیے کے نیچے سے پاسپورٹ کیوں نکالے تھے۔

وہ بے نیازی سے چلتا ہوا واپس آیا اور اس نے دونوں پاسپورٹ اچانک میری گود میں ڈال دیے ''انہیں احتیاط سے رکھو، تم ان کی واپسی کے لیے بہت بے چین تھے!''

Downloaded from https://paksociety.com

ڈان کی وہ حرکت میرے لیے اتنی غیر متوقع تھی کہ میں سکتے کے عالم میں اپنی جگہ پر جما رہ گیا۔

چند ثانیوں بعد وہ سحر ٹوٹا تو بے اختیار میرا جی چاہا کہ پاسپورٹ اپنی جیب میں ڈال کر پورے خلوص سے ڈان کا شکریہ ادا کروں مگر ذہن کے کسی گوشے میں ایک للکارسی گونجی اور میں کشمکش میں مبتلا ہوگیا۔

میرے ذہن نے یکا یک بہت تیزی سے کام کرنا شروع کردیا تھا۔ راجن سے ابتدا میں میری کوئی دشمنی نہیں تھی۔ مجھے اس سے صرف اتنی پرخاش تھی کہ بنکاک میں وہ سوبھراج کا میزبان ہوا کرتا تھا۔ جبکہ ڈان اس کے لہو کا پیاسا تھا۔ میں نے ڈان اور راجن کی اس دشمنی سے کھل کر فائدہ اٹھایا۔ سوبھراج کا نام لیے بغیر میں نے بھی راجن کے دشمن کا روپ دھارلیا اور ڈان نے اس مشترک جذبے سے مغلوب ہوکر میری آزمائش کے بعد مجھے گلے سے لگالیا۔

سوبھراج کو مار لینے کے بعد میرے لیے راجن کی اہمیت ختم ہوگئی۔ ڈان بہ دستور اس کا دشمن تھا۔ جس وقت ڈان نے ہمارے پاسپورٹ اپنے قبضے میں لیے میں سب کچھ بھول بھال کر تھائی لینڈ سے نکل جانے کی کوشش کررہا تھا۔

پچھلی رات موتی محل میں راجن سے ملاقات اور پھر اس کے بھیجے ہوئے غنڈوں سے مقابلے کے بعد وہ صورت حال یکا یک تبدیل ہوگئی تھی۔ میں خود بھی راجن کو اس کے تکبر کا مزہ چکھانے پر تل گیا تھا۔ وہ صرف ڈان کا دشمن نہیں رہا تھا میرے دل کا کانٹا بھی بن گیا تھا۔

جب مجھے راجن کے خاتمے یا زوال تک بنکاک ہی میں رکنا تھا تو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ ہمارے پاسپورٹ ہمارے قبضے میں رہتے ہیں یا ڈان کے پاس رہتے ہیں۔

ڈان کے دل میں میری طرف سے ایک شبہ جگہ پاچکا تھا کہ میں اسے جل دے کر تھائی لینڈ سے فرار ہونا چاہتا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ میں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ڈان کے ذہن سے وہ شبہ نہیں کھرچ سکا تھا۔ جب تک ہمارے پاسپورٹ اس کے پاس رہتے وہ مطمئن رہتا کہ میں اسے دغا دے کر ملک سے کہیں نہیں جاسکوں گا۔ اس اطمینان کے لیے اسے ہماری نگرانی کرانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

ڈان جذباتی ہوکر یا کسی مصلحت کے تحت پاسپورٹ واپس کررہا تھا تو اس کا وہ عمل میرے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ وقتی جوش ٹھنڈا ہونے کے بعد اس کے ذہن میں شبہ دوبارہ سر ابھارتا تو میری مسلسل نگرانی کا سلسلہ شروع ہوسکتا تھا۔ پاسپورٹ لوٹانے کے بعد میرے عزائم سے باخبر رہنے کے لیے ڈان کے پاس ایک ہی راہ رہ جاتی کہ چوبیس گھنٹے میری نقل وحرکت پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

وہ ایک خطرناک صورت حال ہوتی۔ کچھ پتا نہیں تھا کہ راجن کو مار گرانے کے لیے مجھے کن مراحل سے گزرنا پڑتا۔ تازہ ترین مثال یہ تھی کہ اسی رات میں اسد کے ساتھ راجن سے مل چکا تھا لیکن ڈان اس ملاقات سے بے خبر تھا۔ اس کے آدمیوں کی کڑی نگرانی میں آنے کے بعد میں ان آزادیوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ ڈان سے پاسپورٹ واپس لینے کی قیمت مجھے بہت مہنگی پڑسکتی تھی۔

اسے ذرا بھی شک ہوجاتا کہ میں اسے فریب دے کر ابتدا سے ہی اس کے ساتھ کوئی دہرا کھیل کھیل رہا تھا تو بنکاک میں مجھے کہیں امان نہیں مل سکتی تھی۔

میں نے چند ثانیوں میں بہت تیزی کے ساتھ وہ تجزیہ کیا اور اپنی گود سے دونوں پاسپورٹ اٹھا کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

''مجھے ان کی طرف سے کوئی بے چینی نہیں تھی۔'' میں نے وہ پاسپورٹ دونوں ہتھیلیوں پر رکھ کر ڈان کو پیش کردیے ''ہوٹل کے کمرے کے مقابلے میں یہ تمہارے پاس زیادہ محفوظ ہیں۔ وہاں سے کوئی سامنے انہیں آسانی سے اڑا سکتی ہے۔''

ڈان کی تیوریوں پر بل پڑگئے ''چاؤفان کہہ رہا تھا کہ تم

مختصر مختصر

☆ ''نہیں بیگم! ہم اس سال مری نہیں جاسکتے۔ ذرا ان تمام بلوں کے بارے میں سوچو جو ہمیں ابھی ادا کرنے ہیں۔''

''تو کیا ہم مری جا کر ان کے بارے میں نہیں سوچ سکتے؟''

☆ میری جان کی قسم کھا کر بتایئے، آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں؟''

''پہلے تم بتاؤ، تمہیں کتنی محبت کی ضرورت ہے؟''

☆ ''آدھی رات ہوگئی ہے..... میرے میاں ابھی تک نہیں آئے۔ میں تو سوچ سوچ کر پریشان ہورہی ہوں کہ معلوم نہیں وہ اس وقت کہاں ہوں گے۔''

''بہن! پریشان مت ہو..... اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ اس وقت وہ کہاں ہیں..... تو ہوسکتا ہے تمہاری پریشانی دگنی ہوجائے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

کئی بار ان کی واپسی کی بات کر چکے ہو۔ میں اس جھوٹے کا سر توڑ دوں گا۔'' اس نے پاسپورٹوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

''وہ جھوٹا نہیں ہے۔'' چاؤ فان کو ڈان کے کسی عتاب سے بچانے کے لیے میں نے جلدی سے اس کی صفائی پیش کی ''میرے ساتھ خاصا وقت گزارتا ہے۔ اس سے میری بے تکلفی ہوگئی ہے۔ دل بہلانے کے لیے میں اسے چھیڑتا رہتا ہوں۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ مذاق میں کہی ہوئی باتیں سنجیدگی سے تم تک پہنچا دیتا ہے۔ اب میں محتاط رہوں گا۔''

''اس اُلّو کے پٹھے کی عقل موٹی ہے۔'' ڈان نے بیزاری سے کہا ''وہ بلاوجہ مجھے پریشان کرتا ہے۔ بعد میں اسے بتا دیا کرو کہ تم اس سے مذاق کر رہے تھے۔''

چاؤ فان ان باتوں سے بے خبر اسی ہال کے ایک سرے پر جواریوں کے ساتھ تاش کے کھیل میں منہمک تھا۔ اس وقت میری جان میں جان آئی جب ڈان نے چاؤ فان کے ذکر کو کوئی طول دیے بغیر میرے ہاتھوں سے دونوں پاسپورٹ اٹھا لیے۔

''اب یہ میرے پاس تمہاری امانت ہیں۔'' اس نے کہا ''جب چاہو واپس لے سکتے ہو۔ تمہارا یہ خوف بجا ہے کہ یہ ہوٹل کے کمرے سے چوری ہو سکتے ہیں۔''

اس نے وہیں کھڑے کھڑے بے پروائی سے دونوں پاسپورٹ مسہری کی طرف اچھال دیے۔

ہال کے دیوار گیر کلاک میں ڈھائی بجنے والے تھے۔ جواری اپنے کھیل میں کھوئے ہوئے تھے ڈان نے اس وقت تک مجھ سے اصل موضوع پر کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس کے اطمینان اور وہاں کے ماحول سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پوری رات اسی طرح گزر جائے گی۔ میں ڈان سے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں کر سکا کہ وہ سونے کے لیے کب لیٹے گا۔

''وائٹ ہاک کی بات ہو رہی تھی۔'' یہ کہہ کر ڈان دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا ''اس کی تباہی کے بارے میں تمہارا منصوبہ مجھے پسند آیا ہے۔ میں چشم تصور سے اس لانچ کو کئی بار تباہ ہوتے ہوئے دیکھ چکا ہوں۔ میں نے اس پر بات کرنے کے لیے تمہیں بلایا تھا۔''

''میں نے کئی منصوبوں پر غور کیا ہے.....''

''میں صرف زیر آب کارروائی کی بات کر رہا ہوں۔'' ڈان نے مجھے درمیان میں ٹوک دیا ''سطح سمندر سے کی جانے والی کوئی کارروائی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تم نے دیکھ لیا کہ دن میں بھی اس کے آدمی ہوشیار رہتے ہیں۔ کسی اجنبی کو وائٹ ہاک کے قریب نہیں پھٹکنے دیتے۔''

''ہماری بوٹ ان سے کافی دور تھی پھر بھی انہوں نے فائر کر کے ہمیں واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔''

''انہوں نے سمندر کے اس حصے میں اپنی بدمعاشی قائم کی ہوئی ہے۔'' اس نے غصے سے پہلو بدلتے ہوئے کہا ''ہمارے افسر اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں۔ چھوٹا راجن ان کی جیبیں بھر کر ہر طرف اپنی من مانیاں کرتا پھرتا ہے۔ اسے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔''

''بہت جلد اس کے دن پورے ہونے والے ہیں!''

''تمہارا چہرہ زخمی ہے۔ مار پیٹ کی وجہ سے ہاتھ پیر بھی دکھ رہے ہوں گے۔ مجھے احساس ہے کہ اس وقت تمہیں آرام اور بستر کی ضرورت ہے مگر میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ منصوبہ بناؤ' سامان اور آدمی جمع کرو اور وائٹ ہاک کو غرق کر دو۔''

''چاؤ فان بتا رہا تھا کہ اس پر مرمت اور دیکھ بھال کے لیے چند روز کی چھٹی ہونے والی ہے۔ لانچ پر گنتی کے دو چار آدمی رہ جائیں گے۔ ہمارے لیے وہ بہترین وقت ہوگا۔''

''چاؤ فان نے بہت مال بنا لیا ہے لیکن وہ اب بھی گھٹیا لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ مجھ سے فالتو بات نہیں کرتا' تمہیں مرعوب کرنے کے لیے چنڈو خانے کی خبریں سناتا ہے۔ لانچ بالکل نئی ہے۔ سالوں اس کی مرمت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ چھوٹا راجن چالاک آدمی ہے۔ باہر سے آنے والا سارا مال وائٹ ہاک پر اتارتا ہے اور چھوٹی کھیپوں میں شہر میں پہنچا دیتا ہے۔ اس مال میں ہیروئن سے لے کر عورتیں تک ہوتی ہیں۔ مجھے اس کی ایک ایک حرکت کی خبر رہتی ہے۔''

''میرا بھی یہی خیال تھا۔'' میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا ''ایسے وقت پر لانچ میں کم آدمی ہوں گے۔ ہم بے گناہوں کے خون سے بچ جائیں گے۔''

''چاؤ فان کی باتوں پر مت جاؤ۔'' ڈان نے ناصحانہ لہجہ اختیار کر لیا ''میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتا۔ پتا نہیں اس کا مال کب آئے گا۔''

ڈان کے ذہن میں زیر آب کارروائی کی بات بیٹھ گئی تھی۔ میں نے اس پر غور کرتے ہوئے کہا ''مجھے غوطہ خوروں کی ضرورت ہوگی۔ انہیں سمندر میں اتار کر ہم وائٹ ہاک کا پیندا اڑا سکتے ہیں۔''

''دیری گڈ!'' ڈان نے اپنے جوش پر قابو رکھتے ہوئے' بردباری سے کہا ''مجھے اندازہ تھا کہ تم نے ایک بات زبان سے نکالی ہے تو تمہارے ذہن میں کوئی خاکہ بھی ہوگا۔ میں تم کو ڈائنامائیٹ فراہم کر دوں گا۔ وہ بہت بڑی لانچ ہے۔ بہت دھیرے دھیرے سمندر میں غرق ہوگی۔ اس پر موجود لوگوں کو اپنی جانیں بچانے کے لیے کافی وقت ملے گا۔ ہمیں انتظار

Downloaded from https://paksociety.com

کرنے کی ضرورت نہیں ہو سکے تو یہ کام کل ہی ہو جانا چاہیے۔ میں چھوٹا راجن کے گھر میں ماتم برپا کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے یہاں بہت خوشیاں دیکھ لیں۔ اب میرے دن آنے والے ہیں۔''

اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کی بحالی کے تصور سے ڈان کی آنکھوں میں عجیب سی حیوانی چمک نمودار ہوگئی۔ اسے اس بات پر کوئی ندامت نہیں تھی کہ وہ میرے کندھوں پر سوار ہو کر اپنی لڑائی جیتنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ اپنے مزاج کے اعتبار سے وہ حاکمانہ انداز رکھنے والے ان لوگوں میں سے تھا جو اپنے مفاد کے لیے دوسروں سے ہر قسم کا کام لینا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔

''ڈائنا مائیٹ کام نہیں کریں گے۔'' میں نے آہستگی سے کہا ''سمندری پانی میں بھیگ کر عام بارودی ہتھیار ناکارہ ہو جائیں گے۔ وائٹ ہاک کی تباہی کے لیے ہمیں واٹر پروف ریموٹ کنٹرولڈ بم درکار ہوں گے۔''

''تمہارے پاس ہر مسئلے کا حل موجود ہوتا ہے۔'' ڈان نے ستائشی لہجے میں کہا۔ ''مجھے ان لوگوں سے چڑ ہے جو مسائل پیدا کرنے میں ماہر ہوتے ہیں، ان کے پاس کوئی حل نہیں ہوتا یہاں کے چور بازار میں ہر قسم کے ہتھیار اور اسلحے کی فراوانی ہے۔ امریکی اسلحہ خانے سے چرائے ہوئے واٹر پروف بم آسانی سے مل جانے چاہئیں..... یہ بندوبست چاؤفان کو کرنا ہوگا۔ اسے بھی بلا لینا چاہیے۔''

ڈان نے اسے آواز دی تو وہ پانچوں چونکے۔ چاؤفان ہاتھ کے پتے پھینک کر تقریباً دوڑتا ہوا ہماری طرف آ گیا۔

''اسے بتاؤ کہ تمہیں کیا کیا درکار ہوگا۔'' ڈان نے مجھے اشارہ کیا۔ اس نے چاؤفان کو بیٹھنے کے لیے نہیں کہا۔ وہ ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑا ہوا تھا۔

''دو واٹر پروف بم جو ریموٹ کنٹرولڈ ہوں اور دو ماہر غوطہ خور جو دیر تک پانی میں رہ سکیں۔'' میں نے اسے اپنی ضروریات سے آگاہ کیا۔

''لانچ کی بیرونی چادر، جہازوں کی طرح موٹی اور بہت مضبوط ہوتی ہے۔'' ڈان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''ہم نے طے کیا ہے کہ سمندر پر ناچنے والی لانچ کو جلد از جلد غرق کر دیا جائے۔ دونوں بم کم از کم تیس پاؤنڈ بارودی قوت کے ہونے چاہئیں تاکہ ناکامی کا خطرہ نہ رہے۔''

''بندوبست ہو جائے گا۔'' چاؤفان نے سر جھکا کر مشینی لہجے میں جواب دیا۔ ''میں دیکھتا ہوں کہ اپنے آدمیوں میں کون کون غوطہ خوری کر سکتا ہے۔''

''وقت برباد کرنے کی ضرورت نہیں۔ ماہی گیروں کی بستی میں آدمی مل جائیں گے۔'' ڈان غرایا۔ ''میں دس بیس ہزار بھات کی پروا نہیں کروں گا۔''

چاؤفان نے بے بسی سے میری طرف دیکھا، میں نے سر ہلا کر اسے حوصلہ دیا۔ اس نے تھوک نگلنے کی کوشش کرتے ہوئے ڈان سے کہا۔ ''بنکاک میں سب جانتے ہیں کہ وائٹ ہاک چھوٹا راجن کی لانچ ہے۔ آج کل شہر میں اس کی دھاک ہے۔ شاید باہر کا کوئی آدمی اس کے خلاف کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ پھر بھی میں اپنی کوشش کروں گا۔''

ڈان کی غضب ناک آنکھیں دیکھ کر اس نے جلدی سے آخری فقرہ ادا کیا۔ چاؤفان کی بات معقول تھی لیکن ڈان ذرا سی دیر پہلے مجھ سے کہہ چکا تھا کہ وہ مسائل کے بجائے ان کے حل سننا پسند کرتا ہے۔ وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ''ان ڈھیلے گٹھنوں کی وجہ سے آج چھوٹا راجن یہاں راج کر رہا ہے اس کو یہاں سے نکلے بغیر الہام ہو گیا کہ شہر کے سارے لوگ اس مردود سے ڈرتے ہیں۔''

''ڈان..... یہ باتیں تم مجھ پر چھوڑ دو۔ تم اسے اڑانا چاہتے ہو، ہم اس کا بندوبست کر لیں گے۔ تم کو ان جزئیات میں اپنا سر کھپانے کی ضرورت نہیں۔ تم یہ سوچو کہ وائٹ ہاک کو سمندر میں ڈبونے کے بعد ہم راجن کا سر کیسے اتار سکیں گے۔''

مالکن نے شرم دلانے کے انداز میں ملازمہ سے کہا ''یہ پلیٹ دیکھ رہی ہو تم.....؟ کتنی گندی ہے۔ تمہیں اس کو مہمانوں کے سامنے رکھتے ہوئے شرم نہیں آئی؟''

''اس میں میرے لیے شرم کی کیا بات ہے بیگم صاحبہ؟'' ملازمہ نے اطمینان سے کہا ''یہ ٹھیک ہے کہ اس پر انگلیوں کے نشان میرے ہیں..... لیکن سالن کی چکنائی تو اس پر میرے اس گھر میں آنے سے پہلے موجود تھی۔''

اسی طرح ایک اور مالکن نے شرم دلانے کے لیے اپنی ملازمہ سے کہا ''تمہیں معلوم ہے کل ڈائننگ ٹیبل پر اتنی مٹی جمی ہوئی تھی کہ میں نے انگلی سے اس پر تمہارا نام لکھا تو وہ دور سے پڑھا جا سکتا تھا۔''

''جی ہاں..... پڑھا تو جا سکتا تھا لیکن اس کے ہجے غلط تھے۔'' ملازمہ نے منہ بنا کر کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''اس کے پیندے میں بڑا سوراخ ہونا چاہیے تاکہ لانچ میں تیزی سے پانی بھرنا شروع ہوجائے۔'' ڈان نے اپنی برتری جتانے کے لیے بولنا شروع کردیا۔ ''لنگر کی زنجیر کی کڑیاں بہت مضبوط اور موٹی ہوں گی۔ اگر لنگر کاٹ دیا جائے تو پانی بھرنے کے ساتھ لانچ اپنی جگہ پر گھومنے لگے گی اور آہستہ آہستہ پانی میں غرق ہوجائے گی۔''

لنگر کاٹنے کا ذکر سنتے ہی میرا دھیان بیم گن کی طرف گیا اس کے نوزل سے خارج ہونے والی، نیلگوں شعاعوں کی پتلی سی دھار پلک جھپکتے میں زنجیر کی کڑیوں کو گلا سکتی تھی۔ ہمیں وہ کارروائی پانی کی سطح سے کافی نیچے رہ کر کرنا تھی تاکہ لانچ کے عرشے پر موجود، مسلح محافظ ہماری موجودگی سے باخبر نہ ہوسکیں۔ میں نے نازک مواقع پر بارہا بیم گن کے ہولناک کمالات آزمائے تھے لیکن میں اس کی زیرآب کارکردگی سے بےخبر تھا۔ میں نے خاموشی اختیار کرلی۔ غیرضروری طور پر ڈان کی خواہشات کی حوصلہ افزائی کرنا مناسب نہیں تھا۔

ڈان کی بات کا کوئی نہ کوئی جواب دینا ضروری تھا۔ مجھے خاموش پاکر چاؤ فان کو ناچار اپنی زبان کھولنا پڑی۔ اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ ''بالکل ایسا ہی ہوگا۔ لنگر کاٹ دینے کے بعد وہ موجوں کے زور پر کھسکنا شروع کردے گی۔ ہوسکتا ہے کہ لانچ کسی سخت چٹان سے ٹکرا جائے۔ یوں اس کے ڈوبنے کا عمل تیز ہوجائے گا۔''

ڈان نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا لیکن زبان سے کچھ نہیں بولا۔ چند لمحوں کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوگیا۔ ''یہ کام کب تک پورا ہونے کی امید ہے۔''

''میں کل تمہیں جواب دے سکوں گا۔ سارا انحصار غوطہ خوروں کے بندوبست پر ہے۔''

''بس، اب تم جاؤ۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔'' وہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑنے میں تاخیر نہیں کی۔ چاؤ فان پہلے ہی کسی مجرم کی طرح اپنے دونوں ہاتھ باندھے کھڑا ہوا تھا۔ ڈان زینوں کی طرف چل دیا۔

آدمی شریف ہو تو عام طور پر خلیق اور منکسر المزاج ہوتا ہے۔ میرا تجربہ تھا کہ بدمعاش اس وصف سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔ جو جتنا بڑا بدمعاش ہوتا ہے، اپنی طاقت کے نشے میں اتنا ہی زیادہ مست ہوتا ہے، سو بھراج اور راجن کی طرح ڈان برنارڈ بھی بہت مغرور شخص تھا۔ دوسروں کے ساتھ وہ ہر لمحے اپنی بالادستی کا مظاہرہ کرتا رہتا تھا مگر میرے ساتھ، پہلے دن سے اس کا رویہ قدرے بہتر تھا جس میں وقت گزرنے کے ساتھ مزید بہتری آتی جارہی تھی۔ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ اس کے لیے میری کارکردگی بڑی حد تک اطمینان بخش تھی۔

اس نے رعونت کے ساتھ ہمیں رخصت نہیں کیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ زینوں پر ہمیں الوداع کہہ دے گا مگر وہ نیچے اترتا چلا گیا۔ میرے لیے وہ چھوٹی چھوٹی باتیں بہت اہم تھیں۔ ان سے اندازہ ہورہا تھا کہ میں ڈان کے دل و دماغ میں بہ تدریج اپنی جگہ بناتا جارہا تھا۔

ڈان نے ہمیں سیاہ چوبی دروازے سے باہر نکال کر خود دروازہ بند کرلیا۔

چاؤ فان نے گلی میں آکر، کھلی فضا میں چند گہرے گہرے سانس لیے پھر دھیمی آواز میں بولا ''وہ مجھے نکما سمجھتا ہے پھر بھی زیادہ تر کام مجھ ہی سے لیتا ہے۔''

''وہ تمہیں دباؤ میں رکھنے کے لیے ایسی باتیں کرتا ہے۔'' میں نے دوستانہ انداز میں کہا ''تم دیکھ لینا کہ ڈان کے دن پھر گئے تو تم بنکاک میں راج کرو گے۔ وہ تمہیں بہت عزیز رکھتا ہے۔''

''تم خود بتاؤ کہ میں غوطہ خور کہاں سے پیدا کروں۔ میں تو تیرنا بھی نہیں جانتا۔'' وہ سخت ذہنی الجھن کا شکار نظر آرہا تھا۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی ''گھر اور سیکرٹریٹ محدود رہنے کے باوجود اسے ہر بات کا علم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ لوگ چھوٹا راجن سے ڈرنے لگے ہیں۔ وہ اپنے سامنے آنے والوں کو بہت بے دردی سے مروا دیتا ہے۔ نوٹوں کے لالچ میں کوئی اپنی گردن کٹوانے پر آمادہ نہیں ہوتا۔''

ہم باتیں کرتے ہوئے چاؤ فان کی گاڑی تک پہنچ گئے۔ اس دوران میں مجھے اندازہ ہوا کہ وہ سانس روک کر پانی میں غوطہ خوری کرنے والوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ ایسے لوگ چند منٹ سے زیادہ زیرآب نہیں رہ سکتے۔ سانس کے لیے انہیں ہر حال میں اوپر آنا ہوتا ہے۔ لانچ میں بم لگانے کا کام ان کے بس کا نہیں تھا۔ ہمیں ایسے آدمی درکار تھے جو غوطہ خوری کے مکمل لباس اور آکسیجن سلنڈر کے ساتھ دیر تک پانی میں رہ سکیں۔

اس کے نزدیک ایسے پیشہ ور لوگوں کا کسی مجرمانہ کام کے لیے تیار ہونا اور بھی مشکل تھا۔ وہ بھاری معاوضے لے کر کام کرتے اور خوش حال زندگی گزارتے تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا مالی لالچ بھی انہیں قانون شکنی پر نہیں اکسا سکتا تھا۔

لانچ کے پیندے میں بم لگانا بھی آسان کام نہیں تھا۔ سپاٹ اور ڈھلوان فولادی دیواریں جو نیچے جاکر ایک دوسرے سے مل رہی ہوں، ایک مسئلہ بن سکتی تھیں۔ ان پر بم باندھنا تقریباً ناممکن تھا۔ کافی دیر تک تبادلۂ خیال کے بعد مجھے

Downloaded from https://paksociety.com

انجینئرنگ کے شعبے میں استعمال ہونے والے وہ مقناطیس یاد آ گئے جو سوئچ گھمانے سے آن اور آف ہو جاتے ہیں۔ ایسے چند مقناطیس باندھ کر بموں کو لانچ کی دیواروں کے قریب چھوڑ دیا جاتا اور مقناطیس آن ہوتے تو وہ ہم از خود لوہے کی طرف کھنچ کر چپک جاتے۔ چاؤ فان کے لیے وہ انوکھی بات تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ کسی بھی دکان پر ڈائل انڈی کیٹر کا بلاک دیکھے گا تو بات اس کی سمجھ میں آ جائے گی۔

راستے بھر میں اسے یہی سب باتیں بتاتا رہا۔ اس نے ڈان کے سامنے ہر بات پر سر ہلا دیا تھا۔ وہاں سے نکلنے کے بعد اسے وہ منصوبہ بری طرح ناکام ہوتا نظر آ رہا تھا کیونکہ ضروری سامان اور افرادی قوت کی فراہمی اس کے لیے دشوار تھی۔

اس چکر میں چاؤ فان کی ساری شوخی اور چرب زبانی رخصت ہو گئی۔ اپنی بریفنگ ختم کرنے کے بعد میں نے اس سے کہا ''منصوبے پر عمل درآمد اب تمہاری ذمے داری ہے۔''

''میں تم سے یہی کہہ رہا تھا۔ میں نکما ہوں تو وہ مجھے اتنی بھاری ذمے داریاں کیوں سونپتا ہے۔ اب مجھے نومن تیل مہیا کرنا ہے تاکہ رادھا ناچ سکے۔''

''اوہ..... تم اس اردو محاورے سے واقف ہو؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''ماسٹر! اس وقت یہ محاورہ نہیں، حقیقت ہے۔ اگر یہ کوئی اردو محاورہ ہے تو میرے ایک ہندی دوست نے مجھے اس کا انگریزی ترجمہ سنایا تھا۔ وہ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔''

''بندوبست میں دیر ہوئی تو ڈان ہم دونوں کو سمندر میں دھکیل دے گا۔ اب اس کے لیے صبر کرنا مشکل نظر آ رہا ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''ماسٹر! یہ میرے لیے افسوس کی بات ہے۔ میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تم ہنس رہے ہو۔''

''رونا بدشگونی ہے اس لیے ہنسنا ہی بہتر ہے۔ میں تیر کر اپنی جان بچالوں گا۔ تمہیں تو تیرنا بھی نہیں آتا۔ ڈان کا دماغ سنک گیا تو تم وائٹ ہاک سے پہلے ڈوب جاؤ گے۔''

''میں کوشش کرتا ہوں۔'' اس نے مردہ سی آواز میں کہا ''بدھا میری مدد کرے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کو ایسی مشکل تجویز پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''میں سب بھول بھال گیا تھا۔ یہ تمہاری رپورٹ کا کرشمہ ہے جو ڈان کے دماغ میں بیٹھ گئی۔ اس نے خود لانچ کو ڈبونے کی بات چھیڑی تھی۔''

''میری مت ماری گئی ہوگی۔'' وہ واقعی بہت زیادہ پریشان تھا ''سوچنا ہر ایک کا حق ہے۔ میں نے تمہاری فرض شناسی اجاگر کرنے کے لیے کہہ دیا تھا کہ تم چھوٹا راجن اور اس کی لانچ کے بارے میں کیا، کیا سوچ رہے ہو۔ مجھے پتا ہوتا کہ ڈان ان باتوں کو پکڑ کر بیٹھ جائے گا تو میں بھول کر بھی اپنی زبان نہ کھولتا۔''

''ڈان تمہارے اس پچھتاوے سے خوش نہیں ہوگا۔''

''ماسٹر! یہ کیا کہہ رہے ہو؟'' وہ بوکھلا کر بولا ''میں اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا ہوں۔ یہ باتیں ڈان کے کان میں نہ پھونک دینا۔''

وہ اتنا گھبرا گیا کہ لمحہ بھر کے لیے اسٹیئرنگ پر اس کے ہاتھ بہک گئے۔ میں نے جلدی سے کہا ''میں بھی مذاق کر رہا ہوں۔ تم ڈرائیونگ پر دھیان دو۔ کہیں گاڑی نہ مار دینا۔''

''ماسٹر! اب ہم ایک دوسرے کے لیے نئے نہیں رہے ہیں۔ میں تمہارا مزاج سمجھ گیا ہوں، تم بھی میری طبیعت سے واقف ہو گئے ہوگے۔ ایمان داری سے بتاؤ کہ کیا میں کبھی ڈان سے غداری کر سکتا ہوں؟''

''مسٹر چاؤ فان! تمہیں اتنی سنجیدگی سے صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں مذاق کر رہا تھا۔ اس وقت تم ڈان کی سونپی ہوئی ذمے داریوں سے زچ آئے ہوئے ہو۔ جل بھن کر اسے گالیاں بھی دیتے تو میں انہیں اہمیت نہ دیتا۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہو..... میں خواب میں بھی ڈان کو گالیاں دینے کا تصور نہیں کر سکتا۔''

''یہ بات پرانی ہو گئی۔ میں شرط لگاتا ہوں کہ اب سوؤ گے تو خواب میں وہی نظر آتا رہے گا۔'' میں نے استہزائی لہجے میں کہا۔

''یہ بتاؤ کہ تمہارے پاسپورٹ ڈان کی مسہری پر کیوں پڑے ہوئے تھے۔ یہ سبز کتابیں میں اکثر پاکستانیوں کے پاس دیکھتا رہا ہوں۔''

اس نے یکا یک موضوع بدل دیا۔ وہ بیشتر وقت جوا کھیلنے میں منہمک رہا تھا، اسے قطعی علم نہیں تھا کہ اس دوران میں میرے اور ڈان کے درمیان کیا کچھ ہوتا رہا تھا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ ڈان نے میرے پاسپورٹ لوٹا دیے تھے، میں نے انہیں واپس لینے سے انکار کر دیا تو وہ حیرت سے اپنی نشست میں تقریباً اچھل پڑا۔

''انکار کر دیا!'' اس نے بے یقینی سے میری بات دہرائی پھر کہا ''تم تو ان کی واپسی کے لیے بے چین تھے۔''

''شاید ہم دونوں ایک دوسرے کو آزما رہے تھے۔'' میں نے اسے ٹالنے کے لیے کہا ''ڈان نے جس طرح ہمارے

Downloaded from https://paksociety.com

پاسپورٹ اپنے قبضے میں لیے، اس سے مجھے توہین کا احساس ہوا تھا ورنہ میں ان کا کیا کروں گا۔ مجھے راجن کا شکار کھیلنے کے لیے ہر حال میں یہاں رکنا ہے۔''

''ماسٹر!'' وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا ''ڈان کے بعد تم مجھے دوسرے آدمی ٹکرائے ہو جسے سمجھنا بہت مشکل ہے۔'' میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

شہر کی سڑکوں پر اس وقت رات کی ویرانی کا مکمل راج تھا۔ کشادہ اور روشن سڑکوں پر دور دور تک ہماری گاڑی کے سوا کسی مشینی سواری کا نام ونشان نہیں تھا۔ چاؤفان اپنے ذہنی دباؤ کی وجہ سے خاصا بجھا بجھا سا تھا۔ وہ معمول کی رفتار سے گاڑی دوڑاتا رہا۔

میں نے ہوٹل کے قریب اس کی گاڑی چھوڑی تو چار بجنے والے تھے۔

ہوٹل کی لابی سونی پڑی ہوئی تھی۔ شب بیداری کی وجہ سے عملہ تھکا ہوا نظر آرہا تھا۔ لابی میں صوفوں پر بیٹھے ہوئے لوگ اپنی پسند کے مشروبات پیتے ہوئے، مذاکرات میں مصروف تھے۔ ان میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی تھیں۔ ان کے انداز بتا رہے تھے کہ خانہ داری سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ وہ تیزی سے گزرتی ہوئی رات کے بقیہ لمحوں کا مول تول تھا۔

کمرے میں غزالہ بہت بے چینی سے میری منتظر تھی۔ لباس تبدیل کرنے کے دوران میں نے اسے اپنی اور ڈان کی ملاقات کا خلاصہ سنا دیا۔

''تو کیا آپ وائٹ ہاک کو غرق کرنے کے بارے میں سنجیدہ ہیں؟''

''ان زخموں کی کسک دور کرنے کے لیے میں کچھ بھی کرسکتا ہوں۔'' میں نے اپنے چہرے کے زخموں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا ''اب راجن سے میری لڑائی چل پڑی ہے۔''

''زخم کہاں، یہ تو ایک دو نیل ہیں۔ آپ اس کے آدمیوں سے دل کھول کر ان کا بدلہ لے چکے ہیں۔''

''میں یہ بدلہ راجن سے بھی لوں گا۔ اس کے چاروں آدمیوں کو ان کا حصہ مل گیا۔ کچھ نہ کچھ راجن کو بھی ملنا چاہیے۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

میں نے بستر پر دراز ہو کر روشنی گل کی تب بھی غزالہ کے سوالات کا سلسلہ جاری تھا۔ اسے فکر تھی کہ لانچ کو اچانک غرق کر دیا گیا تو اس پر موجود عملے کا کیا بنے گا؟

وہ سوال خاصا مشکل تھا۔ میں نے اسے سمجھانا شروع کیا تو ایک مرتبہ پھر بات سے بات نکلتی چلی گئی۔ سونے کا وقت گزر چکا تھا۔ اس وقت تک جو کچھ میرے ذہن میں آسکا تھا۔ میں نے غزالہ کو سنانا شروع کر دیا۔

اندھیرے کمرے کی خنکی میں بستر کی نرمی نہ جانے کب میرے حواس پر غالب آگئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ پر غنودگی کی لہر سوار ہوتے ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی ہو۔

بے اختیار میری نظریں وال کلاک کے چمکتے ہوئے ڈائل کی طرف گئیں اور میں حیران رہ گیا۔ وہاں سوئیاں چھ بجا رہی تھیں۔ وہ غنودگی کی مختصر سی لہر نہیں تھی، میں کم از کم ایک گھنٹے کی نیند لے چکا تھا۔

صبح کے چھ بجے مجھے کون فون کرسکتا تھا؟ وہ سوال بہت تیزی سے میرے ذہن میں ابھرا جس کے جواب میں صرف چاؤفان کا نام یاد آسکا۔ اس رات میں نے اسے ضرورت سے زیادہ منہ لگا لیا تھا۔ شاید وہ لاڈ میں آکر اپنے کسی مسئلے پر مجھ سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔

فون کی دوسری گھنٹی بجنے سے پہلے میں نے موبائل فون آن کر کے اپنے کان سے لگا لیا۔

''علی! ابھی میری ڈورنبل بجی ہے۔'' میرے کان میں اسد کی دبی دبی، پرجوش آواز گونجی ''میں نے کھڑکی کے پردے کے پیچھے سے جھانک کر دیکھا ہے۔ باہر راجن کا وہی آدمی موجود ہے جو پہلے اس کا پیغام لایا تھا، پتا نہیں کیا ہونے والا ہے۔ میں نے سوچا کہ اس سے ملنے سے پہلے تمہیں بتا دوں!''

میں سناٹے میں آگیا۔ میرے خوابیدہ اعصاب کے لیے وہ پیغام بہت خوفناک تھا۔ راجن میری توقع سے زیادہ کینہ پرور ثابت ہو رہا تھا۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ اپنے چاروں آدمیوں کے پٹنے کے بعد وہ اتنی سرعت سے کوئی جوابی قدم اٹھائے گا۔

''ہوسکتا ہے کہ اس کے ساتھ اور آدمی بھی آئے ہوں اور باہر چھپے ہوئے ہوں۔'' میں نے جواب دیتے ہوئے اپنے بدن میں سنسنی کی ایک لہر دوڑتی ہوئی محسوس کی ''تمہیں باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔ وہ مایوس ہو کر لوٹ جائے گا۔''

''نہیں علی، مجھے باہر جانا ہوگا۔ وہ لوگ کسی بری نیت سے آئے ہیں تو اپنی تسلی کرنے کے لیے زبردستی میرے گھر میں گھس آئیں گے..... لو، گھنٹی پھر بجی ہے، میں جا رہا ہوں۔''

مجھے اپنے فون پر ڈورنبل کی تیز آواز بہت صاف سنائی دی تھی۔ اسد نے اپنی بات پوری کر کے فون بند کر دیا۔ میں نے بے چین ہو کر بستر چھوڑ دیا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں ناہید یہاں جہانگیر، داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم کے شکنجے میں پھنس گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کو ہیروئن کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کا بحران پیدا کر کے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر خفیہ جنگ کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آ ٹکرایا اور بعد میں میرا دست راست ثابت ہوا۔ شی کے سر براہ جی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھے شی سے بغاوت پر مجبور کر دیا جس پر جی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کر دیتا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین منصوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے پر وا اور دشمن کے کیے جال بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا مقامی سربراہ تھا۔ جسے انٹیلی ٹاسک فورس کہا جاتا تھا۔ جی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست تھی مگر غراٹہ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مدکاؤ میں ڈون کوانگ نوٹا کی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آ ٹرک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کے بے اندازہ مالی وسائل پر قابو پا کر انہیں ڈیوڈ اسٹار زنا می یہودی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آ ٹرک بیل اس ٹٹلے کی بہترین ہیرو ئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، تم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹار زاور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کیپ کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں معتوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے دیش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں راسخ گرم عمل تھم گیا اور اس کی پشت پناہی کو برا کے کوڈ نیم تلے ایک پاکستانی سیاست دان کر رہا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوہبراج تھا۔ ہم اس پر سنجیدگی سے ہاتھ ڈالنے کا سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سہیل نے کے ذریعے سوہبراج نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ معافی تلافی پر اتر آیا تھا۔ سوہبراج نے ہمیں بہت دوڑایا۔ کئی مرتبہ وہ میرے دام میں آیا اور پھر پکی مچھلی کی طرح پھسل کر نکلنے میں کامیاب ہوا۔ تاہم مقدر اس کا حتمی وقت لکھ چکا تھا اور دیوار پر صاف نظر آ رہا تھا۔ اس نے آخری کوشش کے طور پر پاکستان سے فرار اختیار کیا اور بنکاک پہنچ گیا۔ میں اور غزالہ وہاں پہلے سے موجود تھے جبکہ سلطان شاہ اور ویرا امریکا میں تھے۔ ہم چند مجبوریوں کی بنا پر ملک سے نکلنے پر مجبور ہوئے تھے۔ امریکی ہماری جان کے دشمن تھے اور مقامی حکام ان کے دباؤ کا مقابلہ کرنے کی خود میں سکت نہیں پا رہے تھے۔ تھائی لینڈ میں آئی بی ایجنٹ اسد ہمارا منتظر تھا۔ وہ چھوٹا راجن اور سوہبراج دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ میرے مشن کی تفصیلات جاننے کے بعد اس نے بتایا کہ بنکاک کی زیر زمین دنیا کا ڈان برنارڈ راجن کے خلاف ہماری مدد کر سکتا تھا۔ اس کے بارے میں اسد کا کہنا تھا، ڈان برنارڈ خود بھی چھوٹا راجن کا ڈسا ہوا تھا اور بنکاک کے بدمعاشوں کی بڑی پرسنٹ نالائی تھا۔ ڈان سے ملاقات دلچسپ رہی اور وہ چھوٹا راجن کے خلاف میری مدد کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے مجھے چاؤ فان سے ملایا جو نہایت تیز بدمعاش تھا۔ وہاں سلطان شاہ نے ایک بھکاری میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اس نے چھوٹا راجن کے کلیئر میں ہم دھاکے کرائے۔ اسی دوران سوہبراج بھی بنکاک پہنچ گیا۔ میں اور غزالہ راجن کا ایک محافظ میری آنکھوں کے زہر کا شکار ہو گئے۔ سوہبراج نے بنکاک کی مافیا میں میری موجودگی کا شک ظاہر کیا۔ مگر میں اسے چکر دینے میں کامیاب رہا۔ اول خان کی رائے تھی کہ سوہبراج کی بنکاک میں موجودگی کی اطلاع امریکیوں کو دے دی جائے۔ وہ اپنے غدار سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ میری مرضی شامل ہوتے ہی اس نے اس پہ عملدرآمد کر لیا۔ امریکی فوجیوں نے چھوٹا راجن کے گھر چھاپا مارا مگر سوہبراج خطرہ بھانپتے ہی وہاں سے نکل گیا۔ دوسری طرف امریکا میں سلطان شاہ کو ایک مفلوک الحال بھکاری میں اپنی دلچسپی کا سامان نظر آ رہا تھا مگر ویرا اس کی مخالفت پہ تلی ہوئی تھی۔ گاڑیوں کے ٹریکنگ سسٹم کے باعث مجھے سوہبراج کے نئے ٹھکانے کا علم ہو گیا اور میں چاؤ فان کے ہمراہ بنکاک کے مضافات میں واقع ایک قحبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے اس کی موت وہاں کھینچ کر لے گئی تھی۔ رات کے اندھیرے میں اس کی قسمت اس کا ساتھ چھوڑ گئی اور وہ لوپ پوری کے کھیتوں میں واصل جہنم ہو گیا۔ اسی کے ساتھ تھائی لینڈ میں ہی راجن پورا ہو گیا تھا۔ میں وہاں سے نکلنا چاہ رہا تھا مگر ڈان نے ہمارے پاسپورٹ اپنے قبضے میں لے لیے۔ اسی دوران میں امریکیوں نے راجن کے گھر میں دھاوا کر لیا مگر ڈان نے اس کا کریڈٹ مجھے دیا۔ اس نے مجھے ملاقات کے لیے بلوایا اور ایک لاکھ بھات بطور انعام دیے۔ میں اس سے مل کر واپس آیا تو غزالہ نے بتایا کہ سامنے والی پولیس آفیسر کرسی کی تلاش لیے آئی تھی۔ میں نے اس بارے میں ڈان سے بات کی تو اس نے مجھے بتایا کہ سامنے کوس نے بھیجا تھا۔ یہ ایک مشکل صورت حال تھی۔ ڈان کا کہنا تھا وہ میرا اس طرح امتحان لینا چاہ رہا تھا اور خوش قسمتی سے میں اس میں سرخ رو ہوا تھا۔ میں وہاں سے روانگی کے لیے پر تول رہا تھا کہ راجن کے آدمیوں سے میرا ٹکراؤ ہوا۔ وہ مجھے اور اسد کو سبق سکھانا چاہتے تھے مگر ہم سے پٹ کر فرار ہوئے۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ اب راجن سے دو دو ہاتھ کیے بغیر وہاں سے روانہ نہیں ہوں گا۔ اسی دوران ڈان سے ملاقات میں میں نے راجن کی بوٹ کوتاہ کرنے کی تجویز پیش کی اور وہ خوش ہو گیا۔ جلال نے بتایا کہ اس کی بنکاک تبادلے کے احکام جاری ہو چکے تھے۔ وہ اسد کی بنکاک میں آخری رات تھی۔ جب اس نے فون پر مجھے بتایا کہ راجن کے گرگے اس کے گھر کے باہر موجود تھے اور ان کے ارادے نیک دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

اب آپ قسط نمبر 250 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

وہ بے چینی کی ایک لہر تھی جس کے تحت میں نے اضطراری طور پر اپنا بستر چھوڑ دیا تھا۔ اسد اتنی عجلت میں تھا کہ اس نے مجھے صرف اپنی بات سنائی تھی۔ ایک مشورہ دینے کے سوا، مجھے اس سے کچھ پوچھنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔

راجن کا آدمی اس کے دروازے پر کھڑا گھنٹیاں بجا رہا تھا۔ ایسی صورت میں اسد کو فون کرنا مناسب نہیں تھا۔ اس کے لہجے سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ دھن کا پکا ہے۔ گھر میں چھپ کر بیٹھنے کے بجائے ہر حال میں اپنے خطرناک ملاقاتی سے ضرور ملے گا۔ ایسے میں فون کی گھنٹی اس کے لیے مہلک ثابت ہو سکتی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے اس کی توجہ گھنٹی کی طرف مبذول ہوتی اور اس کے حریف کو اس پر کوئی داؤ لگانے کا موقع مل جاتا۔ غالب امکان یہ تھا کہ وہ میری کال کا

Downloaded from https://paksociety.com

جواب ہی نہ دیتا۔ مقابلے کی فضا میں وہ اپنے حریف سے نائم آؤٹ لے کر فون نہیں سن سکتا تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں اسد کے لیے کیا کروں۔ وہ ذہین' مخلص اور بے خوف آدمی تھا۔ ضابطوں اور طریقوں میں بندھا ہوا ہونے کے باوجود اس نے بنکاک میں میری قابلِ قدر مدد کی تھی۔ اس کے مشکل وقت میں اس کی مدد کے لیے پہنچنا میری ذمے داری تھی۔

میں نے اس کا گھر ضرور دیکھا ہوا تھا لیکن میرے لیے ازخود وہاں پہنچنا ناممکن تھا۔ مجھے گلیوں اور سڑکوں کے نام معلوم تھے نہ محلے کا علم تھا۔ کوئی مجھے اس علاقے میں لے جا کر کھڑا کر دیتا تو میں ایک نظر میں اسد کا گھر پہچان لیتا۔

میں مضطربانہ انداز میں قالین پر ٹہلتا رہا۔ اسی دوران میں' میں نے بے خیالی میں سگریٹ سلگالی۔ اعصابی دباؤ کے سبب میں یہ حقیقت فراموش کر بیٹھا کہ اس وقت میں کمرے میں اکیلا نہیں تھا۔ بستر پر غزالہ گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ اندھیرے کمرے میں لائٹر کا شعلہ بھڑکا تو اس کی چمک سے غزالہ ہڑبڑا کر بیدار ہوگئی۔

لائٹر جل کر بجھ گیا۔ اندھیرے میں ایک انسانی ہیولے کے موہوم سے خدوخال دیکھ کر غزالہ ڈر گئی ''کک..... کون ہے؟'' اس کے حلق سے پھنسی پھنسی اور خوف زدہ آواز برآمد ہوئی۔

''ڈرو نہیں' میں کمرے میں ٹہل رہا ہوں!'' میں نے اسے دلاسا دیا۔

میری آواز سنتے ہی غزالہ نے بیڈ سوئچ دبا کر کمرا روشن کر دیا ''آ..... آپ اس وقت ٹہل رہے ہیں..... وقت دیکھا ہے آپ نے!'' اس نے پریشان ہو کر کہا۔

''میں ابھی گہری نیند سے اٹھا ہوں' اسد کا فون آیا تھا۔ اس وقت راجن کا ایک آدمی اس کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے۔''

''اوہ خدا!'' غزالہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا ''یہ کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے۔''

''کچھ نہیں معلوم۔'' میں نے ذہنی انتشار کے عالم میں جواب دیا ''اس نے اپنے دروازے پر جانے سے پہلے مجھے فون کر کے خبر دی ہے تاکہ اس کے ساتھ کوئی اونچ نیچ ہونے کی صورت میں ہمیں یہ معلوم رہے کہ اس کا آخری ملاقاتی کون تھا۔''

''پھر کیا سوچ رہے ہیں؟'' وہ پھرتی سے بستر سے اتر آئی۔ اصل صورتِ حال کا اندازہ ہوتے ہی اس کا نیند کا خمار رخصت ہوگیا۔ وہ کہہ رہی تھی ''اسد کا گھر آپ کا دیکھا ہوا ہے' ہمیں بلا تاخیر وہاں پہنچنا چاہیے۔ پتا نہیں وہ بے چارہ کس مشکل سے دوچار ہے۔''

اس نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ میری دلی خواہش بھی وہی تھی لیکن اسے عملی جامہ پہنانا کسی صورت میں ممکن نہیں تھا۔ میں نے غزالہ کو اپنی مجبوری سے آگاہ کیا تو اس کی پیشانی پر فکرمندی کی لکیریں ابھر آئیں۔

''یہ تو بہت زیادہ پریشان کن صورتِ حال ہے۔'' وہ پُرتشویش لہجے میں بولی ''ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ کس پریشانی سے دوچار ہے اور ہم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔''

میں خاموش رہا۔ میرے پاس اس موقع پر کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ چند گھنٹوں بعد وہ اپنے دفتر کا رخ کرتا تو وہاں اسے فیکس مشین پر اپنے تبادلے کا حکم نامہ مل جاتا پھر شاید کوئی اسے فون پر یہ بھی بتا دیتا کہ اس کے لیے اپنے جانشین کا انتظار کرنا ضروری نہیں' وہ جب چاہے اپنی سہولت کے مطابق پاکستان روانہ ہوسکتا ہے۔

اسد اس بات سے قطعی بے خبر تھا۔ دوسری طرف راجن نے بھی نہایت عجلت اور بے صبری کا مظاہرہ کیا تھا۔ اگر وہ اپنے آدمی کو اسد کے گھر بھیجنے میں چند گھنٹے کی تاخیر کرتا تو اسد کے سارے مسائل از خود حل ہو جاتے۔ وہ اپنے حریفوں میں سے کسی کا سامنا کرنے سے پہلے بنکاک سے نکل جاتا۔

انسان لاکھ تدبیریں کرلے' ہوتا وہی ہے جو کاتبِ تقدیر نے اس کے مقسوم میں لکھ دیا ہو۔ اسد اپنے مقدر کی اسی بے رحمی کا شکار ہوا تھا۔ میں نے غزالہ سے زیادہ کھل کر بات نہیں کی لیکن میں دل ہی دل میں نہایت فکرمندی کے ساتھ دعائیں مانگ رہا تھا کہ اسد اس مرحلے سے گزر کر کم از کم اس حال میں ضرور رہے کہ فوری طور پر سفر کر سکے۔ متوقع مار دھاڑ کے نتیجے میں اگر وہ زیادہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا تو اس کی روانگی التوا کا شکار ہو سکتی تھی۔

ذہن پر کوئی دباؤ نہ ہو تو وقت یوں چپکے سے گزر جاتا ہے کہ گھنٹوں اور پہروں کا بھی پتا نہیں چلتا' انتظار کیا جا رہا ہو تو ایک ایک پل یوں رینگ رینگ کر گزرتا ہے کہ اعصاب چٹخنے لگتے ہیں۔ دس منٹ بعد میرے فون کی گھنٹی ایک بار پھر بجی اور میرے دل کی دھڑکنیں یک لخت تیز ہوگئیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گھنٹوں بعد میرے فون میں جان پڑی ہو۔

میں نے نہایت عجلت کے عالم میں کال وصول کی۔ دوسری طرف سے اسد کی آواز سنتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بکھرتے ہوئے اعصاب میں یکا یک جان پڑ گئی ہو۔ اس

Downloaded from https://paksociety.com

وقت اہم ترین بات یہ تھی کہ اسد کی آواز میں خوف یا گھبراہٹ کا کوئی عنصر نمایاں نہیں تھا۔ اس نے نہایت پرسکون اور آسودہ آواز میں ہیلو کہا تھا۔

''کہو..... میں سن رہا ہوں!'' اس کی زبان سے وہ لفظ ادا ہوتے ہی میں نے بے تابانہ انداز میں اسے لقمہ دیا ''وہ کہاں ہے..... کیوں آیا تھا؟''

''راجن کی طرف سے دوستی کا پیغام لایا تھا۔ میں نے بہت رکھائی سے اسے اپنے دروازے سے ہی رخصت کر دیا۔'' اسد کی آواز سے بے پروائی مترشح تھی ''اس کے بارے میں میرے سارے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے وہ سراپا انکسار بنا ہوا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ راجن آج رات مجھ سے دوبارہ ملنے کا خواہش مند ہے۔''

''تم کو اس کے منہ پر تھوک دینا چاہیے تھا وہ.....!''

''غصہ نہ کرو' صبر سے کام لو!'' اس نے میرے اشتعال کا اندازہ کر کے میری بات کاٹتے ہوئے کہا ''میں نے اسے بتا دیا کہ میں راجن کی گھٹیا حرکتوں سے بے خبر نہیں ہوں' شاید وہ مجھے بہانے سے دوبارہ بلا کر پچھلی رات کا حساب بے باق کرنے کے چکر میں ہے۔''

''سو فی صد یہی چکر ہے۔'' میں نے پُرزور انداز میں اس کی تائید کی ''رات کو اس کے بھیجے ہوئے چاروں بدمعاشوں نے منہ کی کھائی ہے' اب اس ملعون کی کسی بات پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔''

''اس نے میرے لگائے ہوئے الزام کی تردید نہیں کی۔'' اسد کی آواز میں نرمی اتر آئی ''اس نے راجن کی طرف سے پچھلی رات کے واقعے پر معذرت کی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ راجن سے میرے بارے میں اندازے کی غلطی ہوئی ہے۔ ہم دونوں کی دلیری نے اسے بہت متاثر کیا ہے اب وہ ہم سے دوستانہ فضا میں ملنا چاہتا ہے۔ اس نے یقین دلایا ہے کہ اس بار ہمارے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آئے گا۔''

''تمہارے انداز سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم اس سے ملنے کا فیصلہ کر چکے ہو!'' میں نے قدرے ترش لہجے میں شبہ ظاہر کیا۔

''دوستی یا دشمنی..... میرے لیے ان دو میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب ناگزیر ہو چکا ہے۔'' اس نے جواب دیا ''اس کی نظروں میں آ جانے کے بعد اب غیر جانب دار رہنا ناممکن ہو چکا ہے' راجن کے قاصد سے بات کرتے ہوئے یہ نکتہ میرے ذہن میں پوری طرح واضح ہو چکا تھا پھر بھی میں نے اسے کوئی واضح جواب دیے بغیر لوٹا دیا۔''

مجھے یہ جان کر اطمینان ہوا کہ اسد نے اس سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ اگر وہ راجن کے آدمی سے کچھ وقت لے چکا تھا تو اس کے لیے یہی کافی تھا۔ اسد کو یہ علم نہیں تھا کہ اس کے دفتر کی فیکس مشین پر اس کے تبادلے کا حکم نامہ اس کا منتظر تھا۔ دن طلوع ہونے کے بعد اس کے لیے سب کچھ تبدیل ہونے والا تھا۔ اس سے پہلے کہ اسے راجن کو کوئی جواب دینے کی ضرورت پیش آتی' وہ بنکاک سے کراچی یا لاہور کی طرف پرواز کر چکا ہوتا۔

''تم نے اس سے کس طرح گلوخلاصی حاصل کی؟''

سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی میں اپنے تجسس پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

میرے کان میں اسد کی ہنسی کی ہلکی سی آواز گونجی پھر وہ بولا ''زمانہ خراب ہے۔ جو دبتا ہے اسے بے رحمی سے دبا دیا جاتا ہے۔ آنکھیں نکال کر سینہ زوری کرنے والے سے ہر ایک ڈرتا ہے میں نے اسی اصول پر عمل کیا اور کامیاب رہا۔ اس کا نرم اور مفاہمانہ رویہ دیکھتے ہوئے میں نے جارحانہ تیور اختیار کر لیے' میں نے کہا کہ میں سوچ کر جواب دوں گا۔ میں نے اس بات پر خاصی برہمی ظاہر کی کہ وہ نامناسب وقت پر میرے گھر کیوں آیا۔''

اسد نے مزے لے کر وہ تفصیل سنائی۔ میں پوچھا ''تمہارا آخری سوال بہت معقول تھا۔ تم کو اس کا کیا جواب ملا؟''

''اس کی وضاحت سن کر میں اپنی چوٹوں کا درد کچھ دیر کے لیے بھول گیا۔'' ایک بے ساختہ ہنسی کے ساتھ اس کا جواب آیا ''ہمارے ہاتھوں پٹنے والوں کا حشر بہت برا ہوا۔ شاید انہوں نے موتی محل کا رخ کرنے سے پہلے کہیں رک کر اپنے ادوسان درست کیے ہوں گے۔ قاصد کا کہنا تھا کہ ان کی رپورٹ ملتے ہی راجن نے اسے میری طرف روانہ کر دیا۔''

''کیا وہ چاروں موتی محل کے آدمی تھے؟''

''مجھے یہ سب جاننے کی ضرورت نہیں تھی۔ میرے لیے اس کا یہ اعتراف کافی تھا کہ راستے میں ہم پر حملہ آور ہونے والے راجن کے آدمی تھے۔ وہ کہاں سے آئے' کہاں گئے انہوں نے اپنے آقا کو کیسے رپورٹ دی' یہ سب باتیں میرے لیے غیر اہم ہیں۔''

''میرے ذہن سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا۔'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''میں نے تمہارا گھر دیکھا ہوا ہے لیکن وہاں پہنچنا میرے لیے ناممکن ہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا

Downloaded from https://paksociety.com

کہ میں تمہارے لیے کیا کروں۔ غنیمت ہے کہ وہ بلائل گئی۔''

''اس کی پہلی جھلک دیکھ کر میرے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے اور میں نے کلمہ پڑھ لیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ چاروں آدمیوں کی ناکامی کا بدلہ لینے کے لیے پوری تیاری کے ساتھ آیا ہے اور دروازہ کھلتے ہی گولیوں کی باڑ میرا استقبال کرے گی۔''

اسد کے پہلے اور دوسرے فون کا درمیانی وقفہ میرے لیے بہت ہولناک اور اعصاب شکن تھا۔ خوف' تذبذب اور بے یقینی کے وہ روح فرسا لمحات کسی ڈراؤنے خواب کی طرح آکر گزر گئے تھے۔ اسد اس بارے میں زیادہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھا لیکن میں اس سے باتوں میں لگا رہا۔ وہ بے خبر تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ وہ بنکاک میں زیادہ دیر کا مہمان نہیں تھا۔ اس کی روانگی سے پہلے مجھے اس سے زیادہ سے زیادہ امور کے بارے میں آگاہی حاصل کرلینی چاہیے تھی۔

اس دوران میں کئی بار میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اسے اعتماد میں لے کر تبادلے کی خبر سے آگاہ کردوں لیکن جلال سے کیا ہوا' رازداری کا وعدہ ہر بار میرے ہونٹوں کا قفل بن گیا اور کچھ دیر بعد گفتگو کا وہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

''آج کی رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ گئی.....'' اسد سے بات ختم ہوتے ہی غزالہ نے اپنی طرف سے کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''کم از کم تم یہ نہیں کہہ سکتیں۔ تم نے لمبی اور گہری نیند لی ہے۔''

''میں اپنے نہیں' آپ کے بارے میں کہہ رہی تھی۔'' اس نے خفت آمیز لہجے میں جواب دیا ''راجن کو صلح اور دوستی کا پیغام بھیجنا ہی تھا تو وہ دن نکل آنے کا انتظار نہیں کرسکتا تھا!''

''یہ اس کی بوکھلاہٹ کی کھلی علامت ہے۔'' میں نے کہا ''اپنے آدمیوں کے پٹنے کی خبر ملتے ہی اس نے اپنے قاصد کو اس کی طرف دوڑایا۔ اسد یہاں پاکستان کی سرکاری نمایندگی کررہا ہے۔ راجن کو خوف ہوگا کہ دن طلوع ہونے کے بعد اسد نے رات کے واقعے کی کوئی باضابطہ رپورٹ درج کرادی تو وہ مشکلات کا شکار ہوجائے گا۔ مفاہمت کا ہنگامی پیغام بھیج کر اس نے اپنے سر سے وہ خطرہ ٹالنے کی کوشش کی ہے۔''

''اس کا یہ خوف بے بنیاد ہے' ہوسکتا ہے کہ کل اسد یہاں سے نکل جائے۔'' اس نے فکرمندانہ لہجے میں کہا ''وہ ان الجھنوں سے بچ جائے گا' آپ کو ہر لمحے ہوشیار رہنا ہوگا کیونکہ اب آپ راجن کی نظروں میں آچکے ہیں۔''

''دیکھ لیا جائے گا۔'' میں نے اس کا ہاتھ تھام کر بے پروائی سے کہا ''ابھی صبح ہونے میں دیر ہے۔ آؤ سونے کی کوشش کرتے ہیں۔''

اس نے نرمی سے اپنا ہاتھ میری گرفت سے چھڑایا اور عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ میں اسے نظر انداز کرکے دوبارہ بستر پر دراز ہوگیا۔

تھکن کے باعث نیند نے جلد ہی مجھ پر غلبہ پالیا۔ شاید میں اس روز دن چڑھے تک سوتا رہتا لیکن دس بجے کے قریب غزالہ نے مجھے جھنجوڑ کر جگا دیا۔

''کیا مصیبت ہے..... مجھے نیند پوری کرلینے دو!'' میں نے اس کا ہاتھ جھٹک کر غنودگی کے عالم میں احتجاج کیا۔

''ابھی ابھی دفتر سے اسد کا فون آیا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ وہ ادھر آرہا ہے۔'' غزالہ نے اپنی کوشش جاری رکھتے ہوئے کہا ''وہ بہت خوش معلوم ہورہا تھا۔ شاید تبادلے کا حکم نامہ اس کے دفتر میں پہنچ گیا ہے۔''

وہ خبر ایسی تھی کہ مجھے نا چار بستر چھوڑنا پڑا۔ وال کلاک پر سرسری نظر ڈال کر میں سیدھا باتھ روم میں گھس گیا۔

ہم دونوں کمرے میں ناشتے میں مصروف تھے کہ اسد آپہنچا۔ اس نے معمول کے مطابق ہوٹل کی لابی سے فون کرکے اپنی آمد کی اطلاع دی اور اجازت پاکر اوپر آگیا۔

اس نے اپنی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک لگائی ہوئی تھی جس نے اس کی آنکھوں کے گہرے نیل چھپالیے تھے۔ چہرے کی دوسری خراشیں زیادہ گہری نہیں تھیں۔

میں نے پُرتپاک انداز میں اس کا استقبال کرتے ہوئے پوچھا کہ کہیں وہ کسی کو اپنے پیچھے تو نہیں لگالایا تھا۔ اس

ایک دوست نے دوسرے دوست سے کہا ''تمہارا کہنا ہے کہ تم جس لڑکی سے شادی کرنے جارہے ہو وہ کروڑوں کی دولت اور جائیداد کی مالک مگر نہایت بدصورت ہے؟''

''ہاں۔'' دوسرے دوست نے تائید کی۔

''اس کے باوجود تمہارا دعویٰ ہے کہ یہ محبت کی شادی ہے؟'' پہلے دوست نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ہاں..... مجھے دولت سے محبت ہے نا.....'' دوسرے دوست نے اطمینان سے جواب دیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

نے ہنس کر مجھے یقین دہانی کرائی کہ ایسا نہیں ہوا تھا۔

''رات کو بھی آپ دونوں کو یہی خوش فہمی تھی کہ آپ کا پیچھا نہیں کیا جارہا تھا۔'' غزالہ نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا ''لیکن ایک بند بازار میں ان چاروں نے آپ کو گھیر لیا۔ وہ آسمان سے نہیں ٹپکے ہوں گے' شروع سے پیچھا کررہے ہوں گے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ رات کو ٹیکسی ڈرائیور کی ہوشیاری ہمارے گلے پڑ گئی۔'' اسد نے ایک کرسی سنبھال کر کہا ''ہم دونوں میں سے کوئی ڈرائیونگ سیٹ پر نہیں تھا۔ صرف عقب نما آئینوں سے پیچھے آنے والوں پر نظر رکھی جاسکتی ہے۔ ہمیں مڑ کر دیکھنا پڑ رہا تھا۔ اس میں چوک ہوگئی۔ وہ گدھا ٹریفک سے بچنے کے لیے شہر کی گلیوں میں گھس گیا۔ وہاں کی تاریکی نے رہی سہی کسر پوری کردی۔ مجھے یقین ہے کہ اندھیرے راستے پر انہوں نے اپنی گاڑی کے ہیڈ لیمپس گل کرلیے ہوں گے۔ اس سے ہم دھوکا کھا گئے۔''

''اس وقت بھی تم ٹیکسی سے آئے ہوگے!'' غزالہ نے تصدیق چاہی۔

اسد اپنے سر کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے بولا ''دن کا اجالا میرا معاون تھا۔ ابتدائی سفر میں نے بس میں کیا اور ایک جگہ اترتے ہی ٹیکسی لے لی۔ بس میں کوئی میرا پیچھا کرتا بھی رہا تھا تو اسے اتنا موقع نہیں مل سکا کہ وہ دوسری ٹیکسی لے سکے۔ میرے روانہ ہونے تک سڑک پر دور تک کوئی اور خالی ٹیکسی نظر نہیں آرہی تھی۔''

''خوب!'' میں نے اس کے جواب سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا ''شاید اپنی اس ہوشیاری کی وجہ سے تم شگفتہ موڈ میں نظر آرہے ہو۔''

''اس وقت میرا ذہن ہلکا ہوکر بہت بلندیوں پر پرواز کررہا ہے۔'' اس نے غزالہ کی پیشکش پر ناشتے میں شامل ہوتے ہوئے' شوخی سے جواب دیا ''بگڑتے ہوئے حالات یکا یک سازگار ہوگئے ہیں۔ اب راجن سے دوبارہ سامنا ہونے کی نوبت نہیں آئے گی۔''

''اوہو.....! کیا وہ بنکاک سے کہیں بھاگ گیا ہے؟'' میں نے انجان بن کر حیرت سے پوچھا۔

''وہ نہیں بھاگا میرے کوچ کا فرمان آگیا ہے۔'' اس نے مسرت آمیز لہجے میں انکشاف کیا۔

''راجن سے گلوخلاصی ہونے پر تمہاری خوشی قابلِ فہم ہے۔''

''اس کا مجھے قلق ہے۔'' اس نے بلاتردد میری تردید کر ڈالی۔'' میں اپنی سرکاری پوزیشن کی وجہ سے کھل کر اس سے تصادم مول نہیں لے سکا لیکن میری خواہش تھی کہ میری آڑ لے کر تم اس کا تیا پانچا کرڈالو۔ میرے ساتھی کی حیثیت سے تمہیں اس تک رسائی حاصل ہوچکی تھی۔ اکیلے رہ جانے کے بعد تم اس کے قریب نہیں جاسکو گے۔''

''لیکن تمہارے مجروح چہرے سے اندر کی خوشی پھوٹی پڑ رہی ہے۔'' غزالہ نے اس کی پوری بات سن لینے کے بعد کہا۔

''یہ خوشی کچھ اور ہے' تم دونوں کو اس کا اندازہ نہیں ہوسکے گا۔'' اس نے عجیب سے لہجے میں جواب دے کر اپنا سر جھکالیا۔

''بتاؤ گے تو اندازہ ہوجائے گا۔'' غزالہ نے اسے چھیڑا۔

''نہیں ہوسکتا۔'' اس نے زور دے کر کہا ''روزی مرد کا زیور ہوتی ہے۔ وہ جہاں بھی اور جیسے بھی ملے' اس کی قدر کرنا چاہیے۔ دیکھ لو کہ میں روزی کی خاطر اپنے گھربار اور بال بچوں کو چھوڑ کر یہاں پڑا ہوا ہوں۔ بھابی.....! یہ بہت بڑا کرب ہوتا ہے۔ لوگ بہت مجبور ہوکر اپنوں کو چھوڑتے ہیں اور ہزاروں میل دور جاکر محنت اور مزدوری کرتے ہیں۔ ان کے دکھ درد کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا۔ بیمار ہوتے ہیں تو خاموشی سے کسی کونے میں اکیلے پڑے رہتے ہیں' کسی سے دل کی بات نہیں کرسکتے۔ کبھی کبھی تو ایسے خوفناک جذباتی لمحے آتے ہیں جب آدمی چاہتا ہے کہ پر لگا کر لمحہ بھر میں اپنوں میں پہنچ جائے' وقت گزر جاتا ہے اور ایسا نہیں ہوپاتا۔ اس وقت میری خوشی یہ ہے کہ میں دو برس سے زیادہ کی دوری کے بعد اپنے بیوی بچوں میں جانے والا ہوں۔ اس خوشی نے میرے دل کے سارے داغ دھو دیے ہیں۔''

''تم بہت خوش نصیب اور باکردار آدمی ہو۔'' میں نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر کہا ''کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو اپنے گھروں سے دور رہ کر خوش رہتے ہیں۔ ہر وقت ایسی نشاط گاہوں کی جستجو میں لگے رہتے ہیں جہاں انہیں جاننے اور پہچاننے والا کوئی نہ ہو..... ذرا تفصیل سے بتاؤ کہ اچانک کیا ہوا ہے۔''

''اچانک کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں نے پہلے ہی تمہیں بتادیا تھا کہ بنکاک میں میرے دو سال مکمل ہوچکے ہیں' تبادلے کا حکم کسی بھی وقت آسکتا ہے اور وہ آگیا۔ میں دفتر پہنچا تو وہاں دو فیکس آئے ہوئے تھے۔ ایک میں مجھے بنکاک کا چارج چھوڑ کر اسلام آباد ہیڈ کوارٹرز میں رپورٹ کرنے کی ہدایت

Downloaded from https://paksociety.com

کی گئی ہے۔ دوسرا پیغام جلال کی طرف سے تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ میں اپنی جگہ آنے والے کا انتظار کیے بغیر اولین فرصت میں یہاں سے چل دوں۔ آنے والا سب کچھ خود سنبھال لے گا۔'' اس نے بتایا۔

''تم چاہو تو دو چار دن یہاں رک سکتے ہو۔'' میں نے اسے ٹٹولنے کی نیت سے کہا۔

''اب رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جلال بہت مہربان افسر ہے۔ میں اس کا حکم نہیں ٹال سکتا۔ میں نے آج رات کی پرواز سے اپنی سیٹ بک کرالی ہے۔''

''اوہ..... تو یہ کہو کہ تم الوداعی ملاقات کے لیے آئے ہو۔'' اس بار میں واقعی چونک گیا۔

''سیٹ کا کنفرمیشن مل جانے کے بعد میں نے دفتر چھوڑا ہے۔ یہ چکر نہ ہوتا تو میں بہت دیر پہلے یہاں پہنچ گیا ہوتا۔''

''میں نے لمحہ بھر کے لیے سوچا پھر اس سے پوچھا ''تم نے ابھی تک سوبھراج کی ہلاکت کے بارے میں کوئی رپورٹ اپنے بڑوں کو بھیجی ہے؟''

''ہمارے درمیان طے ہوا تھا کہ اس خبر کو دبا دیا جائے۔'' اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا ''تم کو اچانک یہ سوال کیوں یاد آ گیا؟''

''تم جا رہے ہو' میں نے سوچا کہ اس اہم نکتے پر بھی بات کر لی جائے۔''

''تمہارے مشورے کے بعد میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ راجن نے سوبھراج کی بچی کھچی ہڈیوں کو شرما کا نام دے کر یہاں قصہ ختم کر دیا ہے لیکن میں ایک بات لکھ کر دینے کو تیار ہوں کہ اصل واقعہ پاکستانی ایجنسیوں سے زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رہ سکے گا۔ ہمارے آدمیوں کی کارکردگی سے شہرت یافتہ عالمی ایجنسیاں بھی خائف رہتی ہیں۔''

''کیا تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ تمہاری رپورٹ پر اعتبار نہیں کیا جائے گا؟''

''میں کچھ بھی نہیں کہہ رہا۔ فی الحال میری رپورٹ حرفِ آخر سمجھی جائے گی پھر سوبھراج کی تلاش شروع ہو گی۔ اس کی اچانک روپوشی ہمارے ذمے داروں کے لیے بہت بڑا سوالیہ نشان ثابت ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ قلیل سی مدت میں ہمارے آدمی یہ معما حل کر لیں گے۔''

''اس وقت تمہاری پوزیشن کیا ہو گی؟'' میں کھل کر اسے کچھ بتائے بغیر' ذہنی طور پر آنے والے غیر متوقع واقعات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ جلال شاید اسے دفتری چکروں میں مبتلا نہ کرے لیکن سوبھراج کے بارے میں خاموشی اختیار کرنے پر اسے ضرور رگڑے گا۔ اسد نے جو کچھ کیا میرے ایما پر کیا تھا۔ میری کوشش تھی کہ میں اس معاملے میں حتی الامکان اس کی مدد کر سکوں۔

''میری پوزیشن پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ راجن نے مرنے والے کو نرائن پر شاد شرما قرار دے کر میرا کام بہت آسان کر دیا۔ سوبھراج میرا ہدف نہیں تھا۔ اپنی عمومی ذمے داریوں کے دائرے میں رہتے ہوئے مجھے اس کی خبر خبر رکھنا تھی۔ اس کا پیچھا کر کے میں اپنی سرکاری پوزیشن کو داؤ پر نہیں لگا سکتا تھا۔ جو کچھ میرے سامنے آیا' میں نے آگے رپورٹ کر دیا۔ بعد کی تفتیش سے کوئی اور بات ثابت ہوتی ہے تو میری ذات پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔''

''اگر تمہارا کوئی افسر..... یا جلال ہی یہ کہے کہ تم نے دانستہ سوبھراج کے مرنے کی خبر چھپائی تھی تو تمہارا موقف کیا ہو گا؟'' میں نے سوچتے ہوئے سوال کیا۔

''یہ خیالی مفروضہ ہے۔ یہ راز ہم تینوں کے درمیان ہے ہم میں سے کسی کی مخبری کے بغیر جلال کے ذہن میں یہ خیال نہیں آ سکتا۔ اپنے محکمے میں محنت کر کے میں نے صرف اپنے گھر کا چولہا روشن رکھا ہے۔ میری عمر بھر کی کمائی صرف میری ساکھ ہے۔ جلال تو کیا اس سے اوپر والے بھی میری ساکھ پر کوئی شبہ نہیں کر سکتے۔''

اس نے بہت بڑی بات کہہ دی۔ میں نے وہ موضوع وہیں ختم کر دیا۔

''راجن تمہارے جواب کا منتظر رہے گا' تم آج رات یہاں سے روانہ ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد راجن کا کیا بنے گا۔''

''میرا امتحان لے رہے ہو؟'' اس نے مسکرا کر سوال کیا پھر کہا ''تم گرو ہو یہ سب سوچنا تمہارا کام ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم اس کی گردن توڑ دو گے۔ اس کے ساتھ تم کو ڈان کی پراسرار قید سے بھی نجات مل جائے گی۔ افسوس اس بات کا رہے گا کہ میں ان کامیابیوں میں تمہارا شریک نہیں رہوں گا۔''

''تمہارے چلے جانے کے بعد میں تمہارا نام استعمال کروں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟'' میں نے لمحہ بھر کی خاموشی کے بعد سوال کیا۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ میرے لیے عزت کی بات ہو گی کہ تم جیسا عظیم آدمی میرے نام سے فائدہ اٹھانے

Downloaded from https://paksociety.com

کے بارے میں سوچے لیکن یہ کیسے ہوگا۔ میری روانگی راجن سے زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رہ سکے گی۔ مجھے روانگی سے پہلے تھائی حکام کو آگاہ کرنا ہوگا۔ یہ کام میں نے آخری مرحلے کے لیے التوا میں ڈالا ہوا ہے۔''

''مجھے تمہاری اجازت درکار تھی۔ اب دیکھوں گا کہ کیا کیا جاسکتا ہے۔ میں تمہارا ساتھی بن کر راجن سے ملا تھا۔ اسی حیثیت میں اس سے کوئی رابطہ کرسکتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میں تمہارا کوئی معذرتی پیغام اس تک لے جاؤں۔''

''یہ واقعی ممکن ہے۔'' اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ''تم تیزی کے ساتھ نت نئی راہیں نکالنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔''

''زندگی اور موت کا کھیل جاری ہو تو ہر شخص کا ذہن ایسی تیزی دکھانے لگتا ہے۔''

اس کی روانگی کا پروانہ اچانک نازل ہوا تھا۔ اس کے پاس صرف چند گھنٹے رہ گئے تھے۔ اس مدت میں اسے کئی کام نمٹانے تھے۔ یہ اس کی بڑائی تھی کہ وہ وقت نکال کر مجھ سے ملنے کے لیے آیا تھا لیکن وہ زیادہ دیر تک میرے پاس نہیں ٹھہر سکا۔ میں نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ اسے اپنے ہوٹل کے کمرے سے رخصت کردیا۔

''یہ بھی چلا گیا۔'' اس کے جانے کے بعد غزالہ نے اداسی سے کہا ''اب ہم یہاں ڈان اور چاؤ فان کے رحم وکرم پر رہ گئے ہیں۔''

''راجن' ڈینی کے خون کا پیاسا ہے۔'' میں نے بائیں آنکھ دبا کر کہا ''دعا کرو کہ وہ اسد کے ساتھی کا خیر خواہ بن جائے۔ دشمن کی صفوں میں گھل مل کر کام کرنے کا اور ہی مزہ ہوتا ہے۔''

''تو کیا آپ اس بارے میں سنجیدہ ہیں؟'' غزالہ نے حیرت سے پوچھا۔

''سنجیدہ نہ ہوتا تو اسد سے اس بارے میں ہرگز بات نہ کرتا۔''

''یہ بہت مشکل راستہ ہوگا۔'' غزالہ کی پیشانی پر تشویش کی لکیریں ابھر آئیں ''راجن کے بارے میں اب تک جو کچھ سامنے آیا ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فطری اعتبار سے سفاک قاتل ہے۔ اسے آپ پر ذرا بھی شبہ ہوگیا تو وہ کوئی رورعایت نہیں دے گا۔''

''مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔'' میں نے ہنس کر کہا ''میں اسی قسم کے جانوروں سے لڑ کر زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

میں غزالہ سے حوصلہ مندی کی باتیں ضرور کررہا تھا لیکن اسد کے لیے میرا دل اداس تھا۔ اس شریف النفس آدمی سے میری رفاقت بہت مختصر رہی تھی لیکن اس نے اپنا دامن بچاتے ہوئے روز اول سے مجھے ایسی بھرپور معاونت فراہم کی تھی کہ اس کا بدل ملنا مشکل تھا۔ اگر اس نے اپنے تھائی دوست کے ذریعے یہ سراغ نہ لگایا ہوتا کہ راجن کی سفید لینڈ کروزر شہر سے دور لوپ بوری میں موجود ہے تو ہمارے لیے سوبھراج ایک بھولا ہوا خواب بن کر رہ جاتا اس کے تابوت میں آخری کیل اسد نے لگائی تھی۔

اس کے چلے جانے کے بعد میرے بوجھ میں اضافہ ہونا ناگزیر تھا۔ سب کچھ مجھے خود ہی کرنا تھا۔ سوبھراج کا فتنہ ختم ہوگیا تھا۔ ابتدا میں مجھے راجن کی ذات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ڈان کی خوشنودی کے لیے مجھے راجن سے بدترین دشمنی کا سوانگ رچانا پڑا تھا۔ بعد میں جلال نے بھی اس کی سرکوبی کی خواہش ظاہر کی اور میں راجن کی راہ پر لگ گیا۔

ڈان کی خواہش تھی کہ بنکاک سے جلد از جلد راجن کا صفایا ہوجائے۔ وہ خود گوشہ نشین ہونے کے باوجود خاصا طاقتور آدمی تھا لیکن خود راجن کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا تھا یا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ذمے داری مکمل طور پر میرے سر آپڑی تھی۔

اس وقت میں کم از کم تین سمتوں سے راجن کے خلاف محاذ کھولنے کی پوزیشن میں آچکا تھا۔

سب سے پہلے اس کی وائٹ ہاک نامی لانچ میری نظروں میں آئی۔ اگر چاؤ فان ذرا سی بھی دل جمعی سے کام لیتا تو آنے والے چند دنوں میں راجن کی وہ پرشکوہ لانچ سمندر میں غرق ہوسکتی تھی۔ دوسری طرف میں نے اپنے اصل روپ میں اس سے رابطہ کرکے اسے دھمکی دی ہوئی تھی کہ اس نے جلد ہی بنکاک کا میدان خالی نہ کیا تو میں سوبھراج کی موت کا راز فاش کرکے' امریکیوں کو راجن کے لہو کا پیاسا بنادوں گا۔ میں جانتا تھا کہ میرے لیے اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانا ممکن نہیں تھا مگر راجن ان نزاکتوں سے بے خبر تھا۔ بوکھلاہٹ میں وہ کوئی بھی ایسا اقدام اٹھا سکتا تھا جس کے نتیجے میں مجھے اس کے خلاف کوئی بڑی کامیابی حاصل ہوسکتی تھی۔

اس ضمن میں اسد نے مجھے اپنے معاون کے طور پر موتی محل میں لے جاکر تیسری راہ نکالی تھی۔ مجھے وہ راہ سب سے بہتر نظر آرہی تھی۔ اگر میرا داؤ چل جاتا اور راجن اس روپ میں مجھے اپنا ہم نوا تسلیم کرلیتا تو میں اس پر بہت قریب سے ایسا کاری وار کرسکتا تھا کہ وہ جاں بر نہ ہوپاتا' جلال کی

Downloaded from https://paksociety.com

خواہش پوری ہوجاتی' ڈان کے لیے راستہ صاف ہوجاتا اور مجھے بنکاک کی غیر رسمی قید سے آزادی مل جاتی۔

جب تک اسد بنکاک میں تھا' میں کسی سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ راجن کے چنگل میں آنے سے بال بال بچا تھا۔ اسے وہاں سے نکل جانے کا موقع مل گیا تھا تو اسے پوری رازداری اور خاموشی کے ساتھ بنکاک سے نکل جانا چاہیے تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری کسی کارروائی کی وجہ سے اسد کی روانگی میں کوئی موہوم سی رکاوٹ بھی پیدا ہو۔ ایک بار اس کا طیارہ تھائی زمین چھوڑ دیتا تو میں پوری بے فکری سے اپنے کام کا آغاز کرسکتا تھا۔

کچھ لوگ ایسے کاہل اور آرام طلب ہوتے ہیں کہ کام کے نام سے ان کی جان نکلتی ہے۔ وہ اپنا سارا وقت بے عملی اور عیش کوشی میں گزارنا چاہتے ہیں۔ میرا مزاج بالکل مختلف ہے۔ سامنے کوئی مصروفیت نہ ہو تو میرے لیے ایک ایک پل گزارنا دوبھر ہوجاتا ہے۔

راجن میرا بڑا ہدف تھا مگر میں اسد کی روانگی تک خاموش رہنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ اس کی پرواز رات کو روانہ ہونے والی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ مجھے وہ دن خالی رہ کر گزارنا تھا۔ ہوٹل کے بند کمرے میں مسلسل آٹھ دس گھنٹے گزارنا میرے بس سے باہر تھا۔ میں نے غزالہ سے اس مسئلے کا ذکر کیا تو اس نے سنجیدگی کے ساتھ مجھے آئینہ دیکھنے کا مشورہ دیا۔

مجھے شبہ ہوا کہ وہ مجھ سے مذاق کررہی تھی۔ میں نے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہاں سنجیدگی کے سوا کچھ نہ پایا۔ غیر ارادی طور پر میرے قدم ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔

آئینے میں مجھے اپنے چہرے پر دو ہلکے نیل نظر آئے جو پچھلی رات کو ہونے والی مار دھاڑ کے نتیجے میں معرضِ وجود میں آئے تھے۔

''نشان اتنے گہرے اور نمایاں نہیں ہیں۔'' میں نے اپنے چہرے پر انگلیاں پھیرتے ہوئے' دھیرے سے کہا'' یہ بنکاک ہے یہاں تشدد آمیز تفریحی مشاغل میں ہر رات نہ جانے کتنے مردوں کے چہروں پر عورتیں ایسے یادگار نشانات چھوڑتی ہوں گی۔''

''میرا کام توجہ دلانا تھا۔ فیصلہ آپ خود کرسکتے ہیں۔'' اس نے زیرِ لب مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا'' آپ ہر شخص کو عقابی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ میں نے بازار میں چلتے پھرتے ہوئے یہ بات نوٹ کی ہے کہ بہت سے نوجوان غیر ملکیوں کے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر ایسی ہلکی پھلکی چوٹوں اور خراشوں کے نشان نظر آتے ہیں۔ اب آپ نے اس کا سبب بھی بتا دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تشدد شامل ہونے کے بعد کوئی بھی تفریح کیسے برقرار رہ سکتی ہے۔ اسے تو عذاب کہنا چاہیے۔''

''ایسی باتوں کا سمجھ میں نہ آنا ہی بہتر ہے۔ یہ سب بگاڑ کی نفسیاتی گرہیں ہوتی ہیں۔ کچھ لوگوں کو پٹنے میں مزہ آتا ہے' بعض مار دھاڑ کیے بغیر آسودگی حاصل نہیں کرپاتے۔ میرا خیال ہے کہ یہ نشان کسی پریشانی کا سبب نہیں بنیں گے۔ بے چارے اسد کا چہرہ تو بہت زیادہ بگڑا ہوا ہے پھر بھی وہ یہاں دوڑا چلا آیا۔''

''اس میں اور آپ میں فرق ہے۔ وہ آج رات اس شہر خرابات کو خیرباد کہہ رہا ہے' آپ کو یہاں رہنا ہے۔ آپ سے رات کو ٹکرانے والے چاروں آدمیوں میں سے کسی نے دیکھ لیا تو مشکلات پیدا ہوجائیں گی۔''

میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا'' انہیں چار چوٹ کی مار پڑی ہے۔ وہ کئی دنوں تک باہر نہیں نکل سکیں گے۔ ویسے بھی راجن کی طرف سے اسد کے لیے آنے والے مصالحتی پیغام کے بعد ان لوگوں سے کسی فوری تصادم کا خطرہ ٹل گیا ہے۔''

''آپ کہاں جانا چاہ رہے ہیں؟'' غزالہ نے تجسس سے پوچھا۔

''کمرے میں بند رہ کر وحشت ہورہی ہے۔ شہر بہت وسیع ہے' کہیں بھی نکل جائیں گے۔''

''میں پانچ منٹ میں تیار ہورہی ہوں۔'' اس نے بلا کسی پس و پیش اپنی جگہ چھوڑ دی۔

ہم دونوں کمرے سے نکلنے ہی والے تھے کہ میرے موبائل پر چاؤفان کی کال آگئی۔

''ماسٹر! تمہارا خادم ہوٹل کے باہر تمہارا انتظار کررہا ہے۔'' رابطہ ہونے پر چاؤفان کی خوشامدانہ آواز میرے پردۂ سماعت سے ٹکرائی۔

''کرتا رہے..... میں اس وقت باہر جارہا ہوں۔'' میں نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔

''ماسٹر! یہ ملاقات ضروری ہے۔ میں فون پر سب کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''بعض اوقات تم خدا کے بھیجے ہوئے عذاب کی طرح میرے سر پر مسلط ہوجاتے ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔'' میں نے مصنوعی برہمی کا مظاہرہ کیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''تم یقین کرو..... اس وقت مجھے کسی نے تمہارے پاس نہیں بھیجا۔ میں خود تم سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔'' میری کہی ہوئی بات اس کی موٹی عقل کے اوپر سے گزر گئی۔

''رکے رہو! میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔'' میں نے بے زاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فون بند کیا اور غزالہ کی طرف مڑ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''لو یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ چاؤفان یہاں آپہنچا ہے۔''

''آپ اس پر غصہ ہو رہے تھے' اب خوش نظر آرہے ہیں!'' اس نے حیرت سے سوال کیا۔

''وہ بہت ڈھیٹ اور منہ پھٹ ہے۔ میں اسے اس کی اوقات میں نہ رکھوں تو وہ مجھے ہدایات دینا شروع کردے گا۔'' میں نے خوش دلی سے کہا۔

''کیا آپ اس کے ساتھ جانے کے لیے پرتول رہے ہیں؟''

''بہتر یہی ہوگا کہ ہم دونوں ایک ساتھ باہر نہ نکلیں۔ وہ نہ آتا تو ہمیں مجبوراً جانا ہی پڑتا۔ اب تم اپنی مرضی سے شہر گھوم سکتی ہو۔ میں اس کے ساتھ کچھ وقت گزاروں گا۔ دوپہر کے کھانے کے وقت میں لوٹ آؤں گا۔''

غزالہ نے غور سے میری طرف دیکھا پھر سر جھکا کر بے چارگی سے بولی ''جیسی آپ کی مرضی..... میں آپ کی خواہش پر باہر جانے کے لیے آمادہ ہوئی تھی۔ آپ نے اپنا پروگرام بدل لیا ہے تو میں یہیں رک کر وقت گزاروں گی۔''

وہ ناراض نہیں ہوئی تھی لیکن میرے فیصلے کی تبدیلی سے اسے مایوسی ہوئی تھی۔ میرے لیے یہ بات تسلی بخش تھی کہ اسے چاؤفان سے میری ملاقات کی اہمیت کا پورا ادراک تھا۔ اسے افسوس اس بات کا تھا کہ چاؤفان نے اچانک دخل انداز ہوکر ہم دونوں کے سیر کے پروگرام کو درہم برہم کردیا تھا۔

چاؤفان تھکی سڑک کے کنارے میرا انتظار کررہا تھا۔ میرے پاس غزالہ کی ناز برداری کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ میں نے اس سے تسلی کے چند بول کہے اور چاؤفان سے ملنے کے لیے روانہ ہوگیا۔

اس نے معمول کے مطابق پُرتپاک انداز میں چہک کر میرا استقبال کیا اور میرے سوار ہوتے ہی گاڑی آگے بڑھادی۔

''ماسٹر! تمہارے چہرے پر پڑے ہوئے نشانات دیکھ کر مجھے دکھ ہورہا ہے۔''

''میری طرف دیکھنے کے بجائے اپنی نگاہیں سڑک پر مرکوز رکھو۔'' میں نے خشک لہجے میں اسے مشورہ دیا۔

''میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی بدتمیز تم پر ہاتھ اٹھا سکتا ہے۔''

''محبت اور جنگ میں سب کچھ چلتا ہے۔ دشمن بھاری پڑجائے تو ڈان جیسا آدمی میدان میں اترنے سے ہچکچاتا ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ میں تمہارے شہر کے اچکوں سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوں' تمہارے ساتھ گھوم رہا ہوں۔''

''یہ بات ڈان بھی مانتا ہے' تم بہت نڈر ہو۔''

''کیا تم نے ان فضول باتوں کے لیے مجھے بلایا ہے؟'' میں نے تلخی سے پوچھا۔

''تم نے مجھے بہت بڑی مشکل میں پھنسایا ہوا ہے۔ ابھی تک کسی غوطہ خور کا بندوبست نہیں ہوسکا۔''

''باقی سامان بھی نہیں مل رہا ہوگا!'' میں نے طنز سے کہا۔

''میں اتنا گیا گزرا نہیں ہو۔ سب بندوبست ہوگیا ہے۔ تمہارے بتائے ہوئے طوفانی مقناطیس بھی مل گئے ہیں' بوٹس میری اپنی ہیں۔ انہیں ایک ویران کھاڑی میں لگا کر سارے شناختی نشان چھپائے جارہے ہیں تاکہ وائٹ ہاک کے محافظ اپنی دوربینوں سے بھی ہماری بوٹس کو نہ پہچان سکیں۔''

''غوطہ خور کا بندوبست نہ ہوا تو پھر یہ کام میں خود سرانجام دینے کی کوشش کروں گا۔ کاسٹیوم اور دوسرا سامان تو مل جائے گا نا!''

''سب مل جائے گا۔'' وہ چونک کر بولا ''تم نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ تم بھی غوطہ خوری جانتے ہو!''

''میں صرف تیرنا جانتا ہوں' زندگی میں کبھی غوطہ خوری نہیں کی۔ ذرا سی مشق کے بعد یہ بھی ہوجائے گا۔ غوطہ خور آسمان سے نہیں اتارے جاتے۔ وہ ہم جیسے انسان ہوتے ہیں۔''

''تم ہر فن مولا ہو' میں تو ڈھنگ سے ڈوبنا بھی نہیں جانتا۔'' اس نے بے ہنگم سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

گاڑی میں کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ اس سکوت کو چاؤفان نے ہی توڑا۔ ''ماسٹر! تم ڈینی نام کے کسی پاکستانی سے واقف ہو؟''

اس کی زبان سے اپنا نام سن کر میں چونک گیا۔ اپنی حیرت چھپاتے ہوئے میں نے سرسری انداز میں کہا ''نام ہی نام سنا ہے' اس سے ٹکرانے کی آرزو ہے۔ تمہیں بیٹھے بیٹھے یہ نام کیوں یاد آگیا؟''

''رات سے چھوٹا راجن کے آدمیوں نے شہر میں ڈینی

Downloaded from https://paksociety.com

نام کے ایک آدمی کی تلاش شروع کردی ہے۔'' اس نے انکشاف کیا''انہوں نے کئی مشتبہ پاکستانیوں سے مار پیٹ بھی کی ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی چھوٹا راجن کا بڑا دشمن ہے۔''

''یہ اچھا ہے۔راجن کی توجہ بٹ جائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارا کام آسان ہوجائے۔'' میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

میرے لیے وہ خبر انوکھی نہیں تھی۔سوبھراج کے چھوڑے ہوئے سیٹ لائٹ فون پر راجن سے میری بات ہونے کے بعد اسے ہر حال میں مجھے تلاش کرنے کی کوشش کرنا چاہیے تھی۔ میں نے فون پر اسے بہت سنگین دھمکیاں دی تھیں۔ اس نے مجبور ہوکر مجھ سے وقت مانگا جو میں نے دے دیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر مجھے ڈھونڈنے کی کوشش کرے گا۔ میرا قصہ پاک کرکے وہ بہت سے مصائب سے نجات حاصل کرسکتا تھا۔

''ماسٹر! آثار بتا رہے ہیں کہ ڈینی خطرناک آدمی ہے۔'' چاؤفان نے دھیمی اور پرجوش آواز میں کہا''کیوں نہ ہم بھی اسے تلاش کریں۔ اسے اپنے ساتھ ملا کر ہم چھوٹا راجن کو بہت جلد مار لیں گے۔''

''اس سے پہلے ڈینی تمہاری گردن مار دے گا۔'' میں نے غرا کر کہا''وہ پاکستان کا اشتہاری مجرم ہے۔ امریکیوں نے اس پر دو ملین ڈالر کا انعام رکھا ہوا ہے پھر بھی وہ آزاد ہے.....وہ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتا' تمہیں کیسے اپنے قریب آنے دے گا۔''

''وہ ایسا وحشی درندہ ہے تو اسے چھوڑو۔ ہوسکتا ہے کہ چھوٹا راجن اسی کے ہاتھوں مارا جائے۔ڈان اس کی موت کا خواہش مند ہے۔ ہم اسے ماریں یا ڈینی مار دے' بات ایک ہی ہوگی۔نتیجہ ہمارے اور ڈان کے حق میں ہوگا۔''

''کسی پگوڈا میں بیٹھ کر اسے کوسنا شروع کردو۔'' میں نے جل کر کہا''اگر وہ طاعون یا ہیضے سے مرجائے تو کسی کو کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔''

''ماسٹر! مجھے ایسی جلی کٹی باتیں نہ سنایا کرو۔'' اس نے غم زدہ لہجے میں شکوہ کیا''دو دشمنوں کی لڑائی سے اپنا فائدہ ہو رہا ہو تو خاموشی سے تماشا دیکھنا عقل مندی ہے۔اس میں کودنے سے فائدے کے بجائے نقصان ہوسکتا ہے۔''

''اپنے ان نادر خیالات سے ڈان کو آگاہ کردو۔ وہ تمہیں ایسے انعام سے نوازے گا کہ تمہارا دل باغ باغ ہوجائے گا۔''

اس نے ایک لمبا سا ٹھنڈا سانس لیا پھر بولا''ڈان کی بات نہ کرو' ہر معاملے میں اس کی سوچ انوکھی ہوتی ہے۔ میں اپنی اور تمہاری بات کررہا تھا۔ اگر تم بھی میرے ہم خیال نہیں ہو تو میں صبر کیے لیتا ہوں۔ بدھا نے کہا ہے کہ صبر میں روح کی شانتی ہوتی ہے۔''

''شانتی اسی وقت ہوگی جب روح جسم میں قید رہے۔تم نے ڈینی کی تلاش کا بیڑا اٹھایا تو تمہاری روح پہلی فرصت میں بدن کا ساتھ چھوڑ دے گی.....میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ڈینی یہاں کیا کررہا ہے۔اسے راجن سے کیا دشمنی ہوسکتی ہے۔''

''اپنی لائن میں بڑے لوگوں کے چکر بھی بڑے ہوتے ہیں۔ ہمیں ان باتوں سے کیا لینا۔ ہمیں اپنی توجہ اس کام پر مرکوز رکھنی چاہیے جو ڈان نے ہمیں سونپا ہے۔'' وہ ایک جھٹکے میں راہِ راست پر آگیا۔

اس کے بارے میں مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ وہ بنکاک کی زیرِ زمین دنیا کا ایک اہم کارندہ ضرور تھا لیکن اس سے آگے وہ بے خبری کے بازار میں رہ رہا تھا۔اسے میرے یعنی ڈینی کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس معاملے میں ڈان اتنا بے خبر نہیں ہوگا۔

''یہ بتاؤ کہ اس وقت تم کیوں آئے ہو؟'' کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد میں نے اچانک اس سے سوال کیا۔

''میں غوطہ خور کے مسئلے پر پریشان تھا۔تم نے ذرا سی دیر میں اس کا حل پیش کردیا۔'' اس نے بلاتامل جواب دیا''تمہاری پیشکش اپنی جگہ پر ہے' میری کوششیں جاری رہیں گی۔ یہ کام کسی پیشہ ور آدمی کو کرنا چاہیے۔کوئی نہیں مل سکا تو پھر تم کو زحمت کرنا ہوگی۔تمہارا متبادل سامنے آنے کے بعد میری پریشانی دور ہوچکی ہے۔''

''تمہاری کوششوں کا نتیجہ کب تک سامنے آجائے گا.....ہم زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرسکتے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''میرے اوپر تم سے زیادہ ڈان کا دباؤ ہے۔ مجھے آج شام تک کا وقت درکار ہے۔صبح ہم فیصلہ کرلیں گے۔'' اس نے پراعتماد لہجے میں بتایا۔

کچھ دیر بعد چاؤفان نے اپنی گاڑی ایک سرسبز پارک میں سے گزرنے والی سڑک کے کنارے روک دی۔گاڑی کا انجن اور اس کے ساتھ ایرکنڈیشنر چل رہا تھا۔اندر کی خنک فضا میں بیٹھ کر باہر کا منظر بہت دلفریب نظر آرہا تھا۔ہم دونوں گاڑی میں بیٹھے' باتیں کرتے رہے۔ مجھے اندازہ تھا کہ باہر

Downloaded from https://paksociety.com

نکلتے ہی گرم ہوا کے تھپیڑے دو منٹ میں حواس باختہ کر دیں گے۔

چاؤ فان چاپلوسی اور چرب زبانی میں یکتا تھا۔ اس نے نہ جانے کس طرح بنکاک کی عورتوں کا تذکرہ نکال لیا۔ اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ کسی ڈھنگ کے موضوع پر بات کرے گا۔ اس کے تذکروں کا محور شہر کی وہ پری پیکر اور خوش خصال خواتین تھیں جو مناسب معاوضہ لے کر چاؤ فان جیسے آدمی کو بھی ہنسی خوشی برداشت کر سکتی تھیں۔

''ماسٹر! ایک بات بتاؤ..... تم اپنی عورت ..... مم ..... میرا مطلب ہے کہ اپنی بیوی سے تنگ آئے ہوئے ہو نا!'' ان باتوں کے درمیان اس نے اچانک سوال کر ڈالا۔

''کیوں؟'' میں نے آنکھیں نکال کے کہا'' کیا اس پر ڈورے ڈالنے کا ارادہ ہے۔''

''میری توبہ!'' اس نے بے اختیار اپنے دونوں گالوں پر تھپڑ لگائے اور جلدی سے بولا'' میں ایسی گھٹیا بات سوچ بھی نہیں سکتا۔ بیوی کیسی ہی گئی گزری کیوں نہ ہو مرد اسے کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا۔ تم تو ویسے ہی غصے کے تیز ہو۔ اس بات پر کسی کا خون بھی کر سکتے ہو۔''

''پھر یہ نازیبا سوال تمہاری زبان پر کیوں آیا؟''

''ماسٹر! دماغ ٹھنڈا رکھو!'' اس نے بوکھلائے ہوئے دفاعی انداز میں کہا'' میں تمہارے لیے فائدے کی بات سوچ رہا تھا۔''

''کیا.....؟ جلدی بتاؤ۔'' میں نے سخت لہجے میں مطالبہ کیا۔

''مم ..... میں تمہیں ایک زبردست عورت سے ملوانا چاہتا ہوں۔'' اس نے جھجکتے ہوئے کہا'' شوقین اور بہت خوبصورت ہے' انگریزی روانی سے بولتی ہے۔ تم .....''

''بس!'' میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کرا دیا'' میں گندے پر اٹھوں پر اپنی سوکھی روٹی کو ترجیح دیتا ہوں۔ آیندہ مجھے ورغلانے کی کوشش نہ کرنا۔''

''پھر میں خود ہی اس سے ملوں گا۔'' اس نے مایوسی سے کہا'' ہو سکتا ہے کہ وہ لانچ میں آ کر ہمارے کام کے لیے راضی ہو جائے۔''

''کس کام کی بات کر رہے ہو؟'' میں جھلاہٹ کے باوجود اس سے سوال کیے بغیر نہ رہ سکا۔

''غغ .....غوطہ خوری!'' اس نے جلدی سے کہا'' وہ تین سال تک ایک مسافر بردار لانچ پر کام کر چکی ہے' شاید وہیں سے بگڑی ہو گی۔ زبردست تیراک ہے اور غوطہ خوری میں بھی مہارت رکھتی ہے۔ بڑی رقم کمانے کے لالچ میں وہ ہمارا ساتھ دے سکتی ہے۔''

''یہ یاد رکھنا کہ عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں۔ چند روز میں آدھے بنکاک کو پتا چل جائے گا کہ وائٹ ہاک کے پیندے میں تم نے بم لگوائے تھے۔''

''زبان کھولے گی تو مجھ سے پہلے وہ ماری جائے گی۔'' چاؤ فان نے دبی دبی' سفاکانہ ہنسی کے ساتھ کہا'' میں اسے دھوکا دے کر استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ اسے یہ نہیں بتایا جائے گا کہ ہم وائٹ ہاک میں بم لگانا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے میں نے وائٹ ہاک کی جاسوسی کی کہانی سوچی ہوئی ہے۔ وہ سمجھے گی کہ اسے حساس آلات کا ایک بکس لانچ کے زیر آب حصے میں لگانا ہے جس کے ذریعے وائٹ ہاک کی دن رات نگرانی کی جا سکتی ہے۔ وائٹ ہاک کی بربادی کی خبر سن کر اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔''

میں اس مکار کے چہرے پر ایک نظر ڈال کر رہ گیا۔ کسی جاننے والی عورت کو کھلا دھوکا دے کر اتنی بے رحمی سے استعمال کرنا اسی کے بس کی بات تھی۔

''ماسٹر! دل ہی دل میں تم مجھے ملامت کر رہے ہو گے۔'' اس بار وہ میرے دل کی بات پڑھ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد اس نے دوبارہ بولنا شروع کر دیا'' وہ بہت دل پھینک اور ہرجائی قسم کی عورت ہے۔ اس کی وجہ سے کئی گھرانے برباد ہوئے اور کم از کم ایک شریف آدمی نے خاموشی سے خودکشی کر لی۔ وہ ان بربادیوں کو اپنے کارناموں میں شمار کرتی ہے۔ تم خود بتاؤ کہ کیا ایسی عورت رحم یا ہمدردی کی حق دار ہو سکتی ہے.....؟ اگر وہ میرے جال میں پھنس گئی تو یوں سمجھو کہ اپنے زندگی بھر کے گناہوں کا کفارہ ادا کرے گی۔ حقیقت کھلنے کے بعد اس کا جو حال ہو سو ہو' سمندر کے سینے پر تیرنے والے بدی کے اڈے کی تباہی میں حصہ لینے سے اس کے بہتیرے گناہ دھل جائیں گے۔''

''چاؤ فان! یہ نہ بھولو کہ غیبی ہاتھ بہت طاقت ور ہوتا ہے۔ اس نے تمہارے گناہوں کی دھلائی شروع کر دی تو تم پر چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔''

''میرا کام ڈرائی کلیننگ سے بھی چل جائے گا۔'' اس نے بے پروائی سے ہنستے ہوئے کہا'' یہ بتاؤ کہ میرا پلان کیسا ہے!''

''کامیاب ہو جائے تو یہ سفاکی کا ایک شاہ کار ہو گا۔''

''میں نے تمہاری بیوی کی بات چھیڑی اور تم ناراض ہو گئے۔ میرا مطلب صرف اتنا تھا کہ شام کو تم بھی میرے

Downloaded from https://paksociety.com

ساتھ مادام سے ملنے چلتے تو تمہارا وقت بہت اچھا گزرتا۔ تم وجیہ مرد ہو۔ وہ تم پر مہربان ہو سکتی تھی۔ میری کامیابی بھی یقینی ہو جاتی۔''

مجوزہ کام کے بارے میں مجھے اس عورت کا کردار دلچسپ محسوس ہوا۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ چاؤفان کے ساتھ، میں بھی اس سے ملنے کے لیے جاؤں مگر میں نے اس خیال کو وہیں کچل کر فراموش کر دیا۔

چاؤفان پکا بدمعاش تھا۔ اس نے میری وجاہت اور مادام کی مہربانی کا ذکر کر کے ایک مرتبہ پھر مجھے بہکانے کی کوشش کی تھی میں اس کے ساتھ چلنے کے لیے رضامند ہو جاتا تو چاؤفان یہ سمجھتا کہ آخر کار میں نادیدہ مادام کے سحر کا اسیر ہو گیا۔

''تم سہاروں کے عادی ہو گئے ہو۔ اپنا شکار خود کھیلنے کی کوشش کیا کرو تم بھی کم وجیہ نہیں ہو، بس قد سے مار کھاتے ہو۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ میں نے یہاں دراز قامت لوگ کم دیکھے ہیں جن میں ڈان بھی شامل ہے۔''

''ڈان کا قد اپنے باپ پر گیا ہے۔ شاید میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس کا باپ امریکی سپاہی تھا جو ویت نام کا ایندھن بننے کے لیے بھیجا گیا تھا۔'' اسے یہ بات پسند نہیں آئی کہ میں نے اس کے قد کا موازنہ ڈان سے کر ڈالا تھا۔

''دوغلی نسل کے مقامی کشیدہ قامت ہو سکتے ہیں۔'' میں نے اپنے سر کو مفاہمانہ انداز میں جنبش دیتے ہوئے اسے اخلاقی سہارا دیا۔ ''اصل نسل تھائی باشندوں کے قد زیادہ لمبے نہیں ہوتے۔''

چاؤفان کی گاڑی کا انجن بہ دستور چل رہا تھا، اس نے گاڑی گیئر میں ڈالی اور پارک سے روانہ ہو گیا۔

''ماسٹر!'' کچھ دیر تک خاموشی سے گاڑی چلاتے رہنے کے بعد چاؤفان نے گمبھیر انداز میں اپنی زبان کھولی۔ ''سب انسانوں کا تعلق ایک نسل سے ہے تو ان کے قد کاٹھ یکساں کیوں نہیں ہوتے؟''

''تم بلاوجہ اس بات کو اپنے دل پر لے گئے۔'' میں نے شگفتہ لہجے میں کہا۔ ''چھوٹا قد ہونے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ دنیا میں چھوٹے قد والوں کے کارنامے آج بھی یاد کیے جاتے ہیں۔ تاریخ ان کے ذکر سے بھری ہوئی ہے۔''

''مگر میں تاریخ ساز نہیں ہو سکتا۔'' اس نے اداسی سے کہا۔ ''اپنی قوم کے لحاظ سے میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔ تمہارے مقابلے میں مجھے یکا یک کم تری کا احساس ہونے لگا ہے۔ چہرہ خراب ہو تو آدمی رقم خرچ کر کے پلاسٹک سرجری کروا سکتا ہے۔ قد کا تو کوئی علاج نہیں ہے۔''

''اونچی ایڑی کے جوتے پہنا کرو۔'' میں نے وہ بات مذاق میں اڑانے کی کوشش کی۔ ''مجھے یہ بتاؤ کہ مادام سے ملاقات کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے۔''

''مجھے اس سے ملنا پڑے گا۔'' اس نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ ''ڈان اس معاملے میں زیادہ تاخیر برداشت نہیں کرے گا۔''

''یہ بتاؤ کہ موتی محل میں ہونے والے دھماکے کے بارے میں کیا خبریں ہیں۔'' میں نے اسے باتوں میں مصروف رکھنے کے لیے اس انداز میں کہا جیسے میں اس کی زبان سے اپنی تعریف سننا چاہتا ہوں۔ حقیقت یہ تھی کہ اس بارے میں مجھے سرپیر کا کوئی پتا نہیں تھا۔ دھماکے کی خبر آئی اور ان لوگوں نے اس کا سہرا میرے سر منڈھ دیا بعد میں اس بارے میں کیا پیش رفت ہوئی، اس کی کوئی خیر خبر نہیں تھی۔

''تمہارے کام بہت پکے ہوتے ہیں۔'' اس نے سڑک خالی دیکھ کر اپنی گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے کہا ''موتی محل میں دھماکا کرنے والا زندہ بچا ہوتا تو بات ضرور آگے بڑھتی۔ اس کے مارے جانے کی وجہ سے سب کچھ وہیں ٹھپ ہو کر رہ گیا۔ سب حیران ہیں کہ وہ دھماکا کیسے ہو گیا۔ سننے میں آیا ہے کہ موتی محل میں اب خوف و ہراس کی فضا پائی جا رہی ہے سب ایک دوسرے کو شک و شبہے کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔''

''وہ مارا ضرور گیا لیکن اس کی نشان دہی ہو چکی ہے کہ وہ کون تھا۔ اس شناخت کی مدد سے کوئی نہ کوئی پیش رفت ہوئی ہو گی۔''

''ماسٹر! کچھ نہیں ہو سکتا بڑی سازشوں کا سراغ مل جاتا ہے، ایسے واقعات کے سرپیر کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ مرنے والا ہر راز اپنے سینے میں لے کر دفن ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں تم جانتے ہو یا تمہارا وہ آدمی جس نے بم کا کردار ادا کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ تم دونوں اس کالے شیطان کو کچھ بتانے نہیں جاؤ گے۔''

''کس کالے شیطان کا ذکر کر رہے ہو؟'' میں نے اس کے بیان سے محظوظ ہوتے ہوئے روادری سے سوال کیا۔

چاؤفان نے یوں چونک کر میری طرف دیکھا جیسے میں نے کوئی عجیب سوال کیا ہو۔ لمحہ بھر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ ''ماسٹر! حیرت کی بات ہے کہ اس سے تمہاری دشمنی ہے، اس کے باوجود تم نے اسے نہیں دیکھا!''

چاؤفان کی حیرت کا سبب سمجھ میں آتے ہی میں نے جلدی سے کہا۔ ''اگر تم راجن کو یہ نام دے رہے تھے تو بہت

Downloaded from https://paksociety.com

خوب ہے۔ وہ کالا بھی ہے اور بدصورت بھی۔ اس کے بڑے بڑے کان یوں آگے کی طرف مڑے ہوئے ہیں کہ انہیں کاٹ دینے کو دل چاہتا ہے۔''

میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر راجن کے کانوں پر بھی تبصرہ کر ڈالا تھا۔ چاؤفان کی حیرت رفع ہوگئی۔

کچھ دیر بعد اس نے مجھے ہوٹل کے قریب اتار دیا۔

راستے میں گفتگو کے دوران میں یہ طے ہو چکا تھا کہ وہ مادام سے ملاقات کے بعد مجھے اپنی رپورٹ سے آگاہ کرے گا۔ نتیجہ مثبت رہنے کی صورت میں ڈان سے رابطہ کر کے پروگرام طے کرنا تھا۔

میں چاؤفان سے رخصت ہو کر اپنے کمرے میں پہنچا تو غزالہ ٹیلی وژن دیکھنے میں مصروف تھی۔ اس نے بتایا کہ میری عدم موجودگی میں پاکستان سے جلال اور جہانگیر کے فون آئے تھے دونوں نے اس سے خیر خیریت سے زیادہ بات نہیں کی تھی۔

غزالہ کی رائے تھی کہ جہانگیر بہت زیادہ مضطرب تھا اور یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ مجھ سے کب رابطہ ہو سکے گا۔ غزالہ میرے پروگرام سے بے خبر تھی۔ وہ اسے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دے سکی۔

ان دنوں میرے پاس دو موبائل فون ہوا کرتے تھے۔ ایک اول خان کا دیا ہوا سیٹ تھا جس پر اس نے بین الاقوامی رومنگ کھلوائی ہوئی تھی۔ اس فون کے بل کی ادائی ایس ٹی ایف یا اول خان کی ذمے داری تھی۔ اپنے لوگوں سے بات چیت کے لیے میں ہمیشہ وہی فون استعمال کیا کرتا تھا۔ بنکاک میں چاؤفان اور ڈان وغیرہ سے مقامی رابطوں کے لیے میں نے اسد کے ذریعے ایک لوکل موبائل لیا ہوا تھا۔

میں نے ابتدا سے یہ احتیاط رکھی تھی کہ جب بھی مجھے چاؤ فان یا ڈان سے ملنے کے لیے جانا ہوتا تو میں اول خان کا دیا ہوا فون غزالہ کے پاس چھوڑ دیتا تھا۔ ان دونوں کو اس بات کی ہوا نہیں لگ سکی تھی کہ میرے پاس کوئی دوسرا موبائل فون بھی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت جہانگیر اور جلال مجھ سے براہِ راست بات کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔

میرے لیے جلال کا فون آنا معمولات میں شامل تھا۔ بنکاک سے اسد کے فوری تبادلے کے پیشِ نظر اس کی کال متوقع تھی لیکن جہانگیر کی کال نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا تھا۔

بنکاک آنے کے بعد میں نے اس کی خیریت جاننے کے لیے شاید ایک آدھ بار اسے فون کیا تھا۔ اس کی طرف سے کوئی کال نہیں آئی تھی۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس نے کسی ناگزیر مجبوری کی وجہ سے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہوگی۔

جہانگیر سے میری گفتگو طویل ہو سکتی تھی میں نے اپنے تجسس کو بالائے طاق رکھ کر پہلے جلال کا نمبر ملا لیا۔

محکمے میں اسد اس سے بہت جونیئر تھا۔ وہ اس سے زیادہ کھل کر اور بے تکلفی سے بات نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے میری طرف رجوع کیا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ بنکاک میں کیا ہو رہا ہے اور اسد کے تبادلے کے احکام جاری ہونے کے بعد کی صورتِ حال کیا ہے۔

اس سے میری بات ہوتی رہی تھی۔ وہ بنکاک میں رونما ہونے والے واقعات سے بڑی حد تک باخبر تھا۔ میں نے اختصار کے ساتھ اسے بتایا کہ راجن سے میری اور اسد کی ملاقات ہو چکی تھی جس میں میری ذات گفتگو کا مرکز رہی تھی۔

''تمہیں یقین ہے کہ موتی محل سے واپسی پر اس کے آدمیوں نے تم دونوں پر حملہ کیا تھا؟'' اس نے میری کہانی سننے کے بعد بے چینی سے پوچھا۔

''میں نے تمہیں بتایا ہے کہ آج منہ اندھیرے راجن کے آدمی نے اسد کے گھر پہنچ کر اس واقعے پر معذرت کی ہے۔ اس کے بعد شک وشبہے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔''

''ایک طرف ڈان ہے اور دوسری طرف راجن تمہارے پیچھے لگ گیا ہے۔'' اس کی تشویش زدہ آواز ابھری۔ ''اس موقع پر تم کو اسد کی مدد کی ضرورت پیش آئے گی۔''

''اسے بھول جاؤ۔'' میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ ''اب تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ اسے تمہارا فیکس بھی مل گیا۔ وہ آج رات کی پرواز سے بنکاک چھوڑ رہا ہے۔''

''تم اس کے تبادلے سے ناخوش ہو؟'' جلال نے نرم آواز میں پوچھا۔

''ناخوش تھا۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو زبان سے نکلتی ہیں اور پتھر پر لکیر کی طرح اٹل ہو جاتی ہیں۔ اس بار یہی ہوا ہے۔ اسد بروقت یہاں سے نکل رہا ہے۔ راجن اسے گھیرنے کے چکر میں ہے۔ اس کے ذریعے وہ مجھے تلاش کرنا چاہتا ہے۔ اسد یہاں رکا رہتا تو اس کے چنگل میں پھنس کر بے بس ہو جاتا۔ راجن کو اس کی روانگی کا علم ہوگا تو وہ اپنا سر پیٹ کر رہ جائے گا۔''

''یوں کہو کہ اندھیرے میں خود بہ خود چلنے والا یہ تیر نشانے پر بیٹھا ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''ہاں، اس وقت بتا دے کا حکم اسد کے لیے نعمت ثابت ہوگا۔ میں تم کو ایک بات بتا دوں کہ سوبھراج کے معاملے میں اسے مورد الزام ٹھہرایا گیا تو مجھے دلی صدمہ ہوگا۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اب بھی مجھ پر شبہ کر رہے ہو..... تم کو یقین کیوں نہیں آتا کہ اس کے تبادلے میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ یہ خالص انتظامی مسئلہ ہے۔ مدت پوری ہونے کے بعد اسے بلایا گیا ہے۔''

''جلال! مجھے اس محکمہ جاتی باریکی سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں اسد کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ ضمانت صرف تم دے سکتے ہو۔''

''خاطر جمع رکھو۔ میں یہ بھول جاؤں گا کہ وہ سوبھراج کی ہلاکت کے راز سے واقف ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا!''

اس کا جواب سن کر میرا دل کھل اٹھا۔ میں نے پُرجوش لہجے میں کہا ''میرے لیے تمہارے یہ الفاظ کافی ہیں۔ اب میں یکسوئی سے اپنے کاموں پر دھیان دے سکوں گا۔''

''تمہارے سامنے اب ایک ہی کام رہ گیا ہے۔ تم کن کاموں کی بات کر رہے ہو؟'' میرے جواب نے جلال کو چونکا دیا۔

''کام ایک ہی ہے جو تم نے سونپا ہے یعنی راجن کا جھٹکا..... اس میں کئی بکھیڑے ہیں ابھی اس کی ایک لانچ کی تباہی کا مشن سامنے ہے۔''

''ویری گڈ! جلال کی مسرت آمیز آواز آئی۔'' یہ لڑائی کا بنیادی اصول ہے۔ جب تک دشمن کے قلب پر حملہ کرنے کا موقع نہ ملے، اس کے دوسرے مفادات پر ضربیں لگاتے رہنا چاہیے۔ اس طرح تم ڈان کو بھی خوش رکھ سکو گے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی مرحلے پر وہ تمہارے پاسپورٹ لوٹانے پر آمادہ ہو جائے۔''

''پچھلی رات یہ مرحلہ آ گیا تھا مگر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ شبہ اس کے دل میں گھر کر چکا ہے۔ میں نے پاسپورٹ واپس لے لیے تو وہ نگرانی شروع کرا دے گا.....''

''میں سمجھ گیا۔'' اس نے میری بات درمیان ہی سے اچک لی۔'' تم دوررس فیصلے کرتے ہو۔ میں تمہاری اس صلاحیت کی قدر کرتا ہوں۔''

''اول خان کی کیا خبریں ہیں؟'' میں نے اچانک پوچھ لیا۔

''اس سے براہِ راست بات نہیں ہوسکی۔ اپنے اسٹاف سے خبریں ملتی رہتی ہیں کہ اس نے آج کل صوبہ سندھ میں ہتھیار لانے والوں کے ایک بڑے گروہ پر نظر رکھی ہوئی ہے۔ ان کی اگلی کھیپ آتے ہی یہاں کوئی بڑا دھماکا ہوگا۔''

اسپیشل ٹاسک فورس لاکھ غیر آئینی سہی۔ عملی طور پر وہ سرکار ہی کے دائرہ کار میں آتی تھی۔ اول خان اور جلال، دونوں سرکاری افسر تھے، ان کی اپنی اپنی حدود متعین تھیں لیکن آپس میں خوشگوار تعلقات ہونے کے باوجود، ان کے درمیان ایک عجیب سی سرد مہری پائی جاتی تھی۔

وہ ایک دوسرے سے گرم جوشی سے ملتے تھے لیکن الگ ہونے کے بعد مشکل ہی سے ایک دوسرے سے کوئی رابطہ کرتے تھے۔ میں نے کئی مواقع پر محسوس کیا کہ باہمی ربط ضبط کے لیے وہ دونوں کئی مواقع پر میری مدد لے چکے تھے۔

جلال سے پاکستان کے بارے میں کچھ عمومی باتوں کے بعد گفتگو ختم ہوگئی۔ اپنے عہدے کے اعتبار سے وہ بہت باخبر افسر تھا۔ وہ عام طور پر ان باتوں سے بھی باخبر رہتا تھا جو اس کے دائرہ کار میں نہیں آتی تھیں۔

فون بند کر کے میں نے سگریٹ سلگائی تو غزالہ سے نہ رہا گیا اور بول پڑی۔'' جہانگیر آپ کا جگری دوست ہے، آپ کو سب سے پہلے اس کی خبر لینی چاہیے تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے اب آپ کو اس کی پروا نہ رہ گئی ہو۔''

''تم جیسی محتسب کی موجودگی میں کسی کو فراموش کرنا بہت مشکل کام ہے۔'' میں نے ہنس کر جواب دیا۔'' اس بے چارے کے لیے سب سے بڑا مسئلہ اس کی بیوی ہے۔''

''وہی اس کے مسئلوں کا حل بھی ہے۔'' غزالہ نے بلا تردد کہا۔'' میں شرط لگا سکتی ہوں کہ سلمٰی کے بغیر وہ چین سے نہیں رہ سکتا۔''

''میں تمہارے مشاہدے کو چیلنج نہیں کروں گا۔ دیکھتا ہوں کہ اس نے مجھے کیوں یاد کیا ہے۔ ذرا یہ سگریٹ ختم کرلوں۔''

☆☆☆

جہانگیر ہمیشہ سے سحر خیز پرندہ رہا تھا۔ دیر سے سونا اور صبح سویرے بیدار ہو جانا اس کی دو فطری کمزوریاں تھیں جن پر اس کی بسیار نوشی بھی کبھی غالب نہیں آسکی تھی۔ دن میں زیادہ پی کر کچھ دیر کے لیے مدہوش ہو جانے کا قصہ اس سے الگ تھا۔

اس دن بھی وہ صبح سویرے بیدار ہوگیا۔ سلمٰی اس کے پہلو میں بدستور گہری نیند سو رہی تھی۔ بستر چھوڑ کر وہ قالین پر اترا اور مسہری کے قریب کھڑا ہو کر غور سے سلمٰی کی طرف دیکھتا رہا جو بے حجابی کے ساتھ گہری نیند سو رہی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ اس وقت اتنی حسین اور معصوم نظر آرہی تھی کہ جہانگیر کے دل کے کسی گوشے سے بے ساختہ، ملامت کی ایک لہر ابھری اور اسے احساس ہوا کہ وہ اپنی فرض شناس اور وفا شعار بیوی کو بلاوجہ ستاتا رہتا ہے۔

عین ممکن تھا کہ وہ جذبات کی رو سے مغلوب ہوکر سلمٰی کے سرہانے جا بیٹھتا لیکن اسی لمحے بجنے والی انٹرکام کی گھنٹی نے اسے تصورات کی دنیا سے باہر کھینچ لیا۔ اس کے ملاقاتیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ وہ پریشان ہوگیا کہ انٹرکام پر اتنے سویرے کون ہوسکتا تھا۔

گھنٹی دوبارہ بجی اور اس نے لپک کر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے عمارت کا سکیورٹی افسر اسے ہوپر نامی کسی غیر ملکی مہمان کی آمد کی اطلاع دے رہا تھا۔

وہ نام اس کے لیے اجنبی تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ آنے والا غیر ملکی تھا۔ جہانگیر کی کھوپڑی چکرا گئی وہ چند لمحوں پہلے گہری نیند سے بیدار ہوا تھا۔ اس کے شب گزیدہ ذہن میں کوئی ڈھنگ کی بات نہیں آسکی۔ اس نے غیر ارادی طور پر مہمان کو اوپر بھجوانے کی ہدایت دے دی۔

اس نے باتھ روم میں جا کر تیزی سے چند کلیاں کیں اور پھر شب خوابی کا لباس تبدیل کیا۔ وہ پوری طرح اپنا حلیہ درست نہیں کر پایا تھا کہ ڈور بیل بج اٹھی۔

جہانگیر نے اپنے کپڑے درست کرتے ہوئے، بوکھلاہٹ کے عالم میں دروازہ کھولا تو اپنے سامنے ایک کشیدہ قامت اور دبلے پتلے سفید فام کو کھڑے پایا۔ عینک کے پیچھے اس کی نیلی اور سرد آنکھوں سے سفاکی جھلک رہی تھی۔

جہانگیر کے لیے وہ چہرہ اجنبی تھا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی جہانگیر کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور اس کے اوسان ٹھکانے آگئے۔

''کیا میں تم کو جانتا ہوں؟'' اس نے رواں انگریزی میں سرد مہری سے سوال کیا۔

''یہ سوال غیر اہم ہے۔'' غیر ملکی کا لب ولہجہ اس کے امریکی ہونے کی غمازی کررہا تھا۔ ''اہم تر بات یہ ہے مسٹر جہانگیر کہ میں تم کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔''

''میں اپنی چھت کے نیچے کسی اجنبی کو خوش آمدید نہیں کہہ سکتا۔'' جہانگیر اندر آنے کا راستہ روک کر اپنی جگہ پر ڈٹا رہا۔

''پلیز! مجھے اندر آنے دو!'' پتلون کی جیب میں اجنبی کے بائیں ہاتھ نے جنبش کی اور جہانگیر کو وہاں کسی ریوالور کی نال کا ابھار بہت واضح طور پر نظر آگیا۔

''کسی مہمان کو اندر نہ بلانا بد اخلاقی کی نشانی ہے۔'' ہوپر نے اپنی بات جاری رکھی۔

جہانگیر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں چیونٹیوں کا کوئی جلوس گھس گیا ہو۔ آنے والے کے نرمی سے محروم چہرے سے ظاہر ہورہا تھا کہ اس کے عزائم اچھے نہیں تھے۔ اس نے غیر ارادی طور پر اسے اندر آنے کا راستہ دے دیا۔

''گڈ..... تم سمجھ دار اور معاملہ فہم آدمی ہو!'' وہ بڑھ کر فلیٹ میں داخل ہوگیا۔

''تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟'' جہانگیر نے دروازہ بند کرتے ہوئے، ترش لہجے میں سوال کیا۔

''میں ہوپر ہوں اور تم سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔'' اس نے نہایت پرسکون لہجے میں کہا اور راہداری سے گزر کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا۔

ہوپر کا بایاں ہاتھ جیب سے برآمد ہوا تو وہ خالی نہیں تھا۔ اس میں چھوٹے بور کا، ہاتھی دانت کے دستے والا ریوالور دبا ہوا تھا۔ وہ اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

اس وقت جہانگیر کے دل کی حالت غیر تھی۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ میری وجہ سے وہ ایک مرتبہ پھر کسی ناگہانی صورت حال سے دوچار ہونے والا تھا۔ وہ اندر سے خوف زدہ ہونے کے باوجود تن کر ہوپر کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اس کے وجود میں سویا ہوا، شی کا پرانا گروہ بندرفتہ رفتہ بیدار ہورہا تھا۔

''مجھ سے مل لیے، اب لوٹ جاؤ۔'' جہانگیر نے سختی سے کہا ''میری بیوی آرام کررہی ہے۔ میں صبح سویرے اس کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتا۔''

''کھڑے کھڑے تھک جاؤ گے، سامنے بیٹھ جاؤ۔'' ہوپر نے ریوالور کو اپنے ہاتھ میں نچاتے ہوئے کہا ''تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو میں بے دریغ گولی ماردوں گا۔ یہ خوب صورت ضرور ہے لیکن کھلونا نہیں، اصلی ہے، اس کا چیمبر بھرا ہوا ہے۔''

''تم نے ابھی تک اپنا مدعا بیان نہیں کیا۔'' جہانگیر نے اپنی جگہ سے ہلے بغیر کہا۔

''تم ڈینی کے گہرے دوست ہو!'' ہوپر نے اس کے چہرے پر نظر جما کر تصدیق چاہی۔

''میں بہت سے لوگوں کا دوست ہوں۔'' جہانگیر کا جواب گول مول تھا۔

''ڈینی کہاں ہے؟'' ہوپر نے پلکیں جھپکائے بغیر

Downloaded from https://paksociety.com

پوچھا۔

''وہ میرا ملازم نہیں ہے' آزاد خود مختار آدمی ہے۔ کہیں بھی ہوسکتا ہے۔''

''تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں بلاوجہ یہاں نہیں آیا۔ تم کو ہر صورت میں بتانا ہوگا کہ وہ کہاں مل سکے گا۔''

''اس کی دشمنی میں تمہاری عقل مفلوج ہوگئی ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں ابھی سو کر اٹھا ہوں۔ میں جھوٹ بول کر تمہیں ٹال سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ اگر تم ڈینی کو ذرا بھی جانتے ہو تو تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اپنے ٹھکانے کے سلسلے میں وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ پتا کھڑکتا ہے اور وہ اپنا ٹھکانا بدل لیتا ہے۔ مجھ سمیت کوئی بھی یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کہاں ہوگا۔''

''وہ کراچی میں ہے؟'' ہوپر نے تحمل سے اگلا سوال کیا۔

''پرسوں تک یہیں تھا۔ اس کے بعد اس سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہوا۔'' جہانگیر نے نہایت اعتماد سے جھوٹ بولا۔

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔'' ہوپر غرایا ''وہ یہاں نہیں ہے۔''

''تمہیں معلوم ہے تو بلاوجہ میرا امتحان کیوں لے رہے ہو؟''

''جہانگیر..... سچ بولو۔ تم دو ملین ڈالر کے حق دار بن سکتے ہو۔ چاہو گے تو تمہیں روزگار کی ضمانت کے ساتھ امریکا کی شہریت بھی مل جائے گی۔ تم یہ موقع کھو دو گے تو کوئی اور اس سے فائدہ اٹھالے گا۔ ڈینی ایک خوفناک فتنے کا روپ دھار چکا ہے۔ اب اس کا وقت پورا ہو چکا ہے' دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں بچا سکتی۔''

''میں لیہ دھوے اس وقت سے سن رہا ہوں جب یہ انعام ایک ملین ڈالر ہوا کرتا تھا۔'' جہانگیر نے طنز سے کہا ''جب تک لوگ تمہارا ساتھ نہیں دیں گے' تم ڈینی کی گرد بھی نہیں پاسکو گے۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم ڈینی کے ستائے ہوئے ہو یا اس وقت کسی ایجنسی کی نمایندگی کر رہے ہو لیکن میری یہ بات لکھ لو کہ تم ڈینی کو آسانی سے نہیں پکڑ سکو گے۔''

''تم اس کے ہمدرد اور دوست ہو اس لیے یہ ہذیان بک رہے ہو۔ یہ مت بھولو کہ ایف بی آئی کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ ہم تحت الثری میں چھپے ہوئے دشمن کو بھی کھینچ کر نکال سکتے ہیں۔ ہم نے اس کے گرد گھیرا تنگ کر دیا ہے۔ وہ کسی بھی وقت ہمارے قدموں میں ہوگا۔''

اس کی زبان سے ایف بی آئی کا ذکر سن کر جہانگیر کچھ پریشان ہوگیا۔ ایک غیر ملکی سرکاری اہلکار پر ہاتھ ڈالنے کی قیمت اسے بہت مہنگی پڑ سکتی تھی۔

چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے کہا ''تم نے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا ہوتا تو ریوالور تان کر زبردستی میرے گھر میں نہ گھستے۔ یہ افسوس ناک بات ہے کہ ایف بی آئی کے افسر میرے شہر میں غنڈا گردی کر رہے ہیں.....''

''بکو مت!'' ہوپر نے جھلا کر اس کی بات کاٹ دی ''تم سب بدمعاش ہو اور سب مل کر ڈینی جیسے بدمعاش کی سرپرستی کرتے ہو۔''

''کوئی کسی کی سرپرستی نہیں کرتا' یہ تمہاری خام خیالی ہے۔'' جہانگیر نے سکون سے جواب دیا ''اصل بات یہ ہے کہ دنیا کا ہر مہذب شخص تم لوگوں کی متکبرانہ حرکتوں کی وجہ سے تم سے نفرت کرنے لگا ہے۔ اس نفرت کی وجہ سے کوئی تمہارا ساتھ نہیں دیتا' تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے دشمنوں کے ہمدرد ہیں۔ برے آدمی کا کوئی ہمدرد نہیں ہوتا۔''

''مجھے سبق پڑھانے کی کوشش مت کرو۔ بہتیرے لوگ بلکہ قوموں تک امریکیوں کے پیر چاٹتی ہیں۔''

''یہی تمہارا بڑبولا پن ہے جو آخر کار تمہیں لے ڈوبے گا۔'' جہانگیر نے وہیں اس کی بات پکڑ لی ''تمہارا ساتھ وہ دیتے ہیں جو تمہارے چنگل میں پھنس کر بے بس ہیں یا انہیں تم سے کوئی لالچ ہے۔ تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ یہاں کوئی بھی تمہارے دو ملین ڈالر کے انعام کے پیچھے کیوں بھاگ رہا۔''

''یہاں کی ایجنسیاں اسے پال رہی ہیں' کون اس کا پیچھا کرے گا؟''

''کروڑوں کی آبادی میں ساری ایجنسیوں کی نفری چند ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی۔'' موقع پاکر جہانگیر نے اسے بحث میں الجھا لیا ''پاکستان ایک غریب ملک ہے' یہاں بہت سے لوگ بھوکے سوتے ہیں' پڑھے لکھے لوگوں میں بے روزگاری عام ہے۔ یہ ماحول تحریص' ترغیب اور لالچ کے لیے بہت زرخیز ہے۔ اس کے باوجود کسی کو دو ملین ڈالر سے دلچسپی نہیں ہے۔ یہ تمہارے لیے لمحہ فکریہ ہونا چاہیے۔''

''تمہارے ان فلسفوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' ہوپر نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔ ''تم آسانی سے زبان نہیں کھولو گے' تم کو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔''

یہ کہتے ہی ہوپر نے جہانگیر پر اپنا ریوالور تان لیا۔

اس وقت تک ہوپر رعونت کے ساتھ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جہانگیر دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھے، اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اسے صاف نظر آرہا تھا کہ ہوپر جو کچھ کہہ رہا تھا اس پر

Downloaded from https://paksociety.com

عمل کرنے کا پورا ارادہ رکھتا تھا۔ عمارت کا حفاظتی نظام بہت سخت تھا۔ پہلے بھی وہاں وارداتیں ہوتی رہی تھیں جن کے بعد سیکورٹی سسٹم میں مزید سختی آ گئی تھی۔ ہوپر نے یقینی طور پر اس کا بھی کوئی نہ کوئی توڑ سوچ لیا ہوگا۔ اس جیسا تجربے کار سیکرٹ ایجنٹ آنکھیں بند کر کے کسی کے گھر میں گھسنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔

جہانگیر کے پاس سوچنے اور فیصلہ کن قدم اٹھانے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ ہوپر ایک مرتبہ اپنی جگہ چھوڑ دیتا تو جہانگیر کے لیے دشواری پیدا ہو سکتی تھی۔ وہ بہترین موقع تھا۔

''اگر میں تمہارے ساتھ جانے سے انکار کر دوں؟'' جہانگیر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دلیری سے سوال کیا۔

''پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ڈینی کا ہر حماقتی کسی کیڑے سے زیادہ حقیر ہے!'' اس نے اپنے ریوالور کی نال کو جنبش دے کر کہا۔

اس دوران میں جہانگیر اپنے قدموں کا توازن درست کر چکا تھا۔ ہوپر کا فقرہ مکمل ہوتے ہی اس کی داہنی ٹانگ بہت پھرتی سے حرکت میں آئی۔ جہانگیر کا وہ ردِعمل اس قدر تیز تھا کہ اپنے بائیں ہاتھ پر زور دار ٹھوکر پڑنے تک ہوپر کو مطلق اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کیا کرنے والا تھا۔

ہوپر کے حلق سے ایک دبی دبی اضطراری چیخ نکلی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر، صوفے کے پیچھے قالین پر جا گرا۔

جہانگیر نے ہوپر کو صوفے سے اٹھنے کی مہلت نہیں دی، اچھل کر اس کے اوپر سوار ہو گیا اور اس کے چہرے پر تابڑ توڑ مکے برسانے شروع کر دیے۔

ہوپر کا سارا زعم اپنے ہتھیار پر تھا۔ نہتے حریف کو ہتھیار کے زور پر دھمکانا اس کا محبوب مشغلہ معلوم ہوتا تھا، نوبت ہاتھا پائی پر پہنچی تو وہ بوکھلا گیا۔

چند مکے کھانے کے بعد اس نے بھی ہاتھ پیر چلانا شروع کر دیے۔

اس اثنا میں ان دونوں کی پرشور اضطراری آوازیں سن کر سلمٰی بیدار ہو گئی۔ وہ بستر سے اٹھ کر بدحواسی کے عالم میں ڈرائنگ روم کے دروازے تک آئی۔ جہانگیر کو ایک سفید فام کے ساتھ گتھم گتھا دیکھ کر اسے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ جہانگیر کسی خطرناک صورتِ حال سے دوچار ہو چکا تھا۔

اس نے دل ہی دل میں اس لمحے کو کوسا جب ان دونوں نے اسٹیشن فور کے محفوظ حصار کو چھوڑ کر اپنے گھر منتقل ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ جہانگیر کے پرانے زخم پوری طرح مندمل نہ ہونے پائے تھے کہ اس پر نئی افتاد آن پڑی تھی۔

اسے قالین پر پڑا ہوا سفید دستے والا ریوالور بھی نظر آ گیا تھا لیکن وہ آتشیں ہتھیاروں کے استعمال سے ناواقف تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے شوہر کی مدد کے لیے کیا کرے۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے سفید فام نے جہانگیر کو اپنے اوپر سے اتار پھینکا تھا اور وہ دونوں ڈرائنگ روم کے قالین پر وحشی درندوں کی طرح لڑ رہے تھے۔

وہ کوئی آواز نکالے بغیر، پھٹی پھٹی نظروں سے وہ وحشیانہ لڑائی دیکھتی رہی پھر گھبراہٹ کے عالم میں اندر بھاگ گئی۔

گھر کے کمروں میں جہانگیر کے آتشیں کھلونوں کے سوا کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اور کہاں جائے۔ اس گھبراہٹ میں وہ غیر ارادی طور پر باورچی خانے میں جا گھسی وہاں کا چپا چپا اس کا دیکھا بھالا تھا؟

باورچی خانے میں گھستے ہی اس کی نظر وزنی چوبی بیلن پر پڑی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بیلن اٹھایا اور واپس ڈرائنگ روم کی طرف دوڑ لگا دی۔

وہ وہاں پہنچی تو صورتِ حال میں کوئی واضح تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ ہوپر، جہانگیر کی توقع سے زیادہ سخت جان ثابت ہو رہا تھا۔

سلمٰی نے ایک طرف سے بیلن تھاما اور قریب پہنچ کر پوری قوت سے ہوپر کی داہنی کنپٹی پر رسید کر دیا۔

ہوپر کے حلق سے چیخ نما تیز آواز برآمد ہوئی اور اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔

جہانگیر نے اس کے ڈھلکتے ہوئے وجود پر ایک مکا رسید کیا تو اسے اندازہ ہوا کہ کھیل ختم ہو چکا تھا۔ بیلن کی ضرب نے ہوپر کو ہوش و حواس سے بے گانہ کر دیا تھا۔

اس نے اٹھ کر سلمٰی کی طرف دیکھا، دونوں کی نظریں چار ہوئیں پھر وہ قالین پر گرے ہوئے بے حس و حرکت دشمن کی پروا کیے بغیر والہانہ انداز میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے۔

سویرا ج کے آدمیوں کے ہاتھوں اغوا کے بعد وہ جہانگیر پر نازل ہونے والی دوسری مصیبت تھی جو کسی نہ کسی طرح ٹل گئی تھی۔

وہ لوگ ہر بار انداز بدل کر اس پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ نیچے ایس ٹی ایف کے کم از کم دو مسلح اہل کار ان کی حفاظت

Downloaded from https://paksociety.com

کے لیے موجود رہے ہوں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی ملاقاتی کے دوستانہ روپ میں آنے والے ہوپر پر شبہ نہیں کرسکا۔

جذبات کے لمحاتی گرداب سے نکلتے ہی جہانگیر اپنے بے ہوش حریف کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے فرشتے کوچ کر گئے۔ ہوپر بے ہوشی کے مرحلے سے بہت آگے نکل کر موت کی اندھی اور بے رحم وادیوں میں پہنچ چکا تھا۔

ان کے فلیٹ میں ایف بی آئی کے ایک افسر کی لاش کا پایا جانا بہت سنگین واقعہ ہوتا۔ جہانگیر کو اندازہ تھا کہ اس واقعے کے نتیجے میں وہ پاکستانی قانون کی رو سے تختہ دار تک بھی پہنچ سکتا ہے۔

فلیٹ میں جو کچھ ہوا، غیر ارادی طور ہوا۔ سلمٰی کو قطعی اندازہ نہیں تھا کہ جنون کے عالم میں لگائی ہوئی، بیلن کی ضرب مہلک ثابت ہوگی۔ اس کے باوجود وہ قتل کی واردات تھی۔ ان کے فلیٹ میں ہوپر کا غیر قانونی داخلہ بھی انہیں اس الزام سے نہیں بچا سکتا تھا۔

ہوپر کی موت کی خبر سنتے ہی سلمٰی نے رونا شروع کردیا۔ جہانگیر کے ہاتھ پیر پھولے ہوئے تھے۔ وہ اول خان سے رابطہ کرنے سے گھبرا رہا تھا۔ اس آڑے وقت میں وہ صرف اور صرف مجھ پر اعتماد کرسکتا تھا اور میں غائب تھا۔

اس نے منت سماجت کرکے اور واقعے کے مضمرات کا خوف دلا کر سلمٰی کو بہ دقت تمام خاموش کیا اور خاموشی سے اس لاش کو گھسیٹ کر ایک قریبی کمرے میں بند کردیا۔ غنیمت یہ ہوا کہ بیلن کی چوٹ سے ہوپر کی کنپٹی نہیں پھٹی جس کے سبب کہیں خون کا کوئی دھبا نہیں آیا تھا۔ کسی بے تکی اندرونی ضرب سے ہوپر کا کام تمام ہوا تھا۔

جہانگیر نے ہوپر کی لاش کا ذکر کیے بغیر، ایک اہم ضرورت کا حوالہ دے کر اول خان سے میرا فون نمبر حاصل کیا اور فوری طور پر مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر ڈالی۔ اسے یہ جان کر صدمہ ہوا کہ میں موجود نہیں تھا۔ اس نے اپنے مسئلے پر غزالہ سے کوئی بات نہیں کی اور تن بہ تقدیر ہوکر میری جوابی کال کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

میرے فون کرنے پر جب مجھے وہ تفصیلات معلوم ہوئیں تو میرے دل میں مجرمانہ احساس عود کر آیا اس سے پہلے جلال کو فون کر کے میں نے زیادتی کی تھی۔ جہانگیر کے لیے ایک ایک لمحہ اہم تھا۔ اس کی روداد سنتے ہوئے میرے ذہن میں جس حل نے سر ابھارا تھا، اس کے لیے ہوپر کی لاش کا گرم رہنا ضروری تھا۔ لاش ٹھنڈی ہوکر اکڑ جاتی تو مشکلات پیدا ہوسکتی تھیں۔

''تم آرام سے بیٹھے رہو، میں ابھی اول خان سے بات کرتا ہوں، وہ آکر لاش لے جائے گا۔ وہ خود آئے یا اپنے آدمیوں کو بھیجے۔ تم اس واقعے کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہیں کرو گے۔'' میں نے سب کچھ سن لینے کے بعد کہا۔

اس کی کہانی سنتے ہوئے میرا ذہن تیزی سے کام کرتا رہا تھا۔ جہانگیر کو بچانے کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ لاش کی برآمدگی اس کے فلیٹ سے ظاہر نہ ہو۔

''اگر کسی نے کچھ پوچھ لیا؟'' جہانگیر اس واقعے سے خائف تھا۔

''جب میں کہہ رہا ہوں تو کوئی کچھ نہیں پوچھے گا۔'' میں نے سختی سے کہا۔ ''حوصلہ رکھو، گھر صاف کرلو اور اپنے معمولات کو برقرار رکھو۔''

''ہمارے حلق سے پانی تک نہیں اتر رہا، بھوکے پیاسے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں سے چھ فٹ کی لاش لے جائی جائے گی تو ہم کس کس کا منہ بند کریں گے۔''

''یہ پریشانیاں اپنے ذہن سے جھٹک دو۔ ابھی لاش گرم ہوگی۔ وہ اسے بوری میں ڈال کر لے جائیں گے۔ کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلے گا کہ تمہارے گھر سے کیا گیا ہے۔''

''یار، تم گریٹ ہو!'' جہانگیر کی تشکر آمیز آواز آئی۔ ''تم نے بہت انوکھی ترکیب سوچی ہے۔ ہم دونوں یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہورہے تھے کہ ہمارے گھر سے لاش کیسے جائے گی۔ تم نے یہ مسئلہ چٹکی بجاتے میں حل.....''

''میں اول خان سے بات کرکے دوبارہ فون کرتا ہوں۔'' میں نے اس کی بات درمیان سے اڑا کر فون بند کردیا۔

اول خان کی تلاش میں ادھر ادھر فون کرنے میں وقت کا زیاں ہوتا، میں نے اس کے موبائل نمبر پر اسے گھیر لیا۔

''فوری طور پر اپنے دو آدمی ایک بڑے بورے کے ساتھ جہانگیر کے گھر بھیج دو۔'' سلام دعا کے بعد میں نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ ''وہاں ایک گورے کی لاش موجود ہے۔ اسے بوری میں ڈال کر وہاں سے نکالو اور اسٹیشن فور منگوالو۔''

''کس کی لاش ہے۔ وہاں کیا ہوا ہے، ابھی تک میرے آدمیوں کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں آئی۔ وہ دن رات وہاں مامور ہیں۔'' اس کی تحیر زدہ آواز آئی۔

''دشمنوں کو معلوم ہوچکا ہے کہ اس عمارت کی نگرانی ہورہی ہے۔ وہ اس کا توڑ کر لیتے ہیں تم آدمی بھیجو۔ لاش اکڑ

Downloaded from https://paksociety.com

گئی تو اسے تابوت میں لانا پڑے گا۔ اسے بوری میں نکالنا اہم ہے تم اپنے آدمیوں سے کہہ دو..... باقی باتیں ہوتی رہیں گی۔''

میں نے اس سے یہ پوچھنے کی زحمت بھی نہیں کی کہ وہ کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا۔ اسے اپنی نادر شاہی ضروریات سے آگاہ کر دیا۔

یہ غنیمت تھا کہ وہ اس وقت اسٹیشن فور پر ہی تھا کیونکہ میں نے اپنے ریسیور میں وہ سب سن لیا جو اس نے اپنے کسی آدمی سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

''یہاں سے کسی کو دوڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اپنے آدمی کو ہدایات دینے کے بعد اول خان مجھ سے مخاطب ہو گیا۔ ''میں نے اس کے فلیٹ کی نگرانی کرنے والوں کے لیے آرڈر دے دیا ہے۔ ابھی وائرلیس پر ان سے کہہ دیا جائے گا۔ وہ بوری لے کر چند منٹ میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ تم یہ بتاؤ کہ جہانگیر کے گھر پر کیا ہو رہا ہے۔''

اول خان کے زبردست بندوبست کے بارے میں جان کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ میں نے اسے جواب دیا تو میری آواز سے تناؤ رخصت ہو چکا تھا۔ میں نے کہا۔ ''وہاں بیلن چلا ہے۔ زبردستی آنے والے نے اپنا نام ہو پر بتایا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ایف بی آئی کا ہی افسر ہو۔''

''میرے آدمی وہاں دن رات بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ اوپر کیسے پہنچ گیا؟'' اول خان کو خلش تھی کہ اس کے مستعد آدمی ایک مرتبہ پھر بیٹھے رہ گئے تھے، دشمن کامیاب ہوتے ہوتے رہ گیا۔

اول خان کو اس واردات کی تفصیلات سے آگاہ کرنا بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ وہ پے در پے سوالات کیے جا رہا تھا۔ لاش اٹھوانے کا بندوبست ہو چکا تھا۔ مجھے وقت گزرنے کی پروا نہیں رہی تھی۔ میں سکون سے تفصیلی جوابات دیتا رہا۔

''تو یوں کہو..... کہ آج سلمٰی بھی صفِ اول میں آ گئی ہے!'' وہ سب کچھ سن کر بولا۔

''اسے ہول اٹھ رہے ہوں گے۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''وقتی جوش یا اشتعال میں آ کر آدمی ہر کام کر گزرتا ہے، ہوش آتا ہے تو وہ اپنی کارروائی پر لرز کر رہ جاتا ہے۔''

''جو کچھ ہوا، وہ ناگزیر تھا۔ سلمٰی بیلن استعمال نہ کرتی تو وہ جہانگیر کو نکال لے جاتا یا پھر اسے کوئی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا دیتا۔ تم نے لاش اٹھوانے کے لیے کہہ دیا ہے لیکن یہ معاملہ کیسے ہینڈل ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنا نام غلط بتایا ہو مگر وہ کوئی نہ کوئی امریکی ایجنٹ ہی ہو گا۔ اس بار ہم بری طرح پھنستے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔''

''پھنسے ضرور ہیں لیکن اس الجھن سے نکلنے کا ایک راستہ بھی نظر آ رہا ہے۔'' میں نے محتاط انداز میں کہا۔ ''اگر تمہارے آدمی پوشیدہ طریقے سے لاش کو چھپا کر لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔''

''اس بارے میں تم کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اول خان نے مجھے یقین دلایا۔ ''تمہارے منشا کے مطابق میں نے اپنے آدمیوں کے لیے ہدایات جاری کر دی ہیں، لاش ٹھنڈی ہو کر اکڑ گئی تب بھی وہ خوش اسلوبی سے اپنا کام کر لیں گے۔ یہ بتاؤ کہ اس سے آگے تم کیا سوچ رہے ہو۔ آج کل میں ایک بڑے مسئلے میں پھنسا ہوا ہوں۔ تمہارے دی ہوئی خبر نے میرا دماغ ماؤف کر دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس اتفاقی حادثے کا کیا بنے گا۔''

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک ہیلی کاپٹر کا بندوبست کر لو۔ ہو پر کی لاش کو حیدرآباد کے گردونواح میں کسی کچی نہر سے برآمد ہونا چاہیے۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' اول خان کی آواز سے مایوسی مترشح تھی۔ ''یہ بھاگ دوڑ رائیگاں جائے گی، پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سر کی چوٹ کو موت کا سبب قرار دے گی۔ ہم اسے پانی میں ڈوبنے کا واقعہ قرار نہیں دے سکیں گے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' میں نے اطمینان سے کہا۔ ''اسی لیے میں نے کچی نہر کی بات کی ہے۔ آب پاشی کی ایسی نہروں کے گدلے پانی میں جا بجا پتھر اور آبی جھاڑیوں موجود ہوتی ہیں۔ پانی کے تیز بہاؤ میں آدمی کا سر کسی بھی پتھر سے ٹکرا سکتا ہے۔''

''ہاں، یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے۔'' اس کی... پُرخیال آواز ابھری۔ ''تیز رو نہروں میں اچھے اچھے پیراک چوکڑی بھول جاتے ہیں۔ اگر وہ نہر میں نہا رہا تھا تو ہمیں لاش پر موجود لباس بھی بدلنا ہو گا.....''

میں نے اس کی بات کاٹ دی اور کہا۔ ''اس کی ضرورت نہیں ہے، کچھ بدلنے کی ضرورت نہیں یہ سمجھ لو کہ وہ اس علاقے میں موجود تھا۔ وہاں اس کا سامنا کسی خطرناک شخص سے ہو گیا۔ اپنی جان کو خطرے میں پا کر ہو پر نے کپڑوں سمیت قریبی نہر میں چھلانگ لگا دی۔ وہ اس شخص سے بچ گیا لیکن بدنصیبی اس کا پیچھا کر رہی تھی۔ نہری پانی کے تیز بہاؤ میں وہ خود کو نہیں سنبھال سکا۔ اس کا سر، جھاڑیوں میں

Downloaded from https://paksociety.com

چھپے ہوئے ایک پتھر سے ٹکرایا اور وہ مر گیا۔ پانی میں رہنے کے بعد اس کی پھولی ہوئی لاش برآمد ہوگی تو اس پر سے دوسرے نشانات غائب ہو چکے ہوں گے۔ تمہاری کہانی کو چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔''

''خوب..... تم نے ہر پہلو کے بارے میں سوچا ہوا ہے۔'' اول خان وہ تفصیل سن کر خوش ہو گیا۔ ''اس منصوبے میں ایک جھول ہے۔ اس کے بڑوں یا ساتھیوں کو علم ہوگا کہ وہ جہانگیر کے گھر گیا تھا۔ لاش کہیں اور سے برآمد ہوگی تو وہ احتجاج کریں گے۔ حادثے کو قتل نہ سازش قرار دے کر وہ مشکلات پیدا کر سکتے ہیں۔''

''ہو پر وہاں اپنی گاڑی سے آیا ہوگا۔ تلاش کر کے وہ گاڑی کینٹ ریلوے اسٹیشن پہنچا دو۔ اس کے بعد کوئی کچھ نہیں کر سکے گا۔ انہوں نے جہانگیر کے گھر کا نام لیا تو انہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ وہ وہاں کیوں گیا تھا۔ اپنی زبان کھول کر وہ اس جواب دہی میں گرفتار ہونا پسند نہیں کریں گے۔ یہ سرد جنگ ہے، ہماری طرح وہ بھی سب کچھ جانتے ہیں اور جان لیں گے لیکن انہیں کسی قانونی موشگافی کا موقع نہیں مل سکے گا۔''

''ان سے یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ مقامی حکام کو مطلع کیے بغیر، ہو پر حیدر آباد کیوں گیا تھا اور وہاں کیا کر رہا تھا۔'' اول خان کی تشویش رفع ہو گئی اور اس کی آواز سے نیا جوش مترشح ہونے لگا۔

''حفاظتی وجوہ کی بنا پر ان کی حکومت نے ان لوگوں کی نقل و حرکت کو محدود کیا ہوا ہے۔ ضابطوں کی خلاف ورزی پر ہمارے اہل کار ان کو بری طرح رگڑ سکتے ہیں۔''

''یہ لوگ کھسیائے ہوئے ہیں۔'' وہ بولا۔ ''تمہارا آسیب ان کے دل و دماغ پر سوار ہے۔ وہ کوئی بھاری نقصان اٹھاتے ہیں، کچھ دنوں بعد اسے بھول کر مفروضہ کامیابی کی امید میں پھر کوئی نئی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے کئی آدمی کھو چکے ہیں۔''

''یہ مومن کی خوبی ہے کہ وہ ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''ان لوگوں سے حق اور ایمان بہت دور ہے، یہ بار بار غلطیاں دہراتے ہیں۔''

''ان کی غلطیاں آسانی سے گرفت میں نہیں آتیں۔'' ایک گہرے سانس کے بعد اول خان کی آواز آئی۔ ''اس معاملے پر تم نے مغز زنی نہ کی ہوتی تو میں اسے اتنی آسانی سے نہیں سلجھا سکتا تھا۔ ان کا مقابلہ تم ہی کر سکتے ہو..... اپنی اس مجبوری کا اندازہ ہونے کے باوجود مجھے شکایت ہے کہ جہانگیر نے ایک شہر میں ہوتے ہوئے، مجھ سے اس معاملے کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں ہونے والے واقعے کی خبر تم ہزاروں میل دور سے دے رہے ہو۔''

''جہانگیر سے یہ شکایت نہ کر بیٹھنا۔'' میں نے اسے مشورہ دیا۔ ''وہ اس واقعے سے بہت پریشان ہے۔ بات مار دھاڑ تک محدود رہتی تو وہ تم ہی سے بات کرتا۔ کسی سے خون کا اعتراف کرنے کے لیے بہت کچھ سوچنا پڑتا ہے۔ وہ خوف زدہ ہے، اس کی نگاہوں میں پھانسی کا پھندا ناچ رہا ہے۔ وہ اس چکر سے بچ نکلنے پر لاکھ بار خدا کا شکر ادا کرے گا۔''

''مجھے شکایت نہیں، بس طبیعت کو ملال ہے۔ میرا خیال تھا اسٹیشن فورمین کچھ دن گزار کر اس نے مجھے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔''

شاید اول خان اپنی اس شکایت میں حق بجانب ہو، میں نے اس مسئلے پر مزید بات کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ واقعات اپنی رو میں ہوتے چلے گئے تھے۔ خطرات کا مداوا کرنے کے لیے ہر ممکن تدبیر اختیار کی جا چکی تھی۔ اس بارے میں مزید سر کھپانا لاحاصل تھا۔

''وقت ملا تو میں رات میں کسی وقت دوبارہ فون کروں گا۔'' میں نے گفتگو ختم کرنے کی نیت سے کہا۔ ''تم جہانگیر کی طرف سے اپنا دل برا مت کرو۔ بڑے مصائب میں گھرنے کے بعد اچھے خاصے آدمی سے بڑی بڑی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔''

''تم کو وقت کہاں ملتا ہے۔ وہاں جا کر یہاں سے زیادہ مصروف ہو گئے ہو۔''

''کسی بھی وقت تم کوئی بڑی خبر سن لو گے۔'' میں نے سوبھراج کا قصہ چھیڑے بغیر کہا۔ ''یہاں میں شدت سے تمہاری کمی محسوس کر رہا ہوں۔''

اس وقت تک میں نے اول خان کو سوبھراج کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ میرے ذریعے وہ خبر صرف جلال تک پہنچی تھی۔ مجھے اس سے یہ توقع نہیں تھی کہ اس نے اس بارے میں از خود اول خان کو اعتماد میں لیا ہو۔ اول خان کو اس کامیابی کی ذرا بھی بھنک مل گئی ہوتی تو وہ میری آواز سن کر چھوٹتے ہی اس فتح کی مبارک باد دیتا۔

وہ بے خبر تھا، میں نے بھی اس بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا۔ سبب یہ نہیں تھا کہ میں اول خان سے وہ اہم ترین واقعہ چھپانا چاہتا تھا۔ وہ ذکر نکالتا تو بات بہت لمبی ہو جاتی۔ مجھے احساس تھا کہ جہانگیر سے میری تشنہ گفتگو ہوئی تھی، میں نے دوبارہ اسے فون کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بے چینی سے میرے

Downloaded from https://paksociety.com

فون کا انتظار کر رہا ہوگا۔

اول خان سے بات ختم کر کے میں نے جہانگیر کو فون کیا تو اس کی آواز میں عجیب سی بے رونقی رچی ہوئی تھی۔ اول خان کے آدمیوں کے ہاتھوں ہوپر کی لاش کا حشر دیکھ کر وہ دہل گیا تھا۔ ان دونوں نے فلیٹ پر پہنچ کر اس سے صرف لاش کے بارے میں پوچھا تھا۔ جہانگیر انہیں لاش والے کمرے میں لے گیا۔ انہوں نے جہانگیر سے مزید کچھ کہے سنے بغیر، ہوپر کے بے جان وجود کو بے رحمی سے سمیٹ کر بوری میں ٹھونسنے کا کام انجام دیا۔ اپنے ساتھی کی مدد سے توانا شخص نے اس وزنی بوری کو اپنی پشت پر لادا، دوسرے نے اس بوری کے ابھار وغیرہ درست کیے تاکہ کسی دیکھنے والے کو اس بوری میں کسی انسانی وجود کی موجودگی کا شبہ نہ ہو سکے۔ اس کام سے مطمئن ہو کر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔

''ہم لوگ بھی ماضی میں بہت کچھ کرتے رہے لیکن میں نے ایسی سرد مزاجی اور سفاکی اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھی ہے۔'' وہ بے جان لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''ہماری مٹی کے دشمن اس سے برے سلوک کے مستحق ہوتے ہیں۔ اب تم بھول کر بھی اس کا ذکر اپنی زبان پر نہیں لاؤ گے۔ تم نے اسے دیکھا ہے نہ وہ تمہارے فلیٹ پر آیا تھا۔'' میں نے کہا۔

''میں سمجھ گیا۔'' اس نے جلدی سے جواب دیا ''میری تسلی کے لیے اتنا بتا دو کہ چھوٹ کی اس لاش کا کیا، کیا جائے گا؟''

''میں بہت دور بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ سب اول خان کے سوچنے کی باتیں ہیں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ تم نے اس ممکن زدہ لاش سے نجات حاصل کر لی۔ اب سلمٰی کو سنبھالنے کی فکر کرو۔ پہلا خون انسان کو اندر سے ہلا کر رکھ دیتا ہے۔''

''وہ دہشت زدہ ہے، اسے غشی کے دورے پڑ رہے ہیں، اس وقت بھی وہ بے ہوش ہے۔'' جہانگیر کی مایوسانہ آواز آئی۔

''اسے دیکھتے رہو۔ کوئی خواب آور دوا دے کر اس کے اعصاب کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ رات کو دہشت سے چیخنے چلانے لگے اور تمہارا بھانڈا پھوٹ جائے۔''

جہانگیر دودھ پیتا بچہ نہیں تھا۔ اسے شی کی ہولناک اور خون آشام سرگرمیوں سے کنارہ کش ہوئے ایک مدت بیت چکی تھی لیکن سکہ بند محاذ آرائی کے سارے گر اس کے خون میں شامل تھے۔ یہ اور بات تھی کہ شراب کے نشے میں مدہوش ہو کر، سلمٰی کا کھلونا بننے کے لیے وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا تھا۔ اچھی بات یہ تھی کہ اس وقت وہ نشے میں نہیں تھا۔ اگر رات کی مے نوشی کا کوئی خمار باقی تھا تو ہوپر نے اسے کافور کر دیا تھا۔

اسے معاملے کی سنگینی کا احساس دلا کر میں نے فون بند کر دیا۔

اس دوران میں غزالہ بہ دستور ٹیلی وژن دیکھنے میں مصروف رہی تھی مگر اس کے کان میری طرف لگے ہوئے تھے۔

''تم ہر وقت ٹیلی وژن پر کیا دیکھتی رہتی ہو؟'' اپنی مصروفیات ختم کرنے کے بعد، میں نے غزالہ کے شانے پر ہاتھ مار کر تمسخر سے پوچھا۔

''بے کار بیٹھنے سے مصروف رہنا بہتر ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا رہتا ہے۔'' اس نے مسکرا کر مجھے چڑانے والے انداز میں جواب دیا۔

''مجھے وقت نہیں ملتا۔ کوئی کام کی بات سنی ہو تو مجھے بھی بتا دو۔''

''اندرون خانہ ہونے والی محاذ آرائی سے سب بے خبر ہیں۔ لے دے کر لوپ بوری کا واقعہ رہ گیا ہے، اس کی تفتیش راجن کی مرضی کے مطابق جاری ہے۔''

''تم نے اتنا بڑا نتیجہ کس بات سے اخذ کر لیا؟'' میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

''تھوڑی دیر پہلے کی خبروں میں بتایا جا رہا تھا کہ لوپ بوری کا واقعہ ڈکیتی میں مزاحمت کی کوشش کا نتیجہ ہے!'' غزالہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں بتایا۔

''کیا یہاں کی پولیس واقعی اتنی نکمی ہے کہ اسے آسان ترین راستے کے سوا اور کوئی راہ نظر نہیں آتی۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

''سب کچھ نظر آتا ہوگا مگر چشم پوشی بھی کوئی چیز ہے۔ جب بنکاک کا پولیس کمشنر ہاتھ باندھ کر راجن کے سامنے کھڑا رہتا ہے تو لوپ بوری جیسی چھوٹی جگہ کے سرکاری اہل کار کس گنتی میں ہیں۔ وہ وہی دیکھیں گے جو راجن انہیں دکھانا چاہتا ہے۔''

''وہاں سے کون سا خزانہ لٹا ہے جو اسے ڈکیتی کی واردات بنا دیا گیا؟''

''کہا جا رہا ہے کہ نرائن پرشاد شرما کے پاس ایک

Downloaded from https://paksociety.com

چھوٹے بریف کیس میں دس لاکھ بھات کی رقم موجود تھی۔ اس بریف کیس کا کہیں سراغ نہیں ملا.....''

''یہ بکواس ہے!'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا''سیٹ لائٹ فون والے بریف کیس کو رقم سے بھرے ہوئے بریف کیس کا نام دے دیا گیا ہے، وہ راجن کے قبضے میں ہے۔''

''میں خبر سنتے ہی یہ بات سمجھ گئی تھی۔'' غزالہ ہنستے ہوئے بولی''کہانی یوں بنائی گئی ہے کہ راجن کے ڈرائیور نے ڈاکوؤں کو روکنے کی کوشش کی، انہوں نے اسے گولی ماردی۔ ڈرائیور کا یہ حشر دیکھ کر شرما خوف زدہ ہوگیا۔ ڈاکوؤں سے اپنی جان بچانے کے لیے وہ پچھلے راستے سے کھیتوں میں نکل گیا۔ ڈاکو رقم کا بریف کیس لے کر بھاگ گئے، شرما بھٹک کر جنگل کی طرف نکل گیا۔ وہاں جنگلی درندوں نے اسے اپنی خوراک بنالیا۔''

''تمہارا اندازہ سو فی صد درست ہے۔ یہ کہانی راجن کی مرضی کے مطابق بنائی گئی ہے۔ کسی کو یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ شرما اتنی بڑی رقم کیوں ساتھ لے کر گھوم رہا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ راجن نے ایک تیر سے دو شکار کیے ہوں۔ سوبھراج پاکستان سے خالی ہاتھ یہاں نہیں آیا ہوگا۔ ڈکیتی کی آڑ میں راجن اس کی رکھوائی ہوئی رقم پی جائے گا۔''

''وہ شرما کے نام سے مرا ہے اس لیے سوبھراج کی کسی رقم کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ دس لاکھ کی رقم زیب داستان کے لیے ڈالی گئی ہے۔''

''اس خبر کے لیے میں تمہارا ممنون ہوں۔ ٹیلی وژن دیکھتی رہا کرو تاکہ ہمیں اپنے دشمن کے رخ کا اندازہ رہے۔ ضرورت پڑنے پر راجن کو اس کہانی کی خامیاں سمجھا کر خاصا ہراساں کرسکوں گا۔'' میں نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

بقیہ وقت میں نے کمرے میں رہ کر گزارا۔ میری غیر حاضری میں غزالہ ہوٹل کی فارمیسی سے میرے لیے ایک کریم اور کوئی ہومیو پیتھک دوا لے آئی تھی۔ دوا کھلانے کے ساتھ وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے میرے چہرے کے نیلے نشانات پر کریم لگاتی رہی جس کے نتیجے میں وہ نشان تیزی سے مندمل ہونے لگے۔

تین گھنٹے بعد اول خان کا فون آ گیا۔ اس نے بتایا کہ میری ہدایت کے مطابق ہوپر کی لاش کو حیدرآباد کے نواح میں بہنے والی ایک نہر میں چھوڑ دیا گیا تھا۔

کراچی میں ایس ٹی ایف کے پاس کوئی ہیلی کاپٹر نہیں تھا۔ کسی اور محکمے یا ادارے سے ہیلی کاپٹر حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تو اس میں وقت کے زیاں اور بات پھیلنے کا خطرہ تھا۔ وہ ایک اہم غیر ملکی کی لاش کا معاملہ نہ ہوتا تو اول خان ہر خطرہ مول لے لیتا۔ ہوپر کے معاملے میں وہ ہر احتیاط پر کاربند رہنا چاہتا تھا۔

اس نے ہیلی کاپٹر کے استعمال کا ارادہ ترک کردیا۔ جہانگیر کے گھر سے لاش آتے ہی، اپنے آدمیوں کو ایک جیپ سے حیدرآباد کی طرف روانہ کردیا۔ یوں وہ معاملہ پوری رازداری کے ساتھ طے پاگیا۔ اب یہ ہوپر کے نصیب کی بات تھی کہ اس کی لاش کب تک پانی میں رہتی۔ اس کی گاڑی ذرا مشکل سے تلاش کی جاسکی۔ بعد میں اسے کینٹ اسٹیشن کی پارکنگ لاٹ میں لاوارث چھوڑ دیا گیا۔

اس کی بازیابی سے اول خان کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ پانی میں پھولنے کے بعد لاش کہیں نہ کہیں سطح آب پر ابھرتی اور کنارے کی جھاڑیوں وغیرہ میں پھنس جاتی۔ اسے دیکھ لیے جانے کے بعد علاقے کی پولیس اپنی کارروائی شروع کردیتی۔

''یہ ایک بہت بڑا سوال ہوگا کہ اس علاقے میں ہوپر کا دشمن کہاں سے پیدا ہوگیا؟'' اول خان سے میری بات ختم ہونے کے بعد غزالہ نے نکتہ اٹھایا۔

''ہم نے اپنا کام کرلیا ہے، آگے کیا ہوگا.....اس کا انحصار اس علاقے کی پولیس کی صوابدید پر ہوگا۔'' میں نے کہا ''ایسے واقعات میں دو باتیں محل نظر ہوتی ہیں۔ مرنے والے کو کسی نے ڈبویا ہے یا وہ خود پانی میں کودا ہے۔ ہوپر کے بدن پر پورا لباس موجود ہوگا جو تفریحی تیراکی کے امکان کو ختم کردے گا۔ اس کے بعد ڈوبنے اور ڈبوئے جانے کا مسئلہ باقی رہ جائے گا۔ ہوپر کی اس علاقے میں موجودگی کے اسباب اور اس کی کسی دشمن کی نشان دہی کی ذمے داری اس کے ہمدردوں اور افسروں پر ہوگی۔ پولیس پر کوئی ذمے داری نہیں آئے گی۔''

''آپ کی بات سمجھ میں آرہی ہے۔'' غزالہ بولی ''اصل واقعے کا کسی کو علم نہیں ہوگا۔ پولیس ایک نظریہ پیش کرسکتی ہے۔ اس کو صحیح یا غلط ثابت کرنے کی ذمے داری ان لوگوں پر ہوگی۔ انہوں نے اپنی زبانیں بند رکھیں تو ہوپر کی موت کو اتفاقی حادثہ قرار دے کر فائل داخل دفتر کردی جائے گی۔ جہانگیر پر آنچ آنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''جہانگیر کو پھنسوانے کے لیے انہیں اس کا نام لینا ہوگا۔ وہ مسلسل گھر میں موجود رہا ہے۔ لاش حیدرآباد کے مضافات

Downloaded from https://paksociety.com

سے ملے گی۔ یہ معمّا ان کے کیس کو کمزور کردے گا۔ اسے پھانسنے کے چکر میں وہ خود مصیبت میں گھر جائیں گے۔''

''کیا یہ خوشی کی بات نہیں ہے کہ ان کا ایک آدمی مفت میں صاف ہوچکا ہے؟''

میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا اور کہا ''تم سطحی بات سوچ رہی ہو، میں جہانگیر کے لیے فکرمند ہوں۔ پہلے سوبھراج اس کا دشمن ہورہا تھا، اب امریکی اس کی طرف متوجہ ہوچکے ہیں۔ ان کے پاس نفری کی کمی نہیں ہے۔ ہوپر کی جگہ کوئی اور لے لے گا۔''

''ابھی آپ خود کہہ رہے تھے کہ جہانگیر پر کوئی آنچ آنے کا خطرہ نہیں ہے۔''

''یہ قانونی پوزیشن ہوگی، حقیقت تمہارے سامنے ہے۔ اپنے ہیر پھیر سے ہم انہیں دھوکا نہیں دے سکتے۔ وہ جان لیں گے کہ ہوپر کو جہانگیر یا اس کی بیوی نے مار کر لاش غائب کروائی ہے۔''

''یہ بھی بڑی بات ہوگی۔ وہ جہانگیر سے خوف زدہ ہو جائیں گے۔ اس پر کوئی نیا وار کرنے سے پہلے دس بار سوچیں گے۔''

''اب انتظار کرو کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس نے جہانگیر کو اپنے بارے میں ہر بات درست بتائی ہو۔''

''اس بات پر کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ امریکی تھا۔''

میں نے غزالہ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ عارضی طور پر وہ قصہ نمٹ چکا تھا۔ اول خان نے اس گتھی کو سلجھانے میں بے مثال تعاون کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کی جگہ جلال ہوتا تو وہ کبھی اس طرح جہانگیر کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔

رات کو ہم دونوں کھانے کے لیے ہوٹل کے ایک ریستوران میں جانے کا ارادہ کررہے تھے کہ غیر متوقع طور پر اول خان کا فون آگیا۔

''تم کہو گے کہ اب میں نے تمہارا نمبر دیکھ لیا ہے۔'' وہ پرمزاح لہجے میں کہہ رہا تھا ''ہمارے کہنے سننے کا کوئی اثر نہیں ہوا مگر اب خیر سے بدھو گھر لوٹ آئے ہیں۔''

''کس بدھو کا ذکر کررہے ہو؟'' میں نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے سوال کیا ''ایک کو تو صبح تیراکی کے مشن پر روانہ کرچکے ہو۔''

''وہ بدھو نہیں، سیانا تھا۔ میں تمہارے دوست کا ذکر کررہا ہوں۔ وہ دوبارہ اسٹیشن فور آگیا ہے۔'' اول خان نے انکشاف کیا۔

''کیا تم جہانگیر کی بات کررہے ہو؟'' میں نے حیرت اور بے یقینی سے پوچھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہوپر کو مار لینے کے بعد وہ اتنی جلدی گھر سے نکل بھاگے گا۔

''ہاں، میں اسی کے پاس بیٹھا ہوا ہوں، تم اس سے بات کرلو۔'' اول خان نے یہ کہہ کر اپنا موبائل فون جہانگیر کو دے دیا۔

''میں لوٹ آیا ہوں۔ گھر پر سلگتی سنگین مسائل پیدا کرسکتی تھی۔'' میرے کان میں جہانگیر کی بھرائی ہوئی اور افسردہ آواز گونجی ''ہوپر کا خون اس کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ میرے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہورہا ہے۔''

''اور تم گھبرا کر اسٹیشن فور آگئے؟'' میں نے تصدیق چاہی۔

''صرف یہی سبب نہیں تھا۔ میرے پاس ان خبیثوں کے فون آنا شروع ہوگئے، پہلے ہوپر کے بارے میں پوچھا گیا، میں نے لاعلمی ظاہر کی اور فون بند ہوگیا.....''

''وہ کوئی غیر ملکی تھا؟'' میں نے اس کی بات کاٹ کر سوال کیا۔

''پہلا فون کسی مقامی کا تھا۔ دوسری کال کرنے والے کا لب ولہجہ امریکن تھا۔ وہ دل کھول کر مغلظات بکتا رہا۔ اس نے دھمکیاں دیں کہ ہوپر کو ذرا بھی نقصان پہنچا تو وہ میری زندگی جہنم بنادے گا۔'' اس نے بتایا۔

''ایک بات صاف ہوگئی کہ اس کا نام ہوپر ہی تھا۔ تم کو ان فون کالز سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچ رہے ہیں۔ کرنے والے خاموشی سے اپنا کام کرگزرتے ہیں، دھمکیاں نہیں دیتے۔''

''تیسری کال نے میرے پیر اکھاڑ دیے۔ اس نے ایسی بھیانک باتیں کیں جو میری برداشت سے باہر تھیں۔ میں نے اول خان کو فون کیا اور یہاں آگیا۔''

''اس نے ایسی کیا باتیں کہہ دیں؟'' میں نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

''گندی اور خبیثانہ باتیں تھیں۔ کہہ رہا تھا کہ وہ میری بیوی کو اٹھوالے گا، تین چار بدمعاش اس کی بے آبروئی کریں گے پھر اسے ان کے خرچ پر چلنے والی ایک این جی او کے حوالے کردیا جائے گا۔ میری بیوی رو رو کر اپنی مظلومیت کی کہانی سنائے گی جو ملک بھر کے اخباروں میں چھپے گی اور میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔''

''این جی او والی بات درست ہے۔ یہ لوگ ان پر پانی کی طرح پیسا بہا رہے ہیں۔ یہ خاکی انڈے سماجی کام کرنے

Downloaded from https://paksociety.com

''میں دانستہ خاموش ہوں۔ اسد کے یہاں سے نکل جانے سے پہلے میں اسے ذرا بھی چھیڑنا نہیں چاہتا۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اسد کی پرواز نو بجے کی تھی۔ اب تک وہ آدھے سے زیادہ راستہ طے کر چکا ہوگا۔'' غزالہ بولی ''راجن کتنا ہی بارسوخ سہی، اڑ جانے والے جہاز کو واپس نہیں بلا سکتا۔''

''ہاں..... آں.....؟'' میں نے بے خیالی میں کہا ''بعض اوقات پروازوں کی روانگی میں دیر سویر بھی ہو جاتی ہے، میں کل اسے دیکھوں گا۔''

''پرواز کی روانگی میں تاخیر ہوتی تو وہ آپ کو فون ضرور کرتا۔''

''سچ پوچھو تو اسے ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہونے سے پہلے مجھے فون کرنا چاہیے تھا۔'' میں نے ہلکے سے شکایتی لہجے میں کہا ''ایجنسیوں والے شاید ایسے ہی بے مہر ہوتے ہیں۔ جب تک وہ یہاں تھا، میں اس کا معتمد خاص تھا۔ اب میرا اور اس کا کیا واسطہ!''

''بعض اوقات آپ ضرورت سے زیادہ حساس ہو جاتے ہیں۔ وہ بہت مختصر نوٹس پر یہاں سے واپس گیا ہے، گھر والوں کے لیے خریداری وغیرہ بھی کی ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھاگ دوڑ میں ایئرپورٹ پہنچا ہو۔ اسے فون کرنے کا وقت نہ ملا ہو۔''

غزالہ کی دلیل قرین قیاس تھی۔ میں نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ اس کی خطا کو درگزر کر دیا۔

میں آرام سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ غزالہ کو اسد کی روانگی کی فکر لاحق ہوگئی۔ اس نے اسد کا موبائل فون نمبر ملایا۔ اس پر فون بند ہونے کے بارے میں انگریزی اور تھائی زبانوں میں ریکارڈنگ چل رہی تھی۔ اس نے اپنا اطمینان کرنے کے لیے دوبارہ کوشش کی لیکن نتیجہ وہی رہا۔

جہازوں کے حساس آلات میں خلل کے پیش نظر ان دنوں روانگی کے وقت مسافروں سے موبائل فون بند کرنے کی درخواست کی جاتی تھی۔ ویسے بھی بنکاک چھوڑ دینے کے بعد اسد کے لیے وہ فون بے مصرف ہو چکا تھا۔ ریکارڈنگ اس بات کی غماز تھی کہ وہ پروگرام کے مطابق اپنے سفر پر روانہ ہو چکا تھا۔

پھر غزالہ نے ہوٹل کے آپریٹر کے ذریعے بنکاک کی فلائٹ انکوائری کا نمبر ملوایا۔ اسے اس کی پرواز کا نمبر معلوم نہیں تھا۔ اس نے نو بجے کراچی جانے والی پرواز کے بارے میں دریافت کیا اور جواب سن کر فون بند کر دیا۔

تلاش ہے

نوجوانوں کے لئے شائع ہونے والے ایک نئے ڈائجسٹ کے نام کی

ایک ایسا منفرد ڈائجسٹ جس میں

☆ کٹے پھٹے اور شوریدہ سر جذباتوں کے افسانے
☆ زندگی کی تلخ و شیریں سچائیوں کی عکاس
دلچسپ کہانیاں
☆ فیچر ☆ شوبز ☆ شاعری
☆ سیاست ☆ انٹرویوز
☆ حالات حاضرہ و غیر حاضرہ
☆ سنجیدہ و مزاحیہ کالم

نوجوان قارئین کے دلوں میں گھر کرنے بہت جلد آرہا ہے

اس ڈائجسٹ کے لئے نام تجویز کریں
اور انعام میں حاصل کریں

مبلغ 5000 روپے نقد انعام

اپنا تجویز کردہ نام اپنے مکمل نام و پتے و فون نمبر کے ساتھ
جلد از جلد درج ذیل پتے پر ارسال فرمایئے

''میری تجویز''
معرفت بکس نمبر 215 کراچی

Downloaded from https://paksociety.com

''تم اس کی روانگی کی تصدیق کے لیے اتنی مضطرب کیوں ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''آپ کا شبہ دور کررہی تھی۔ پرواز اپنے مقررہ وقت پر روانہ ہوئی ہے۔''

''اچھی بات ہے۔ اس سے ہماری صحت پر کیا فرق پڑتا ہے؟'' میں نے انجان بن کر سوال کیا۔

''وہ جاچکا ہے، راجن اس کے لیے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرسکتا۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ خالی رہ کر وقت گزارنے کے بجائے راجن کو ٹٹول لیں۔''

میں خود بھی اسد کی روانگی پر راجن کا ردِعمل جاننا چاہتا تھا لیکن اس روز جہانگیر کے معاملے نے مجھے اس قدر فکرمند کردیا کہ دوسری تمام ترجیحات میرے ذہن سے نکل گئیں۔ میں نے غزالہ سے جو کچھ کہا وہ چھیڑ چھاڑ کی حد تک تھا ورنہ راجن کے معاملے میں میری اور اس کی سوچ میں کوئی تضاد نہیں تھا۔

اپنے اصل یعنی ڈینی کے روپ میں، میں راجن سے سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون پر بات کرچکا تھا۔ اسد کے معاون کی حیثیت سے میری اس سے روبہ رو ملاقات ہوچکی تھی۔

بنکاک کے بدمعاشوں میں، میں نے ایک خاص بات مشترک دیکھی کہ وہ اپنی طاقت کے زعم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنے کسی بھی ملاقاتی کے بارے میں تجسس کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔ میں پہلی بار ڈان برنارڈ سے ملا تو اس نے میرے ماضی کے بارے میں سوال کیے نہ میری قومیت جاننے کی کوشش کی۔ یہی صورت حال راجن کے ساتھ پیش آئی۔ وہ اسد سے ملاقات کا خواہش مند تھا اور میں اسد کا معاون بنا ہوا تھا۔ اس نے مجھے اس بری طرح نظرانداز کیا کہ پوری ملاقات میں میرا نام تک جاننے کی کوشش نہیں کی۔

میں بنکاک میں علی احمد کے نام سے مقیم تھا۔ میں راجن پر اپنا وہ نام ظاہر کرتا تو اس کو میرے بارے میں بہت کچھ پتا چل جاتا۔ کوئی فرضی نام بتاتا اور کسی مرحلے پر اس سے ملنے کی نوبت آجاتی تو کھوج لگانے کے لیے میرا پیچھا کیا جاسکتا تھا، یوں ناموں کا تضاد ابھر کر راجن کے سامنے آجاتا۔ اسے آسانی سے پتا چل سکتا تھا کہ میرے چاؤفان سے مراسم تھے۔ شاید وہ میرے اور ڈان کے تعلقات کا سراغ بھی لگالیتا۔ میرے لیے وہ صورتِ احوال بہت خطرناک ہوسکتی تھی۔ بہتر یہی تھا کہ میں راجن کا سامنا کرنے سے گریز کروں۔

''تم چاہتی ہو کہ میں اسی وقت راجن سے بات کروں؟'' میں نے غزالہ پر احسان جتاتے ہوئے پوچھا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

مجھے موبائل فون اسد نے دلایا تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد میرے لوکل موبائل فون کا نمبر صرف ڈان اور چاؤ فان کو معلوم تھا۔ میں نے اس گفتگو کے لیے ہوٹل کا فون استعمال کرنے کے بجائے موبائل کو ترجیح دی۔

غزالہ نے میرا اشارہ پاکر ٹیلی وژن کی آواز بند کردی۔ میں نے موبائل پر موتی محل کا ایک نمبر ملالیا جو میں نے پاکستان میں جلال سے حاصل کیا تھا۔

فون کسی لڑکی نے اٹھایا۔ اس نے تھائی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے انگریزی میں اسے بتایا کہ مقامی زبان میرے لیے اجنبی تھی۔ میں راجن سے بات کرنا چاہتا تھا۔

لڑکی نے معذرت چاہنے کے بعد انگریزی میں میرا نام دریافت کیا۔ میں نے اکبر بتادیا۔ وہ مجھے ہولڈ کرنے کی ہدایت کرکے غائب ہوگئی۔ میرے کانوں میں ایک مشہور بھارتی گانے کی دھن گونجنے لگی۔ چند لمحوں بعد وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔ لڑکی معذرت خواہانہ انداز میں راجن کی مصروفیت کی نوید سنا رہی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ میں چاہوں تو راجن کے لیے پیغام چھوڑ سکتا ہوں۔

''بے بی! یہ اہم مسئلہ ہے۔ اسے بتاؤ کہ میں اسد کا ساتھی ہوں۔ وہ میرے نام سے واقف نہیں ہے۔'' میں نے زوردے کر مربیانہ انداز میں کہا۔

لمحہ بھر کی خاموشی، مختصر سی موسیقی اور پھر ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ میری کال کہیں منتقل کردی گئی۔

''تم فون کررہے ہو..... اسد کہاں ہے؟'' میرے کانوں میں راجن کی آواز گونجی۔ مجھے اطمینان ہوا کہ اس نے مجھ سے ممبئی والی بولی میں، بدتمیزی سے بات نہیں کی تھی۔

''ارجنٹ آرڈرز آگئے تھے۔ وہ رات کی فلائٹ سے واپس چلا گیا۔'' میں نے کہا۔

''چلا گیا.....!'' اس نے تحیر زدہ آواز میں میری بات دہرائی پھر بولا ''میں اس کے پیغام کا انتظار کررہا ہوں۔ آدمی بھیجا تو اس کے فلیٹ پر تالا ہے۔ وہ کب تک واپس آئے گا؟''

''استاد! شاید وہ واپس نہ آئے۔ اس کی جگہ کوئی اور آئے گا۔''

''اوہو..... یہ برا ہوا۔ اب مجھے نئے آدمی کو دیکھنا ہوگا..... وہ سالا میرے لیے کیا کرے گا؟ اسے خود کچھ خبر نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

ہوگی۔''

''تمہاری خدمت کے لیے میں موجود ہوں۔'' میں نے پیش کش کی۔

''تم ڈینی کو جانتے ہو؟'' اس نے براہِ راست سوال کیا۔

''اچھی طرح جانتا ہوں۔ کل میں نے تمہاری باتیں غور سے سنی تھیں۔'' میں نے مختصر سا جواب دیا۔

''کل باتیں ہو رہی تھیں اور اسد اچٹ رہا تھا تو تم نے مجھے آنکھ ماری تھی؟''

میں اس کی زبان سے وہ حوالہ سننے کے لیے بے چین تھا۔ میں نے پرسکون لہجے میں کہا ''اسد تمہارے کام کا آدمی نہیں تھا۔ اچھا ہوا کہ وہ چلا گیا۔ میں نے آنکھ ماری تھی کہ اسی وقت فیصلہ نہ کرو، وقت دے دو۔ تم نے میری بات مان لی۔''

''تم میرے لیے کام کرو گے؟'' اس کا لہجہ تائید طلب تھا۔

''ضرور کروں گا مگر بہت احتیاط سے۔'' میں نے کہا ''ہم لوگ پیسا کمانے کے لیے سب کچھ چھوڑ کر پردیس میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ڈینی بنکاک میں ہے تو وہ مجھ سے نہیں بچ سکتا۔ اس بہانے مجھے بڑی رقم مل گئی تو میرے سارے خواب پورے ہو جائیں۔ مجھے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ میں وطن واپس جا کر اپنے گھر والوں کے ساتھ عیش کی زندگی گزاروں گا۔''

میری بات لمبی ہوگئی لیکن راجن نے درمیان میں لقمہ نہیں دیا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے پوچھا ''میں احتیاط کا مطلب نہیں سمجھا!''

''استاد! میں عقل سے بالکل کورا نہیں ہوں۔ کل تم نے اسد کو بتا دیا تھا کہ اس نے تمہاری بات نہیں مانی تو اس کے ساتھ کیا کیا ہو سکتا ہے اور ہماری واپسی پر وہ ہو گیا۔ اتنی مار پڑی ہے کہ میرے جبڑے اب تک دکھ رہے ہیں۔''

''میں چاہتا تو وہ تم دونوں کو گولیاں بھی مار سکتے تھے۔ میں تم دونوں کو سبق سکھانا چاہتا تھا۔ تم کو اس واقعے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے آدمی نے اسد سے معافی مانگ لی تھی۔ وہ قصہ وہیں ختم ہو گیا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دونوں بہت بے جگری سے لڑے تھے۔ لڑنے بھڑنے والے مرد مجھے اچھے لگتے ہیں۔ تم کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔''

''کام بن گیا تو تم کتنا مال دو گے؟'' میں مطلب کی بات پر آ گیا۔

''دس لاکھ بھات!'' راجن کا جواب سنتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اس مد میں ایک پیسا بھی نہیں دینے والا تھا۔ کام نکلوانے کے بعد وہ مجھ سے پیچھا چھڑوانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جب کچھ دینے کی نیت نہ ہو تو دس ہزار اور دس لاکھ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

''اور بیس لاکھ ڈالر کا کیا بنے گا؟'' میں نے انعامی رقم کے بارے میں پوچھا۔

''وہ بھی تمہارے ہوں گے۔'' وہ فیاضی کے مظاہرے پر تلا ہوا تھا۔

''میرے دن پھر جائیں گے۔'' میری طرف سے جوش کا مظاہرہ ضروری تھا۔ میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''معلوم ہوتا ہے کہ میرا مقدر ڈینی کو یہاں کھینچ لایا ہے۔ اسے ڈھونڈنے کے لیے مجھے چھٹیاں کرنا پڑیں گی۔ بھاگ دوڑ اور خرچے کے لیے پندرہ بیس ہزار بھات چاہیے ہوں گے۔''

''فون کر کے کل کسی وقت آ ؤ اور رقم لے جاؤ!'' وہ بلا پس و پیش راضی ہو گیا۔

''استاد! یہ مشکل ہے۔ تم کو کوئی اور بندوبست کرنا ہوگا۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''کیوں؟'' اس کے لہجے میں برہمی پیدا ہو گئی ''کیا یہاں آنے میں تم کو شرم آ رہی ہے' مہندی لگی ہوئی ہے تمہارے پیروں میں؟''

''تم کچھ بھی کہہ لو' میں موتی محل نہیں آ سکتا۔''

''میرے لیے کام کرنا ہے تو تم کو دس بار یہاں آنا پڑے گا۔'' پیسے کے لیے میری حرص سے واقف ہونے کی وجہ سے وہ مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہا تھا ''یہاں آنے میں تم کو کیا مشکل نظر آ رہی ہے۔''

''کل رات واپسی پر مار دھاڑ ہوئی تھی' کسی وقت گولیاں بھی چل سکتی ہیں۔'' میں نے کسی اشتعال کے بغیر کہا۔

''اوہ..... تو تم ڈر رہے ہو۔ سب کچھ تمہارے سامنے ہوا تھا۔ اس کی ذمے داری اسد پر آتی ہے۔ وہ اپنی ضد پر نہ اڑا رہتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اسے سبق سکھانے کے لیے مجھے ہلکا سا بندوبست کرنا پڑ گیا۔''

''اس کے ساتھ میری بھی پٹائی ہوئی ہے۔'' میں نے شکوہ کیا ''میں تمہیں آنکھ مار کر اپنی طرف سے پیغام دے چکا تھا۔''

''چکی کے پاٹ چلتے ہیں تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ اس کے کوئی آرڈرز نہیں آئے۔ وہ ڈر کر یہاں سے بھاگا ہے۔ اوپر سے اصول

Downloaded from https://paksociety.com

پرست اور ایمان دار بننے والے پہاڑ تلے آتے ہیں تو اسی طرح اپنی چوکڑی بھول جاتے ہیں۔'' وہ ترش لہجے میں بولتا چلا گیا ''تم سمجھ دار آدمی ہو' ایک ہلکے سے جھٹکے میں راستے پر آ گئے ہو' تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کل آؤ اور پیسے لے جاؤ۔''

''مجھے حاضری سے معاف کردو۔'' میں نے لجلجاتی ہوئی آواز میں کہا ''میں اپنے گھر کا اکیلا کمانے والا ہوں۔ لالچ میں پڑ کر اپنی جان کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ تمہارا کام پکا ہوگا۔ یہ میری گارنٹی ہے۔ میں دوبارہ موتی محل میں نہیں آؤں گا۔''

وہ بہت چالاک اور مکار آدمی تھا۔ میرے اصرار پر غصہ دکھانے کے بجائے اچانک نرم پڑ گیا ''تم عجیب باتیں کررہے ہو۔ موتی محل نہیں آؤ گے تو کام کیسے چلے گا۔ ایسے کام مل جل کر کیے جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے دور رہ کر بات نہیں بنتی۔ تم بلاوجہ میرے پاس آنے سے ڈر رہے ہو۔ میں دوستوں کا دوست ہوں۔ تمہارے ساتھ کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔''

یہ بات میں بھی جانتا تھا کہ اپنا مقصد حاصل کرنے تک وہ میرے ساتھ کوئی گڑبڑ نہیں کرے گا۔ اس سے ملنے میں میرے لیے ایک ہی خطرہ تھا کہ وہ اپنے ذرائع سے میری سرگرمیوں کے بارے میں بہت کچھ جان سکتا تھا۔ اس کی واقفیت میرے لیے موت کا پیغام بن سکتی تھی۔

''استاد! مجھے مجبور نہ کرو۔'' میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا ''تم بڑے آدمی ہو' مجھے تمہاری ہر بات پر اعتبار ہے لیکن میں اپنے دل کا کیا کروں۔ میرا دل ڈر رہا ہے۔''

''ایسا بزدل آدمی میرے لیے خاک کام کرے گا۔'' تحمل اور برداشت کے باوجود اسے طرارہ آ گیا ''اسد ڈر کر یہاں سے بھاگ گیا۔ تم ہو تو تمہاری جان نکلی جارہی ہے۔ اس وقت نہیں آؤ گے تو بعد میں کسی نہ کسی وقت آنا پڑے گا۔ پتا نہیں تم کیا سوچ رہے ہو۔''

''پچھلی رات کے تجربے نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔'' اس سے زبانی محاذ آرائی سے بچنے کے لیے میں نے الجھے الجھے انداز میں کہا ''اس وقت میں نے تمہیں صرف یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ اسد کی طرف سے کسی جواب کا انتظار نہ کرنا' وہ بھاگ کے چلا گیا ہے۔''

''اچھا کیا کہ تم نے یہ بات بتادی۔ اس کی لمبی خاموشی پر میرا خون کھول رہا تھا۔ بات اس سے کچھ آگے بڑھی ہے تو ہم کو اس کے بارے میں بھی طے کرلینا چاہیے۔''

''میرا دماغ ماؤف ہورہا ہے۔ میں اپنے بارے میں سوچ کر تمہیں جواب دوں گا۔'' میں نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔

''سوچتے ہوئے ایک بات اپنے ذہن میں ضرور رکھنا۔ تم موتی محل نہیں آئے تو خرچے کی رقم دینے کے لیے میرا کوئی نہ کوئی آدمی تم سے ملے گا۔ میری نیت میں فتور ہوا تو وہ تمہارے ساتھ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ ہوشیاری دکھانے کے چکر میں تم مار کھا جاؤ گے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' میں نے اعتراف کیا ''مجھے شوق بہت ہے لیکن ایسے کاموں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اسی لیے میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے اونچ نیچ پر غور کرنے کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔ میں تمہیں بعد میں جواب دوں گا۔''

''یہ یاد رکھنا کہ ایسے کاموں میں ایک دوسرے پر بھروسا کیے بغیر گاڑی نہیں چلتی۔ کام ہوتا ہے یا سرے سے نہیں ہوتا۔ اس میں بیچ کا کوئی راستہ نہیں نکلتا۔ تم نے جلدی جواب نہیں دیا تو میں کوئی اور طریقہ سوچوں گا۔'' اس نے اپنی بات ختم کرتے ہی فون بند کردیا۔

''آپ اس سے بہت عجیب انداز میں بات کررہے تھے۔'' غزالہ نے حیرت سے کہا ''ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے آپ نے خالی الذہنی کے عالم میں' میرے کہنے سے اس کا نمبر ملالیا ہو۔''

''اگر اس نے بھی یہی اندازہ لگایا ہے تو میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا ''اس کے لیے میں اس وقت ڈیٹی نہیں' اکبر تھا..... اسد کا ایک نوآموز بلکہ ناآموز ساتھی۔ میں اناڑی بن کر ہی اسے اپنے پھندے میں لے سکتا ہوں۔''

''آپ کی باتوں میں بہت زیادہ تضاد تھا۔ ایک طرف آپ اس سے خرچ کے لیے پندرہ بیس ہزار بھات مانگ رہے تھے' دوسری طرف اس سے ملنے سے گریز کررہے تھے۔ اس سے یا اس کے کسی آدمی سے ملے بغیر آپ کو رقم کیسے ملے گی۔'' اس نے نشان دہی کی۔

''یہی بات وہ بھی کہہ رہا تھا۔ باتوں کا تضاد' خوف' ہچکچاہٹ..... یہ سب باتیں اسے یہ یقین دلانے کے لیے کافی ہیں کہ میں اس میدان میں بالکل ناتجربے کار ہوں' لالچ اور شوق میں اسد کے ساتھ اس سے ملنے کے لیے پہنچ گیا۔''

''اس سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوگا؟''

''سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ بھول کر بھی اس کا ذہن میری طرف نہیں جائے گا۔ یعنی وہ یہ نہیں سمجھ پائے گا کہ اکبر

Downloaded from https://paksociety.com

اور ڈینی ایک شخص کے دو نام ہیں۔''

''اب پوری بات میری سمجھ میں آ گئی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی ''ہوشیاری دکھانے کی صورت میں وہ بھی مکاری سے کام لے گا' بازی الٹ سکتی ہے۔ آپ بے وقوف بن کر اسے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''اگر چاؤ فان اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتا ہے اور وائٹ ہاک کی تباہی کا پروگرام بن جاتا ہے تو میں راجن کو پہلے سے اس کی خبر دے دوں گا.....''

''یہ کیا کہہ رہے ہیں!'' اس نے بوکھلا کر میری بات کاٹ دی ''اس منصوبے پر عمل ضرور ہونا چاہیے' وائٹ ہاک تباہ ہو گئی تو راجن کا سارا غرور خاک میں مل جائے گا۔ اب آپ اس منصوبے سے پیچھے کیوں ہٹ رہے ہیں؟''

''مشکل یہ ہے کہ تم بال کی کھال نکالتی ہو۔'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''اسے سب کچھ نہیں بتایا جائے گا۔ میں اسے یہ خبر دوں گا کہ شہر میں اس کے دشمن اسے کوئی بھاری نقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اس کے نزدیک میں یعنی اکبر احمق اور بزدل ہوں۔ وہ میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دے گا۔ وائٹ ہاک غرق ہو گی تو اسے ہوش آئے گا۔ اسے میری کہی ہوئی بات یاد نہ رہی تو میں خود اسے یاد دلاؤں گا کہ اس کے دشمنوں کی منصوبہ بندی کامیاب رہی' وہ غافل بیٹھا رہا اور وائٹ ہاک سمندر کے گہرے پانی میں ڈبو دی گئی۔ اس کے دل میں یکا یک میری قدر و منزلت بڑھ جائے گی۔''

''بہت پُر پیچ منصوبہ ہے۔'' غزالہ نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے ذہن میں ایسی کڑیاں کس طرح یک جا ہو جاتی ہیں۔''

''اس وقت راجن کو احساس ہو گا کہ کبھی کبھی کھوٹا سکہ بھی کام آ جاتا ہے۔ میرے کچھ کہے بغیر اسے یقین ہو گا کہ وائٹ ہاک ڈینی کی سازش کا شکار ہوئی ہے۔ اکبر کو اس تباہی کی پیشگی بھنک ملنے سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ اکبر اپنی بزدلی کے باوجود صحیح خطوط پر کام کر رہا ہے۔ اسے ڈینی کے حلقوں میں رسائی حاصل ہے۔''

''آپ نے اتنی آسانی سے یہ سب سوچ لیا' میرا ذہن یہ تفصیل سن کر دکھ رہا ہے۔ سب کچھ آپ کے اندازوں کے مطابق ہوتا رہا تو وہ اکبر کا گرویدہ ہو جائے گا۔''

''اس وقت میں اس سے اپنی شرائط منوا سکوں گا۔ وہ سامنے آیا اور مارا گیا۔ کبھی کبھی بگلے کا شکار کھیلنے کے لیے اس کے سر پر موم بتی جلانا پڑتی ہے۔''

غزالہ بے ساختہ ہنس پڑی ''سب کچھ آپ کے اندازوں کے مطابق ہوتا چلا گیا تو یہی ماننا پڑے گا۔ گولی سے شکار کرنے کے بجائے انتظار کرنا ہو گا کہ کب پگھلا ہوا موم بگلے کی آنکھوں میں اتر کر اسے اندھا کرے اور وہ پکڑا جائے۔''

''فی الحال یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ پتا نہیں چاؤ فان کہاں مرا ہوا ہے۔ جب تک وائٹ ہاک کی تباہی کے انتظامات مکمل نہیں ہو جاتے' کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔''

بعض کام بہ ظاہر بہت آسان نظر آتے ہیں۔ ان پر عمل کرنے کا مرحلہ آتا ہے تو ایک ایک کر کے مسائل سامنے آنے لگتے ہیں۔ چاؤ فان نے سب بندوبست کر لیا تھا' ایک ماہر غوطہ خور کی تلاش نے اسے الجھایا ہوا تھا۔

بات صرف غوطہ خور کی ہوتی تو بنکاک میں معاوضے پر سیکڑوں پیشہ ور مل جاتے۔ وہاں ضرورت ایسے آدمی کی تھی جو راجن سے خوف زدہ نہ ہو' اس کے خلاف کام کرنے پر آمادہ ہو اور اس راز کا بہترین امین ثابت ہو سکے۔

مادام اس کی آخری کوشش تھی۔ میں تہیہ کر چکا تھا کہ ادھر سے ناکامی کی صورت میں وہ کام میں خود کر گزروں گا۔

دیسی کُشتہ اسپیشل

آپ بھی شرطیہ طور پر خوبصورت جسم کے مالک بن سکتے ہیں

وہ دیسی کشتہ جو سال ہا سال نامور پہلوانوں کے استعمال میں رہا۔ قدرتی انداز میں 45 دن کے اندر جسم کے کمزور حصوں کو طاقتور اور جاذب نظر بناتا ہے۔ پچکے گال، کمزور بازو، جھکی ہوئی کمر اس کشتے کے استعمال سے صحت مند اور طاقتور ہو جاتی ہے۔ یہ صحت عرصۂ دراز تک قائم رہتی ہے۔ ہر عمر کے افراد اس کشتے کو بلا جھجک استعمال کر سکتے ہیں۔ مضر اثرات سے پاک ہے۔ اس کے اجزاء میں چاندی، لوہا اور وٹامنز دیسی طریقۂ کار کے تحت شامل کیے گئے ہیں۔ 45 دن میں گارنٹی سے وزن میں 12 سے 15 پونڈ تک اضافہ۔

خط لکھ کر بذریعہ وی پی منگوائیں

قیمت 1500 گرام -/450 روپے

حکیم پہلوان محمد بشیر اینڈ سنز

پی او بکس 1055، لطیف آباد، حیدر آباد

Downloaded from https://paksociety.com

ذمے داری اپنے سر لینے کا خیال آتے ہی میرا ذہن بیم گن کی طرف بھٹک گیا۔ اگر وہ نادر ہتھیار زیر آب کام کر سکتا تو میں وائٹ ہاک کے ساتھ کئی کرتب دکھا سکتا تھا۔

''ذرا بیم گن لے آؤ۔'' غزالہ کو ہدایت دے کر میں غسل خانے میں چلا گیا۔

وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کا صاف ستھرا باتھ روم تھا جہاں ساری سہولتیں دستیاب تھیں اور کوئی فالتو چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ مجھے ایک بالٹی کی ضرورت تھی جس میں پانی بھر کر میں اپنا تجربہ کر سکوں۔

میں نے غزالہ کو اپنے مسئلے سے آگاہ کیا تو اس کا ذہن خوب صورت کچرے دان کی طرف گیا۔ اسے دیکھا تو وہ جالی دار تھا۔ روم سروس والے بالٹی مہیا کر سکتے تھے لیکن ان سے ایسا کوئی مطالبہ کرنا سرگوشیوں کو جنم دینے کے مترادف ہوتا۔

میں نے باتھ ٹب کا نل کھول کر اسے بھرنا شروع کر دیا۔ اس وقت وہاں اس سے بہتر کوئی چیز دستیاب نہیں تھی۔

''آپ کیا کرنا چاہ رہے ہیں؟'' میری سرگرمیوں میں ساتھ دینے کے باوجود غزالہ کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔

جب میں نے اسے بیم گن کی زیر آب کارکردگی آزمانے کے بارے میں بتایا تو وہ مضطرب ہو کر بولی ''میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔ وہ پانی میں ناکارہ ہو گئی تو آپ ہمیشہ کے لیے ایک نادر ہتھیار سے محروم ہو جائیں گے۔''

''دوسرے آئی مین سے چھینی ہوئی ایک بیم گن ویرا کے پاس بھی ہے۔'' میں نے اس کی دلیل پر سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے کہا ''وہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار نہیں ہو گی۔ بیم گن ایک مرتبہ گئی تو پھر گئی۔ یہ تجربہ مہنگا ثابت ہو سکتا ہے۔''

ٹب تیزی سے بھرتا جا رہا تھا۔ غزالہ سے اتفاق رائے ظاہر کرنے کے باوجود جب میں نے ٹب کا نل بند نہیں کیا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آنے لگے لیکن اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔

میں نے اپنی جیب سے سگریٹ جلانے والا دھاتی لائٹر نکالا اور آہستگی سے ٹب کے پانی میں ڈال دیا جس کی سطح کئی انچ بلند ہو چکی تھی۔ نل بند کرنے کے بعد میں نے غزالہ کے ہاتھ سے بیم گن لی' اس کا لاک ہٹایا اور نوزل کا رخ لائٹر کی طرف کر کے ٹریگر پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ خوفناک شعاعوں کی پتلی سی نیلگوں دھار نوزل سے خارج ہو کر پانی میں اتر گئی۔

شعاعوں کی دھار لائٹر پر پڑتے ہی ٹب میں سے ایسی آوازیں آئیں جیسے تپا ہوا سرخ لوہا یکا یک پانی میں ڈبو دیا گیا ہو۔ لمحہ بھر بعد لائٹر کا نام و نشان مٹ چکا تھا اور پانی بہت تیزی سے باتھ روم میں پھیلنے لگا۔

بیم گن کے ٹریگر سے انگلی ہٹا کر میں تیزی سے باتھ روم سے باہر نکل آیا۔ میں دیکھ چکا تھا کہ شعاعوں نے لائٹر کو گلانے کے ساتھ سراسک کے باتھ ٹب کے پینڈے میں بھی سوراخ کر دیا تھا جس سے پانی تیزی سے بہہ نکلا تھا۔

''تجربہ کامیاب رہا۔ شعاعیں پانی میں بھی کارگر رہتی ہیں۔ سطح آب پر رہتے ہوئے زیر آب نشانے کو کامیابی سے تباہ کیا جا سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''آپ کے اس تجربے نے ہوٹل کا ٹب برباد کر دیا ہے۔ یہ لوگ آپ سے اس کا ہرجانہ وصول کریں گے۔'' غزالہ میری کارروائی سے خوش نہیں تھی۔

''پانی کی نکاسی کا بندوبست عمدہ ہے۔ دوسری نالیوں سے سارا پانی ذرا سی دیر میں بہہ جائے گا۔'' میں نے اسے بازوؤں میں سمیٹ کر مسہری کی طرف جاتے ہوئے کہا ''ہم دونوں ٹب استعمال نہیں کرتے۔ ہمیں کیا پتا کہ یہ سوراخ کب اور کیسے ہوا۔ تم کہو تو میں ہوٹل والوں کو زچ کر سکتا ہوں۔ وہ معافی مانگ کر ہمیں دوسرا کمرا دیں گے۔''

''ضرور دیں گے۔ آپ کی سنجیدگی اور متانت دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپ نے ٹب میں بچوں جیسا کوئی تجربہ کیا ہو گا۔ شعاعوں کی تپش سے ٹب کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔''

اس کی بات اپنی جگہ درست تھی۔ لائٹر پر بیم گن سے لیزر فائر کرتے ہوئے میں اس نکتے کو فراموش کر گیا تھا۔ ہوٹل والوں کو یہ نہیں بتایا جا سکتا تھا کہ میں نے بیم گن کے ذریعے ان کے ٹب کو برباد کیا تھا۔ ٹب کی جگہ کوئی اور چھوٹی موٹی چیز ضائع ہوئی ہوتی تو اسے بازار سے خرید کر خاموشی سے تبدیل کیا جا سکتا تھا۔ ٹب کے ساتھ ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس معاملے میں نجات کی ایک ہی راہ تھی کہ انجان بن کر ساری ذمے داری ہوٹل کے عملے پر ڈال دی جائے۔ مجھے قلق تھا کہ اس نقصان کے باوجود میں بیم گن کی زیر آب کارکردگی جانچنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

بارہ بجے میرے لوکل موبائل فون کی گھنٹی بجی تو میرے دل کی دھڑکن بے اختیار تیز ہو گئی۔ وہ راجن یا چاؤ فان کے سوا کسی تیسرے آدمی کا فون نہیں ہو سکتا تھا۔ اس وقت میرے لیے وہ دونوں ہی اہم تھے۔ ایک کی اہمیت منفی اور دوسرے کی مثبت تھی۔ میں نے فون اٹھایا تو اس کی اسکرین پر چاؤ فان کا نمبر روشن تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''اس وقت تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو؟'' میں نے کال وصول کرتے ہی خوش دلی سے کہا۔ اسکرین پر اس کا نمبر دیکھتے ہی مجھے کسی اچھی خبر کی آس ہوگئی تھی۔

''ماسٹر! میں قسمت کا لکھا بھگت رہا ہوں۔ آخر کار وہ تیس ہزار بھات میں تیار ہوگئی ہے۔'' اس کی آواز سے جوش اور جذبے کے بجائے تھکن کا اظہار ہو رہا تھا۔

''یہ قسمت کا نہیں' ڈان کا لکھا تھا۔'' اس کی زبان سے ایک اچھی خبر سنتے ہی میرا موڈ خوشگوار ہوگیا ''یہ مصیبت تم نے خود مول لی ہے۔ نمبر بڑھانے کے چکر میں تم اسے میری رپورٹ نہ دیتے تو یہ بکھیڑا نہ پھیلتا۔''

''شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں اس کے سامنے جاتا ہوں تو عقیدت سے میری حالت غیر ہوجاتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ سب کچھ اس کے سامنے اگل دوں۔''

''تم نے مادام کی رضامندی کی خبر بھی اس کے سامنے اگل دی ہوگی!''

''ماسٹر! میرا مذاق مت اڑاؤ۔ میں نے سب سے پہلے تمہیں فون کیا ہے۔ اب میں گھر جا رہا ہوں۔ اسے بتا دینا کہ کل رات کا پروگرام طے ہوا ہے۔ ہم دونوں تفصیلات کل طے کرلیں گے۔'' اس کی آواز سے آزردگی مترشح ہو رہی تھی۔

''میں اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔'' میں نے مذاق کو طول دینے کے بجائے سنجیدگی اختیار کرلی ''اسے کوششوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی' وہ ٹھوس نتائج چاہتا ہے۔ چاند چڑھتا ہے تو دنیا دیکھ لیتی ہے۔ لانچ ڈوبے گی تو اسے بھی دنیا دیکھے گی۔ یہ بتاؤ کہ مجھے تو غوطہ خوری کی مشق کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

''مادام بہت سورما قسم کی عورت ہے' راضی ہوگئی ہے تو اکیلی سب کچھ کرگزرے گی۔ بس تمہیں اس کے ساتھ رہنا ہوگا۔''

چاؤفان صبح سے شہر میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ کرتے ہوئے' میں نے بات وہیں ختم کردی۔

ابتدا میں چاؤفان نے جس طرح مادام کا ذکر کیا اس کی بنا پر میں نے اس تھائی عورت کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ کوئی خوش حال اور رنگین مزاج عورت تھی جو اس شہر خرابات میں پیشہ ازل سے وابستہ تھی۔ یہ اس کا شوق یا ہنر تھا کہ وہ غوطہ خوری میں بھی مہارت رکھتی تھی۔

چاؤفان کی زبان سے مادام کی آمادگی کی خبر سن کر اس عورت کی ذات میں میری دلچسپی یکا یک بڑھ گئی تھی۔ میں جاننا اور دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کون تھی اور کس ڈھب سے اپنی زندگی گزار رہی تھی۔

چاؤفان نے اگلی رات کی مہم میں میری اور مادام کی یک جائی کا ذکر کرکے میری آتش شوق کو بھڑکا دیا تھا۔

☆☆☆

اگلے روز چاؤفان صبح دس بجے مجھے لینے کے لیے آگیا۔ میں اپنے ہوٹل میں اس کے ساتھ دیکھا جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ نہ وہ اس ڈھنگ کا آدمی تھا کہ اسے کمرے میں بلایا جائے۔ اس کے بدنگاہی کے کئی واقعات میرے مشاہدے میں آچکے تھے۔

گاڑی میں شہر کی غیر معروف اور کشادہ سڑکوں پر گھومتے ہوئے اس نے رات کے پروگرام کے بارے میں انتظامات سے آگاہ کیا۔ اس میں اس کی دو بے نام و نشان موٹر بوٹس کو حصہ لینا تھا۔ نفری کل آٹھ نفوس پر مشتمل ہونا تھی کیونکہ دونوں میں سے کوئی کشتی چار افراد سے زیادہ کا بوجھ نہیں سہار سکتی تھی۔

اس کے منصوبے میں کئی خامیاں اور کمزوریاں تھیں۔ اس نے میرے مشورے فراخ دلی کے ساتھ قبول کرلیے۔ کم و بیش دو گھنٹوں کی مغز زنی کے بعد ہم اس مہم کی

> برہم چاری کسی بھی قسم کا گوشت نہیں کھاتے۔ ایک جگہ کھلے میدان میں برہم چاریوں کا جلسہ ہو رہا تھا۔ کہیں سے ایک بیل رسا تڑا کر وہاں آنکلا اور اس نے جلسہ گاہ میں تباہی مچادی۔ کئی حاضرین کو ٹکریں مار کر زخمی کردیا۔ کرسیاں الٹ دیں۔ جلسہ درہم برہم ہوگیا۔ سب جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر دوڑے۔ کوئی کہیں چھپ گیا۔ کوئی درخت پر چڑھ گیا۔ ایک برہم چاری نے ہانپتے کانپتے ایک درخت کی آڑ میں پناہ لی۔ اس وقت بیل تباہی پھیلا کر آگے بڑھ چکا تھا۔
>
> برہم چاریوں نے جاتے ہوئے بیل کی طرف آڑ سے دیکھا اور دھوتی سنبھالتے ہوئے دانت پیس کر خود کلامی کی ''خواہ مخواہ ہی سبزیاں کھانے میں زندگی خراب کی..... یہ صلہ ملا ہے عمر بھر گوشت سے پرہیز کرنے کا.....!''

Downloaded from https://paksociety.com

جزئیات طے کرنے میں کامیاب ہوگئے جو رات کے دو بجے شروع ہونا تھی۔

سب کچھ طے ہو چکا تھا۔ ظاہری طور پر وائٹ ہاک کی غرقابی چند گھنٹوں کی بات معلوم ہو رہی تھی۔ چاؤ فان نے مجھے ہوٹل کے قریب اتارا تو میرے ذہن میں راجن کے بارے میں ایک منصوبے نے جنم لینا شروع کر دیا تھا۔

غزالہ کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آخر کار وائٹ ہاک کی بربادی کا وقت آ پہنچا تھا لیکن اسے یہ جان کر مایوسی ہوئی کہ چاؤ فان کی موٹر بوٹس میں زیادہ گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اس کی شمولیت کا کوئی امکان نہیں تھا۔

میں چاہتا تو اس مہم پر غزالہ کو اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا۔ میں اشارہ کرتا تو چاؤ فان کی مجال نہیں تھی کہ وہ کوئی لیس و پیش کرتا۔ اپنے آدمیوں میں سے کسی کو چھوڑ کر وہ بہ خوشی غزالہ کو ساتھ لینے پر تیار ہو جاتا لیکن مسئلہ وہی تھا کہ میں خود غزالہ کو غیر ضروری طور پر اس کے سامنے نہیں لانا چاہتا تھا۔

شام کو چھ بجے کے بعد میں نے راجن کو فون کرنے کا ارادہ کیا تو غزالہ چونک پڑی ''کیا آپ مخبری کرنے کے بارے میں واقعی سنجیدہ ہیں؟''

''اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے یہ بہت اہم چال ہوگی۔'' میں نے اسے بتایا ''ہو سکتا ہے کہ چند دنوں میں اس کا نام و نشان ہی باقی نہ رہے۔''

''اسے ذرا بھی سراغ مل گیا تو آج کی مہم ناکام ہو سکتی ہے۔ اس ناکامی میں ہماری جانی نقصان کا بھی اندیشہ ہوگا۔''

''میں بھی مہم میں شریک رہوں گا۔ مجھے خودکشی کرنے سے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔'' میں نے اس کا رخسار تھپتھپاتے ہوئے کہا ''تم سن لو گی کہ میں اسے کس طرح بہکاتا ہوں۔''

میں نے موبائل فون پر راجن کا نمبر ملا لیا۔ اس بار مجھ سے کوئی بازپرس نہیں ہوئی۔ اس کی آپریٹر یا سیکریٹری کی آواز مختلف تھی مگر اس نے میرا مفروضہ نام سنتے ہی لائن راجن کو منتقل کر دی۔

''تم نے میری توقع سے پہلے فون کر لیا۔'' راجن کی بے پروایانہ آواز آئی۔ اس کے لب و لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھے خود سے بہت کم تر تصور کر رہا تھا۔ اس کی بات جاری رہی ''ڈرپوک آدمی بہت مشکل سے کوئی فیصلہ کر پاتا ہے۔ یہ بتاؤ کہ اب تم کیا کہتے ہو۔''

''وہ مسئلہ اپنی جگہ برقرار ہے۔ میں نے تمہیں ہوشیار کرنے کے لیے فون کیا ہے۔'' میں نے متکبرانہ انداز میں کہا۔

اس نے مجھے آگے بولنے کا موقع نہیں دیا اور کہا ''تم میری فکر مت کرو۔ میں سوتے ہوئے بھی ہوشیار رہتا ہوں۔ بہت سے لوگ میری دیکھ بھال کرتے ہیں۔ مجھ سے صرف اپنی بات کرو۔''

''دشمن تمہیں کوئی بہت بڑا نقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ مجھے یہ خبر اتفاق سے ملی تو میں نے سوچا کہ تمہیں بتا دوں۔'' میں نے ایک ہی سانس میں بات پوری کر ڈالی۔

''میں ایسی ہوائیوں کی پروا نہیں کرتا۔'' اس کی آواز سے بے پروائی جھلک رہی تھی ''تم کو یہ خبر کس نے دی ہے؟''

''ایسی خبر کون دے گا..... میں بتا رہا ہوں کہ مجھے اتفاق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ اگر تم یقین نہیں کرتے تو نہ کرو' میں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔''

''میں تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے میرا اتنا خیال کیا۔'' اس کے لہجے میں طنز کی ہلکی سی کاٹ تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ''میرے دشمن میری نظروں میں رہتے ہیں' میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔ صرف ایک دشمن روپوش ہے۔ اس کے لیے میں نے تم کو دعوت دی ہے۔''

وہ میری زبان سے کچھ سننے پر آمادہ نہیں تھا۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ اس موضوع پر راجن سے میری زیادہ بات نہ ہو مگر مجھے یہ امید نہیں تھی کہ وہ میرے کہے ہوئے الفاظ کو اس بری طرح نظر انداز کرنے پر تل جائے گا۔

میں نے اپنا کام کر لیا تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ جب اسے وائٹ ہاک کی تباہی کی خبر ملے گی تو میرے الفاظ ایک دہشت ناک بازگشت کی طرح اس کے ذہن میں گونجیں گے اور وہ مجھ سے تفصیلی بات کرنے کے لیے بے چین ہو جائے گا۔

''ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا لیکن ڈینی کی تلاش شروع کر دی ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں آ گئی ہے کہ تم سے یا تمہارے آدمیوں سے ملے بغیر کام نہیں ہو سکے گا۔ میں کل یا پرسوں تک تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا۔''

''یہ نہ سمجھنا کہ تلاش کا کام میں صرف تم پر چھوڑ دوں گا۔'' اس نے وضاحت کی ''میرے آدمی شکاری کتوں کی طرح اسے تلاش کر رہے ہیں۔ تم سے میں نے صرف اس لیے بات کی ہے کہ تم اسد کے ساتھی ہو' اندر کی خاصی باتیں جانتے ہو گے۔ سب سے بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ تم ڈینی

Downloaded from https://paksociety.com

کے ہم وطن ہو۔ پردیس میں آدمی اپنے ہم وطنوں سے آسانی سے ڈسا جاتا ہے۔ دوسروں کے مقابلے میں تمہاری کامیابی کا امکان زیادہ روشن ہے۔''

''یہ نصیب کی دوڑ ہے۔'' میں نے حسرت سے کہا ''بڑے انعام میرے مقدر میں لکھ دیے گئے ہیں تو تمہارا لشکر بھی ڈیٹی تک نہیں پہنچ سکے گا۔''

''جلدی فیصلہ کرو اور اپنی توجہ ڈیٹی پر مرکوز رکھو' فضول باتوں پر دھیان مت دو۔'' یہ کہہ کر راجن نے فون بند کردیا۔

''آپ نے بہت خوب صورتی سے اپنی بات اس تک پہنچائی ہے۔'' غزالہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''اندازہ ہو رہا تھا کہ اس نے آپ کی وارننگ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔''

''اگلی صبح نمودار ہونے سے پہلے وہ اپنی اس بے نیازی پر پچھتائے گا۔ دل چاہ رہا ہے کہ اب اس سے اپنے اصل روپ میں' سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون پر بات کروں تاکہ اس کے دماغ میں گھسا ہوا خناس نکل سکے۔''

''یہ ہرگز نہ کریں..... میں فون توڑ دوں گی۔'' اس نے ہنس کر دھمکی دی۔

وقت دھیرے دھیرے گزرتا رہا۔ میں غزالہ سے باتوں میں مصروف رہا لیکن اس دوران میں میرے وجود میں رفتہ رفتہ عجیب سی بے چینی سرایت کرتی جارہی تھی۔ اس سے پہلے میں بہت بڑے بڑے معرکے سر کرچکا تھا لیکن کبھی ایسے بے نام اضطراب سے دوچار نہیں ہوا تھا۔ وہ تجربہ میرے لیے نیا اور پریشان کن تھا۔

غزالہ میری ہمدم اور رمز شناس تھی۔ اس نے وہ کشیدگی میری آنکھوں میں پڑھ لی اور مجھ سے اس بارے میں سوال کر بیٹھی۔ وہ میرے اندر کا ایک راز تھا' ایک ہلکی سی کمزوری تھی جسے میں اپنی ذات تک محدود رکھنا چاہ رہا تھا۔ اس نے سوال کیا تو میں نے جھلاہٹ سی محسوس کی۔ اسے جواب دیتے ہوئے میرے اندر مزاحمت اور توانائی کی ایک لہر پیدا ہوگی اور میں تیزی کے ساتھ اس اضطراری کیفیت سے نکل گیا۔

غزالہ نے میرے ردِعمل سے میرے موڈ کا اندازہ لگالیا اور بات کا رخ ہوپر کی لاش کی طرف گھما دیا۔ اس کی لاش کو جہانگیر کے گھر سے نکال کر ٹھکانے لگائے کم وبیش ڈیڑھ دن گزر چکا تھا۔ لاش کے دریائی اچھال کے لیے وہ مدت بہت کافی تھی لیکن پاکستان سے اس بارے میں کوئی خبر نہیں ملی تھی۔ میں خود بھی اپنے چکروں میں اس طرح الجھا رہا کہ اول خان کو فون کرنے کا خیال نہیں آیا۔ میں نے دل ہی دل

> منگنی کے بعد ایک روز لڑکی نے خواب ناک لہجے میں اپنے منگیتر سے کہا ''میں تمہارے تمام دکھوں اور پریشانیوں میں شریک رہوں گی۔''
>
> ''لیکن مجھے تو کوئی دکھ یا پریشانی نہیں ہے۔'' لڑکا بولا۔
>
> ''میں شادی کے بعد کی بات کررہی ہوں ڈیئر!'' لڑکی نے سادگی سے کہا۔

میں فیصلہ کرلیا کہ اگلی صبح اس بارے میں خود پیش رفت کرکے کچھ پتا چلانے کی کوشش کروں گا۔

دس بجے ہم کھانے سے فارغ ہوچکے تھے۔ شکم سیر ہونے کے بعد خون کا دوران معدے کی طرف منتقل ہوا تو وجود پر ہلکی سی سستی سوار ہونے لگی۔ ٹیلی وژن مسلسل آن تھا' غزالہ نے اس کی آواز بھی کھول دی۔

وقت کا سفر جاری رہا۔ رات کے ایک بجے میں لباس تبدیل کرکے روانگی کے لیے تیار ہوچکا تھا۔ آخر کار چاؤ فان کا فون آگیا۔ اس کی آواز تر و تازہ تھی' تھکن اور بیزاری کے اثرات کا دور دور تک شائبہ نہیں تھا۔ اس نے ہوٹل کے قریب پہنچنے کی اطلاع دی تو مجھے فون پر ہنسی کی کھنکتی ہوئی نسوانی آواز بھی سنائی دی اور میرے کان کھڑے ہوگئے۔ شاید وہ درپیش مہم کے لیے مادام کو اپنے ساتھ لے کر آرہا تھا۔

میں نے غزالہ کو خدا حافظ کہا' اس نے کامیابی کی دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کرکے خود کو کمرے میں مقفل کرلیا۔

مجھے انتظار کرنا پڑا نہ چاؤ فان کو میرے لیے رکنا پڑا۔ میرے باہر نکلتے ہی اس کی سیاہ اکارڈ میرے قریب رکی اور اس کے برابر والی نشست پر بیٹھی ہوئی گوری اور حسین خاتون کو دیکھ کر میں لمحہ بھر کے لیے بھونچکا رہ گیا۔

اس کے بارے میں چاؤ فان نے کسی مبالغے سے کام نہیں لیا تھا۔ وہ واقعی بلا کی حسین تھی۔ ستواں ناک' بڑی بڑی چمک دار آنکھیں اور مسکراتے ہوئے یاقوتی لب ہر تصنع سے پاک ہونے کے باوجود کشش انگیز تھے۔ وہ ان غیر معمولی لوگوں میں سے ایک تھی جنہیں پہلی نظر میں دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا ہے۔

گاڑی رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر ایک ادا سے نیچے اتر آئی۔ اس نے مسکراتی ہوئی شوخ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ گاڑی سے اترنے کے بعد اس کی شخصیت اور نکھر آئی

Downloaded from https://paksociety.com

تھی۔ وہ عام تھائی عورتوں کے برعکس دراز قامت تھی۔ اس نے بغیر آستینوں والی سرمئی ٹی شرٹ اور نہایت چست جینز پہنی ہوئی تھی۔ قدرت نے اسے خدوخال کے حسن کے ساتھ بے مثال جسمانی تناسب بھی عطا کیا تھا۔

شاید چاؤ فان نے اسے میرے بارے میں بتا دیا تھا۔ اگلی نشست سے اتر کر وہ کندھا مارتی ہوئی میرے قریب سے گزری اور مڑے بغیر پچھلا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

''ماسٹر! گاڑی میں آ جاؤ!'' چاؤ فان کی مودبانہ آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میرا خیال تھا کہ میں بس لمحہ بھر کے لیے ٹھٹکا تھا اور چاؤ فان کو اپنی خجالت نہ فطرت کے اظہار کا موقع مل گیا تھا۔ میں پھرتی سے اس عورت کی خالی کی ہوئی نشست پر بیٹھ گیا۔

''ماسٹر! یہ مادام ہے۔ آج رات کے لیے تم دونوں ایک دوسرے کے معاون رہو گے۔'' اس نے گاڑی چلاتے ہوئے کہا۔

میں نے اخلاقاً اپنا سر گھمایا اور اس خوب رو خاتون نے بے حجابی سے اپنا داہنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے نرمی سے اس کا گداز اور ملائم ہاتھ اپنی گرفت میں لیا۔ میں چاؤ فان کو فقرہ بازی کا کوئی نیا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ عقب نما آئینے میں پیچھے کا جائزہ لے رہا ہوگا۔

مادام نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ دبا کر کہا ''چاؤ فان تم سے ڈرتا ہے۔ کل سے ماسٹر، ماسٹر کی رٹ لگائی ہوئی تھی۔ ابھی راستے میں پتا چلا کہ تمہارا نام علی ہے۔ بہت چھوٹا اور خوب صورت نام ہے تمہارا!''

''یہ میرے لیے نئی اطلاع ہے کہ چاؤ فان مجھ سے ڈرتا ہے۔'' میں نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں اسے اپنا دوست سمجھتا ہوں۔''

''ماسٹر! یہ نہ کہو۔ میں تمہارا بہت احترام کرتا ہوں۔'' چاؤ فان بولا۔

اس کی متبسم آواز سن کر مادام نے زندگی سے بھرپور، ایک ہلکا سا کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا، پُرجوش انداز میں دوسری دفعہ میرا ہاتھ دبایا اور چھوڑ دیا۔

''مجھے خوشی ہے کہ آج تم سے ملاقات ہوگئی۔ چاؤ فان ناموں کے معاملے میں بہت بے پروا ہے۔ تمہیں صرف مادام کہتا ہے۔ کیا یہ خطاب تمہیں ادھورا محسوس نہیں ہوتا؟''

''تعارف حاصل کرنے کا خوب صورت طریقہ ہے۔'' مادام نے میری بات کو سراہا ''تم مجھے لی کہہ سکتے ہو۔ میرا پورا نام لی سیاؤ پونگ ہے۔''

''لی سیاؤ پونگ!'' میں نے اس کا پورا نام دہراتے ہوئے کہا ''خاصا خوب صورت اور رسیلا نام ہے۔ مادام لی بھی کہا جا سکتا ہے، پتا نہیں یہ تمہیں مادام کیوں کہتا ہے۔''

''میرے پاس آوارہ اور خوشامدی مرد آتے ہیں۔'' اس نے بے حجابی سے اپنی مصروفیات کی تشریح بیان کر ڈالی ''وہ سب مادام کہتے ہیں۔ میرا اصل اور پورا نام بنکاک میں بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا۔''

میں نے اپنی نشست میں ترچھا ہوتے ہوئے پوزیشن تبدیل کی تو لی کی چمکتی ہوئی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''مادام! یہ زیادتی ہے۔ تم مجھے بھی ان مردوں میں شمار کر رہی ہو۔'' چاؤ فان نے اس سے احتجاج کیا ''میں آوارہ ہوں نہ خوشامدی۔ کبھی کبھی تم سے ملنے آتا ہوں۔''

''تم میرے اچھے دوست ہو۔ تمہارا ماسٹر بھی عمدہ آدمی معلوم ہوتا ہے۔ کام ہو جانے کے بعد کبھی اسے اپنے ساتھ لے کر میری طرف آؤ!''

''میں ماسٹر کو ضرور لاؤں گا۔'' چاؤ فان نے پورے خلوص سے کہا ''اب ذرا کام کے بارے میں کچھ بات ہو جائے۔ ساحلی کھاڑی میں پہنچتے ہی ہمیں تیاری کرنا ہوگی۔''

''تم اپنے حصے کے کام کے بارے میں سوچو۔'' لی نے جواب دیا ''میری بوٹ پر ایک پائلٹ اور دوسرا اس کا مددگار ہوگا۔ مجھے اس کے کیبن میں علی کی مدد سے غوطہ خوری کا لباس پہننا ہے اور میں تیار ہو جاؤں گی۔ بوٹ مجھے سفید لانچ کے قریب پہنچا دے گی تو میں سامان لے کر پانی میں اتر جاؤں گی۔ مجھے اور کون سے ہل چلانا ہیں!''

لی کا بیان سن کر مجھے اپنی کنپٹیاں چٹختی ہوئی سی محسوس ہوئیں۔ چاؤ فان سے بھی فوری طور پر لی کی بات کا کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ گاڑی کے کیبن میں سحر انگیز سکوت چھا گیا۔

چاؤ فان شہر کی کشادہ اور خالی سڑکوں پر اپنی گاڑی کو بہت برق رفتاری سے اس ویران ساحلی علاقے کی طرف دوڑا رہا تھا جہاں ایک کھاڑی میں اس کے آدمی سارے ساز و سامان کے ساتھ ہمارے منتظر تھے۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ،
باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیے

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم شی کے ہتھے چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کو ہیروئن کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کا کاروبار پیدا کر کے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آ ٹکرایا اور بعد میں میرا دست راست ثابت ہوا۔ شی کے سربراہ جی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھے شی سے بغاوت پر مجبور کر دیا جس پر چی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گردکارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کر دیتا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین منصوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دشمن کے لیے کسی جاں باز وں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا متاعی سربراہ تھا۔ جسے انٹیلی ٹاسک فورس کہا جاتا تھا۔ جی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست تھی مگر غراد ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون کوانگ نوما کی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آ ٹزک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کے بے اندازہ مالی وسائل پر قابو پا کر انہیں ڈیوڈ اسٹارز نامی یہودی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی برباد ہلاکت کے بعد آ ٹزک بیل اس خطے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی اہم تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹارز اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کیمپ کے انشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں مطلوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے دیش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں راسر گرم عمل تھی اور اس کی پشت پناہی کو برا کے کوڈ نیم تلے ایک پاکستانی سیاست دان کر رہا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوہم راج تھا۔ ہم اس پر سنجیدگی سے ہاتھ ڈالنے کا سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سہیل کے ذریعے سوہم راج نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ منافی حلالی پر اتر آیا تھا۔ سوہم راج نے ہمیں بہت دوڑایا۔ کئی مرتبہ وہ میرے دام میں آیا اور پھر چکنی مچھلی کی طرح پھسل کر نکلنے میں کامیاب ہوا۔ تاہم مقدر اس کا کب تک ساتھ دیتا اسے نوشتہ دیوار صاف نظر آ رہا تھا۔ اس نے آخری کوشش کے طور پر پاکستان سے فرار اختیار کیا اور بنکاک پہنچ گیا۔ میں اور غزالہ وہاں پہلے سے موجود تھے جبکہ سلطان شاہ اور ویرا امریکا میں تھے۔ ہم چند مجبوریوں کی بنا پر ملک سے نکلنے پر مجبور ہوئے تھے۔ امریکی ہماری جان کے دشمن تھے اور مقامی حکام ان کے دباؤ کا مقابلہ کرنے کی خود میں سکت نہیں پا رہے تھے۔ تھائی لینڈ میں آئی پی ایجنٹ اسعد ہمارا منتظر تھا۔ وہ چھوٹا راجن اور سوہم راج دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ میرے مشن کی تفصیلات جاننے کے بعد اس نے بتایا کہ بنکاک کی زیر زمین دنیا کا ڈان برنارڈ راجن کے خلاف ہماری مدد کر سکتا تھا۔ اس کے بارے میں اسعد کا کہنا تھا، ڈان برنارڈ خود بھی چھوٹا راجن کا ڈسا ہوا تھا اور بنکاک کے بدمعاشوں کی بڑی پرتخت نالاں تھا۔ ڈان سے ملاقات دلچسپ رہی اور وہ چھوٹا راجن کے خلاف میری مدد کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے مجھے چاؤ ڈان سے ملایا جو نہایت تیز بدمعاش تھا۔ وہاں سلطان شاہ نے ایک بکھاری میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اس نے چھوٹا راجن کے کلیجر میں بم دھماکے کرائے۔ اسی دوران سوہم راج بھی بنکاک پہنچ گیا۔ چھوٹا راجن کا ایک محافظ میری انگوٹھی کے زہر کا نشانہ بن گیا تھا جس کے باعث سوہم راج نے بنکاک میں میری موجودگی کا شک ظاہر کیا۔ مگر میں اسے چکر دینے میں کامیاب رہا۔ اول خان کی رائے تھی کہ سوہم راج کی بنکاک میں موجودگی کی اطلاع امریکیوں کو دے دی جائے۔ وہ اپنے غدار سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ میری مرضی شامل ہوتے ہی اس نے اس پر عملدرآمد کرا لیا۔ امریکی فوجیوں نے چھوٹا راجن کے گھر چھاپا مارا مگر سوہم راج خطرہ بھانپتے ہی وہاں سے نکل گیا۔ دوسری طرف امریکا میں سلطان شاہ کو ایک مفلوک الحال بکھاری میں اپنی دلچسپی کا سامان نظر آ رہا تھا مگر ویرا اس کی مخالفت پر تلی ہوئی تھی۔ گاڑیوں کے ٹریکنگ سسٹم کے باعث مجھے سوہم راج کے نئے ٹھکانے کا علم ہو گیا اور میں چاؤ ڈان کے ہمراہ بنکاک کے مضافات میں واقع ایک قحبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے اس کی موت وہاں گھیر کر لے گئی تھی۔ رات کے اندھیرے میں اس کی قسمت اس کا ساتھ چھوڑ گئی اور وہ لوپ پوری کے کھیتوں میں واصل جہنم ہو گیا۔ اسی کے ساتھ تھائی لینڈ میں ہی میرا مشن پورا ہو گیا تھا۔ میں وہاں سے نکلنا چاہ رہا تھا مگر ڈان نے ہمارے پاسپورٹ اپنے قبضے میں لے لیے۔ اسی دوران میں امریکیوں نے راجن کے گھر میں دھاوا کیا مگر ڈان نے اس کا کریڈٹ مجھے دیا۔ اس نے مجھے ملاقات کے لیے بلوایا اور ایک لاکھ بھات بطور انعام دیے۔ میں اس سے مل کر واپس آیا تو غزالہ نے بتایا کہ سامنے والی پولیس آفیسر کمرے کی تلاشی لینے آئی تھی۔ میں نے اس بارے میں ڈان سے بات کی تو اس نے مجھے بتایا کہ سامنے کوا اس نے بھیجا تھا۔ یہ ایک مشکل صورت حال تھی۔ ڈان کا کہنا تھا وہ ہر اس طرح امتحان لینا چاہ رہا تھا اور خوش قسمتی سے میں اس سے دوبارہ ملنا چاہتا تھا۔ ان کے انداز مغایانہ تھے اس لیے میں نے زیادہ تکرار نہیں کی تاہم انہیں آگاہ کر دیا کہ گذشتہ شب ہم دونوں پر اس کے ہرکاروں نے حملہ کیا تھا۔ انہوں نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ اس واقعے پر معذرت طلب کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اسعد پاکستان روانہ ہو گیا دوسری طرف پاکستان میں ایف بی آئی کا ایک ایجنٹ جہانگیر کے فلیٹ تک جا پہنچا اسے میری تلاش تھی مگر سلمٰی نے وزنی بیلن سے اس کی کھوپڑی پھٹا دی اور وہ واصل جہنم ہو گیا جس کے بعد جہانگیر سلمٰی کو لے کر آسٹریلیا نور میں قیام پذیر ہو گیا۔ بنکاک میں چاؤ ڈان اپنی مہم پہ لگا ہوا تھا۔ اس نے مجھے آگاہ کیا کہ ایک عورت وائٹ ہاک میں ہم نصب کرنے پر تیار ہو گئی ہے یہ ایک بہترین خبر تھی میں چاؤ ڈان کے ساتھ اس عورت جس کا نام مادام لی تھا سے ملنے روانہ ہو گیا۔

اب آپ قسط نمبر 251 کے واقعات ملاحظہ کیجیے

وہ سفر طویل تھا۔ گاڑی میں کچھ دیر سکوت چھایا رہا۔ رات کے گہرے سناٹے میں چاؤ ڈان کی سیاہ اکارڈ شہر کی سڑکوں پر تقریباً بے آواز دوڑی چلی جا رہی تھی۔ گاڑی کے چاروں شیشے چڑھے ہوئے تھے اس لیے انجن کے باہر پھیلنے والی آواز اندر نہیں سنائی دے رہی تھی۔ شاید ہر مہنگی اور بڑی گاڑی میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ اندر بیٹھنے والے سوار باہر کے شور و غل اور آلودگی سے محفوظ رہتے ہیں۔ گاڑی کا ایر کنڈیشنر شروع سے چل رہا تھا۔ باہر کی گرمی اور حبس کے

Downloaded from https://paksociety.com

مقابلے میں اندر کا موسم بہت خوشگوار تھا۔

''ابھی میں نے غور کیا۔'' اچانک گاڑی کے کیبن میں لی کی پراشتیاق آواز ابھری ''میرے اور تمہارے نام میں حیرت انگیز یکسانیت ہے۔ لی اور علی' دونوں میں ذرا سا فرق ہے۔''

جو کچھ کہا گیا' وہ میرے لیے تھا۔ اس کا جواب دینا ضروری تھا۔ میں نے کسی خاص دلچسپی کے بغیر کہا ''کیا تم اتنی دیر سے خاموش رہ کر اسی نکتے پر غور کر رہی تھیں۔''

اس نے ہلکا سا' زندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا ''تم دراز قامت اور صحت مند ہو۔ تمہارا وجود ایک نقطے سے کہیں زیادہ ہے۔'' اس نے انگریزی لفظ پوائنٹ کے دہرے مفہوم سے فوری فائدہ اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

''ہوں.....!'' گاڑی میں پھیلے ہوئے اندھیرے میں چاؤ فان کی معنی خیز آواز ابھری ''تم ماسٹر کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔''

''تم خود بتاؤ۔'' لی اس سے مخاطب ہوگئی ''کیا ایسا شان دار آدمی اس قابل نہیں ہے کہ اس کے بارے میں سوچا جائے۔''

''ضرور سوچو لیکن ماسٹر ذرا دوسری قسم کا آدمی ہے۔'' چاؤ فان کا لہجہ ذومعنی تھا۔

''آدمی کسی بھی قسم کا ہو' عورت اس کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''اسی لیے ماسٹر نے شادی کی ہوئی ہے۔'' چاؤ فان نے اپنی دانست میں لی کی امیدوں پر پانی پھیرنے کی نیت سے انکشاف کیا۔

''چاؤ فان! تم ڈرائیونگ پر دھیان دو۔ میں لی سے یہ ..... جاننا چاہوں گا کہ یہ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہے۔'' میں نے بوکھلا کر اسے ٹوک دیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ جوش میں آکر لی کو یہ نہ بتا دے کہ میری بیوی بھی بنکاک میں میرے ساتھ موجود تھی۔

چاؤ فان اتنا سمجھ دار ضرور تھا کہ میری اس ہدایت کا مدعا بھانپ گیا۔ اس نے ایسی بھرپور خاموشی اختیار کی کہ سفر کے اختتام تک از خود دوبارہ اپنی زبان نہیں کھولی۔

''تمہارا کیا اندازہ ہے.....؟ میں تمہارے بارے میں کیا سوچ رہی ہوں گی؟'' پچھلی نشست سے لی کی اٹھلائی ہوئی آواز ابھری۔

''وہی جو اچھے لوگ ایک دوسرے کے بارے میں سوچتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

وہ ایک مرتبہ پھر مترنم آواز میں ہنس پڑی ''تم باتوں میں بہت تیز ہو۔ ذرا مجھے پتا تو چلے کہ اچھے لوگ ایک دوسرے کے بارے میں کیا سوچتے ہیں!''

''دوستی کرنے اور اسے بڑھانے کے سوا کیا سوچ سکتے ہیں!''

''دوستی تو اسی وقت ہوگئی جب ہمارا تعارف ہوا تھا۔ میں اسے بڑھانے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔'' اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر' کھل کر اعتراف کرلیا ''کل شام کو وقت ہو تو چائے میرے ساتھ پی لو۔ یہ صرف ہم دونوں کی ملاقات ہوگی۔ چاؤ فان تمہیں میرے گھر پہنچا کر واپس چلا جائے گا۔ کیوں چاؤ فان! کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔''

''میں ہر حال میں خوش رہنے کا عادی ہوں۔ ماسٹر چاہے گا تو میں تمہاری چوکھٹ پر بیٹھ کر اس کی واپسی کا انتظار بھی کرلوں گا۔'' چاؤ فان نے مرجھائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''اس میں اس قدر افسردہ ہونے کی کیا بات ہے؟'' لی نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا ''دو مرد کسی عورت سے ملنے جائیں تو ان میں سے ایک کو کسی نہ کسی طرح اپنا وقت گزارنا ہی ہوتا ہے۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہوگا کہ تم اپنے ماسٹر کی واپسی کا انتظار کرنے کے بجائے واپس لوٹ جاؤ۔ علی بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتا ہے' ہماری ملاقات طویل بھی ہوسکتی ہے۔''

''تم بلاوجہ بے چارے چاؤ فان کی ٹانگ کھینچ رہی ہو!'' میں نے ان دونوں کی باتوں میں دخل انداز ہوتے ہوئے احتجاج کیا ''ابھی مجھ سے کوئی پروگرام طے نہیں ہوا اور تم نے اسے واپسی کا راستہ بتانا شروع کردیا۔''

''مجھے چکر دینے کی کوشش نہ کرو۔'' لی نے ہلکی سی بے پروایانہ ہنسی کے ساتھ کہا ''میں پہلی نظر میں اندازہ لگا چکی ہوں کہ تم جمال پرست ہو' مجھ سے دوسری ملاقات کا موقع نہیں کھونا چاہو گے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟''

اس کے الفاظ میں بلا کا اعتماد رچا ہوا تھا' اس کی بے باکی کے سامنے میں خود کو کمزور پڑتا ہوا محسوس کررہا تھا۔ اس نے کار کے خنک کیبن میں پھیلے ہوئے اندھیرے میں شاید میری آنکھوں کی تحریر پڑھ لی تھی۔ اس کے کہے ہوئے کو مان کر میں اپنی شکست کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا تھا' میں نے سنبھل کر کہا ''اچھے لوگ ایک دوسرے سے ملتے رہنا چاہتے ہیں لیکن یہ نہ سمجھو کہ میں سب کچھ بھول بھال کر کل تم سے ملنے کے لیے چلا آؤں گا۔ کل کی ملاقات کا انحصار آج کی

Downloaded from https://paksociety.com

کارروائی کے نتیجے پر ہوگا۔ ہم کامیاب رہے تو کل اس کامیابی کا جشن ضرور منائیں گے' کسی وجہ سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو پروگرام ملتوی ہوجائے گا۔''

''پتا نہیں تم ایسی قنوطیت کی بات کیوں سوچ رہے ہو۔ میں خوش گمان عورت ہوں' جو کچھ کرتی ہوں' اس کے ہوجانے پر پورا یقین رکھتی ہوں اور وہ ہوجاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سمندر کے سینے پر وائٹ ہاک کی آخری رات ہے۔ صبح وہ سمندر کی تہ میں ہوگی۔ وہ ڈوب جائے گی تو تم میرے ساتھ چائے پینے کے لیے ضرور آؤ گے۔''

''ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ وہ بوٹ بنکاک کے معزز شہریوں کی ایک عمدہ تفریح گاہ ہے۔ اسے برباد کرنا ظلم ہوگا۔ میں یہ ظلم نہیں کرسکتا۔ ہم اس کے پنیرے میں جاسوسی کے آلات لگا کر صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ راجن اس تیرتے ہوئے عشرت کدے کی آڑ میں کیا کیا کررہا ہے۔'' میں نے پرسکون لہجے میں اس کی بات کا جواب دیا۔ حقیقت یہ تھی کہ بوٹ کی تباہی کے بارے میں' میں اس کے الفاظ سن کر اندر سے دہل گیا تھا' میں نے دل ہی دل میں چاؤ فان پر لعنت بھیجی۔ مجھے شبہ تھا کہ اس نے لی کے ساتھ تخلیے میں گزارے ہوئے خوشگوار لمحوں کے سرور میں آکر یقیناً ایسی کوئی بات کہہ دی تھی جس کی بنا پر لی کو ہمارے اصل منصوبے کی بھنک مل چکی تھی۔

''ما.....آ.....سٹر!'' چاؤ فان کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی ''اچھا ہوا کہ تم نے بات صاف کردی۔ مادام کو شبہ ہورہا ہے کہ ہم وائٹ ہاک کو دھماکے سے اڑا کر سمندر میں غرق کرنا چاہتے ہیں۔''

میں نے غصے سے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔ اندھیرے میں اس کی توجہ سڑک پر مرکوز تھی۔ میں نے ذرا چبھتے ہوئے لہجے میں کہا ''لی کے ذہن میں کوئی غلط فہمی موجود تھی تو تم کو اس کے بارے میں پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا۔ اس وقت میری زبان سے کوئی ہلکی بھاری بات نکل گئی ہوتی تو اس کا شک یقین میں بدل جاتا۔''

لی اپنی کھنک دار آواز میں دھیرے سے ہنس دی اور بولی ''میں عورت ضرور ہوں مگر اپنی عمر کے مردوں سے زیادہ تجربے کار ہوں۔ میرا زیادہ وقت برے لوگوں کے ساتھ گزرتا ہے۔ ان سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ کالے دھندوں میں کوئی ایک دوسرے کی جاسوسی کرنے کے لیے اتنے پاپڑ نہیں بیلتا۔ موقع ملتے ہی اپنے دشمن کی گردن توڑنے کی فکر کرتا ہے۔ مجھے اُلو بنانے کی کوشش مت کرو۔''

''ہمیں وائٹ ہاک سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔'' میں نے تیزی سے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اسے سمجھانے کی کوشش کی ''یہ بات تم بھی جانتی ہوگی کہ راجن وائٹ ہاک پر بہت کم وقت گزارتا ہے۔ بوٹ کو اڑانے کی صورت میں اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا' بوٹ پر کام کرنے والے بے چارے ملازم مارے جائیں گے۔ انہوں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔ ہم ان کی جان کے دشمن کیسے ہوسکتے ہیں؟''

''میں ان باریکیوں میں نہیں پڑتی۔'' لی نے بے پروائی سے جواب دیا ''میری چھٹی حس شروع سے کہہ رہی ہے کہ چاؤ فان کی نیت خراب ہے۔ تم دونوں راجن کی بوٹ کو سمندر میں ڈبونا چاہتے ہو۔''

''نہیں لی' تمہارا یہ شبہ غلط ہے۔'' میں نے ذرا جذباتی لہجے میں کہا ''یہ بات اپنے ذہن سے نکال دو۔ مجھے حیرت ہے کہ یہ شبہ ہونے کے باوجود تم چاؤ فان کے ساتھ آنے پر تیار ہوگئیں۔ کیا اس خیال سے تمہیں خوف نہیں آیا؟''

''تمیں ہزار بھات بہت ہوتے ہیں۔'' لی کی آواز میں ہلکی سی تلخی اتر آئی ''چاؤ فان زن مرید آدمی ہے۔ اس نے میری باتوں میں راجن کے لیے چھپی ہوئی نفرت کا ذرا بھی اندازہ لگالیا ہوتا تو تمہاری خاص رقم بچ سکتی تھی۔ یہ مجھے کچھ بھی نہ دیتا تب بھی میں اس کا ساتھ دینے کے لیے آمادہ ہوجاتی۔ میرے سینے میں راجن کے خلاف نفرت کا ایک الاؤ دہک رہا ہے۔ وہ آدمی نہیں' درندہ ہے۔ میں پچھلے چھ مہینوں سے اس آگ میں جل رہی ہوں۔ اسے اس کے خون میں نہایا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں لیکن بنکاک میں کوئی اس کے سامنے نہیں آتا۔ پیسوں اور جوان جسموں کی رشوتیں دے کر اس نے پورے شہر کو خرید ا ہوا ہے۔ کوئی اس کے خلاف کوئی بات سننے پر آمادہ نہیں ہوگا۔''

لی کا وہ طویل جواب میرے لیے سنسنی خیز ثابت ہوا۔ اس عورت نے راجن کے خلاف اپنی زبان کھول کر میرا ذہن ماؤف کردیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں اس کی کہانی پر کیسے یقین کرلوں۔

چاؤ فان بنکاک میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد اس تک پہنچا تھا۔ وہ مہنگے طبقے کی ایک معروف بدکردار عورت تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ چاؤ فان پر اپنی رضامندی ظاہر کرنے کے ساتھ وہ دوسری طرف راجن یا اس کے کسی گرگے کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور ایک فرضی کہانی سنا کر ہمارے دلوں کا بھید جاننے کی کوشش کررہی ہو۔

وہ خیال آتے ہی مجھے اس رات کا مشن برباد ہوتا ہوا

Downloaded from https://paksociety.com

نظر آنے لگا۔ وہ راجن کے آدمیوں کی ٹاؤٹ تھی تو یہ بات یقینی تھی کہ اس وقت ہمارا پیچھا ہو رہا تھا۔ بنکاک کی ویران ساحلی کھاڑی میں پہنچتے ہی ہم اپنے پیچھے آنے والوں کی بربریت کا شکار ہو سکتے تھے۔ منزل پر پہنچنے کے بعد چاؤ فان کے آدمی اپنی دونوں کشتیوں سمیت ان لوگوں کی نگاہوں میں آجاتے اور سب کو بے خبری میں اچانک موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔

میں نے چند لمحوں کے لیے خاموش رہ کر لی کے کہے ہوئے ایک ایک فقرے پر غور کیا' راجن کے خلاف اس کے کہے ہوئے لفظوں کو تولا پھر بہت محتاط انداز میں پوچھا ''راجن نے تمہارا کیا بگاڑا ہے..... چھ مہینے پہلے تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا؟''

''ایک عورت کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے!'' لی کی آواز میں تلخی بڑھ گئی ''راجن عورتوں کا شکاری ہے' وہ پکا بردہ فروش ہے۔ میرے زخموں کو نہ کریدو۔ مجھے جب بھی اپنی زندگی کی وہ کرب ناک رات یاد آتی ہے' میرے دل میں آگ بھڑک اٹھتی ہے..... تم یہ بتاؤ کہ چاؤ فان سچا ہے یا میں سچ بول رہی ہوں..... تم وائٹ ہاک کو اڑانا چاہتے ہو نا!'' پرزور لہجے میں کہا ہوا' اس کا آخری فقرہ تائید طلب تھا۔

''گاڑی کی رفتار ذرا دھیمی کر لو!'' میں نے چاؤ فان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا پھر لی سے مخاطب ہو گیا ''میری بات کا برا نہ مناؤ تو میں ایک بات پوچھ لوں!''

''کیا پوچھنا چاہتے ہو؟'' لی نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم کہ تم کس مذہب کی پیروکار ہو۔ تمہارے بارے میں مجھے چاؤ فان سے جو کچھ معلوم ہوا' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنی پسند کے مردوں کو جسمانی تفریح فراہم کر کے اپنی روزی کمانے کو تم برا نہیں سمجھتیں۔ اگر میرا یہ اندازہ درست ہے تو راجن کی کسی زیادتی کو ایک کھیل سمجھ کر تمہیں بھول جانا چاہیے تھا۔''

''میں جسم فروش ہوں' میری بہن ایسی نہیں تھی۔'' لی کی آواز سرد اور سپاٹ تھی ''وہ صرف پندرہ برس کی تھی' یہاں کے ایک نائیٹ کلب میں ڈانسر تھی' اپنا جسم نہیں بیچتی تھی' فن بیچتی تھی۔ راجن نے اسے دیکھا اور اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے اپنے کیسینو میں پرکشش نوکری کی پیشکش کی۔ ان لوگوں کی شہرت بہت خراب ہے۔ میری بہن نے پیشکش ٹھکرا دی۔ یہ انکار اسے بہت مہنگا پڑا۔ ایک رات وہ کلب سے تھک ہار کر آئی تو راجن کے غنڈے ہمارے گھر میں گھس آئے۔ وہ میری بہن کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میں نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو مجھے بھی بے ہوش کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ ہم دونوں کو ہوش آیا تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ وہاں پندرہ مرد شراب کے نشے میں دھت تھے اور راجن کسی کالے سانڈ کی طرح ان پر راج کر رہا تھا۔ ہمیں ہوش میں آتا دیکھ کر انہوں نے ہمارے چہروں پر ٹھنڈی شراب کے چھینٹے دیئے' دست درازیاں کیں اور جب ہم خوف زدہ ہو کر اپنے قدموں پر اٹھیں تو وہ درندوں کی طرح ہم پر ٹوٹ پڑے۔ میں نے ایک ایک کو گنا تھا۔ راجن سمیت وہ پندرہ تھے اور ہم دو۔ انہوں نے بہت بے رحمی کے ساتھ ہمیں عورت ہونے کی سزا دی۔ میں دوبارہ بے ہوش ہو گئی۔ صبح ہوش آیا تو میں رائل پارک کی جھاڑیوں میں لہولہان پڑی ہوئی تھی۔ میری پندرہ برس کی اکلوتی بہن ان کے ظلم کی تاب نہ لا کر مر چکی تھی۔ اس کی لاش میرے قریب پڑی ہوئی تھی۔ تم بتاؤ کہ ایسی تذلیل کے بعد میں اس خونی بھیڑیے کو کیسے معاف کر سکتی ہوں۔''

اس کا لب و لہجہ اور آواز کا اتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ میں نے غیر ارادی طور پر اپنا سر گھما کر اپنے پیچھے کی سڑک پر نگاہ ڈالی۔ وہ دور تک ویران پڑی ہوئی تھی۔ کوئی ہمارے پیچھے نہیں آ رہا تھا۔

''تمہاری کہانی دردناک اور چونکانے والی ہے۔'' میں نے بوجھل آواز میں کہا ''راجن اور اس کے ساتھی انسانوں کے روپ میں بدترین حیوان ہیں۔ ان کا سر غنہ کڑی سزا کا حق دار ہے مگر فی الحال' ہمارا مشن خفیہ معلومات کے حصول تک محدود.....''

''نہیں!'' لی کے حلق سے وہ آواز اس کے وجود کی ایک اندرونی چیخ کی صورت میں برآمد ہوئی ''راجن اپنی بوٹ پر ہو یا نہ ہو' اسے تباہ کر دو۔ وہ اپنی انا کا پجاری ہے۔ اپنے سامنے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اسے اپنی وائٹ ہاک پر ناز ہے۔ بوٹ ڈوبے گی تو اس کا غرور چکنا چور ہو جائے گا۔''

وہ کوئی نیک نام اور پارسا عورت نہیں تھی لیکن راجن کے بارے میں اس کی سوچ ہمارے ارادوں سے مختلف نہیں تھی۔ شوخ اور سطحی باتوں سے شروع ہونے والی گفتگو بہت سنجیدہ مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ میری ایمان دارانہ رائے تھی کہ اس وقت لی ہمارے ساتھ مکاری نہیں کر رہی تھی۔

چاؤ فان کسی بے خوف غوطہ خور کی تلاش میں' سراغ رسی کی کہانی لے کر لی کے پاس پہنچا تو اپنی دانست میں اسے گھیر رہا تھا۔ لی' راجن کی ڈسی ہوئی تھی۔ چاؤ فان اس حقیقت سے بے خبر تھا۔ یہ راجن کے مقدر کی ہولناک ستم ظریفی تھی کہ اس

Downloaded from https://paksociety.com

کے چند بدترین دشمن اتفاقی طور پر یک جا ہوتے جا رہے تھے۔

میں پاکستان میں امریکیوں کے بڑھتے ہوئے دباؤ کے سبب بنکاک بھیجا گیا تو میرے ذہن میں اپنی روپوشی اور سوبھراج سے ٹکراؤ کے سوا کوئی تیسری بات نہیں تھی۔ اگر اسد مجھے ڈان سے ملنے کا مشورہ نہ دیتا تو میری کہانی کچھ اور ہی ہوتی۔

ڈان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے میں نے اسے راجن سے اپنی دشمنی کی ایک فرضی کہانی سنائی اور ڈان نے میری سرپرستی کرنے کا وعدہ کرلیا۔ اس وقت تک میں نے راجن کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس سے ملنے کے بعد میں قائل ہوگیا تھا کہ وہ کالا بھجنگ اور کوتاہ گردن شیطان واقعی نفرت کے قابل تھا۔ اس کا کردار اس کی صورت سے بڑھ کر قابلِ نفرت اور گھناؤنا تھا۔ اس وقت لی نے اپنے سارے کارڈز ہمارے سامنے رکھ دیے تھے اور وہ رضاکارانہ طور پر ہمارے ساتھ شریک ہونے کے لیے بے چین تھی۔

آثار بتا رہے تھے کہ راجن کا وقت پورا ہو چلا تھا۔ اس کے تین مضبوط دشمنوں کا اتحاد اس کی سرکوبی کا سبب بننے والا تھا۔

''جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔'' میں نے مڑ کر لی کو دلاسا دیا ''تمہاری طرح ہم بھی اس کے دشمن ہیں لیکن ہم محتاط رہ کر کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آخر کار ہم اس کے خلاف صف آرا ہو جائیں گے۔''

''چاؤ فان دل بہلانے کے لیے میرے پاس آتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ میں اس شہر کی ایک بری عورت ہوں۔ اسی طرح مجھے معلوم ہے کہ چاؤ فان بنکاک کا چھٹا ہوا غنڈا ہے۔'' وہ یکا یک تیز اور ہیجانی لہجے میں بولنے لگی ''تم اس کے ماسٹر ہو۔ میں یہ نہیں مان سکتی کہ تم کوئی سرکاری جاسوس ہو اور راجن کے خلاف کسی عدالت میں مقدمہ چلانے کے لیے ثبوت اکٹھے کرتے پھر رہے ہو۔ اس کے ساتھ وہی کرو جو زیرِ زمین دنیا میں ہوتا چلا آیا ہے۔ اس نے مجھے اور میری بہن کو روندا' تم اسے کچل دو۔''

''چاؤ فان! تم نے مجھے یہ سب نہیں بتایا!'' میں نے مجبور ہو جانے کی صداکاری کرتے ہوئے اس سے شکوہ کیا۔

''ماسٹر! میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ مادام نے مجھ سے اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔'' اس نے تحیر زدہ اور مدافعانہ لہجے میں کہا ''راجن کی بوٹ کے بارے میں سرسری بات ہوئی' پیسے طے ہوئے اور مادام رضامند ہوگئی۔ پتا نہیں تمہارے سامنے آ کر اسے کیا ہوگیا ہے کہ اس نے اپنا دل کھول کر تمہارے سامنے رکھ دیا..... یہ کہہ رہی ہے تو ماسٹر' میری سفارش ہے کہ کچھ سوچو۔ پتا نہیں وائٹ ہاک پر اب تک نہ جانے سیام کی کتنی معصوم بیٹیاں برباد کی جا چکی ہوں گی۔''

چاؤ فان گاؤدی نہیں تھا۔ اپنی پوزیشن صاف کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے مجھے کھلنے کا موقع فراہم کرنے کی کوشش کی تھی۔

''لی! میں تمہاری دل جوئی کے لیے ایک کوشش کروں گا۔ تمہارا اٹھایا ہوا یہ نکتہ میرے دماغ میں بیٹھ گیا ہے کہ ہمیں راجن پر کون سا مقدمہ چلانا ہے جو ہم ثبوت جمع کرتے پھریں۔ میری عدالت میں تم سلطانی گواہ ہو' راجن کو سزائے موت ملنی چاہیے۔''

''تم بڑے دل کے مالک معلوم ہوتے ہو۔'' لی بولی ''میری مانو تو آج کا پروگرام ملتوی کردو۔ کل بم لے آؤ' میں انہیں وائٹ ہاک کے پیندے میں لگا دوں گی۔ اس کام کے لیے میں تم دونوں کو وہ بیس ہزار بھات لوٹا دوں گی' جو چاؤ فان نے مجھے پیشگی دیے ہیں۔''

لی بھی بہت حوصلے کی مالک تھی۔ تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی تھی۔ اپنے دشمنوں کے دشمن سے مل کر اس نے ہر لالچ کو خیرباد کہہ دیا تھا اور اپنے دشمن سے بدترین انتقام لینے پر تل گئی تھی۔

اس کی زبان سے پروگرام کے التوا کا ذکر سنتے ہی میں نے پھرتی سے فلابازی کھانے کا فیصلہ کر کے کہا ''جو کچھ طے ہو چکا ہے' وہ ضرور ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ ہم کسی التوا کے بغیر وائٹ ہاک کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟''

''کیسے.....؟'' اس نے تند لہجے میں سوال کیا ''مجھے سمجھاؤ کہ جاسوسی کے آلات اس بوٹ کو کیسے تباہ کر دیں گے۔''

''تمہاری بددعائیں اور ماسٹر کی چالاکی وائٹ ہاک کو لے ڈوبے گی۔'' چاؤ فان نے پوری گفتگو کے رخ کا اندازہ کرتے ہوئے لقمہ دیا۔

''میں تمہارے ماسٹر کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں بہت کچھ دیکھ چکی ہوں۔'' لی نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا ''یہ بہت چالاک' مکار اور سفاک آدمی ہے۔ ضرورت پڑنے پر یہ تمہیں بھی موت کے منہ میں جھونک سکتا ہے۔''

''یہ بیکار باتیں ہیں۔'' میں نے رسانیت سے کہا ''آہنی بکسوں میں جاسوسی کے آلات کے ساتھ تباہ کن بارود

Downloaded from https://paksociety.com

بھی موجود ہے۔ اس پر پانی اثر نہیں کرے گا۔ ہم جب بھی چاہیں اس بارود کو اڑا سکیں گے۔''

''علی! تم خطرناک آدمی ہو' میں تم پر بھروسا نہیں کرسکتی۔'' اس نے پوری بے خوفی کے ساتھ اپنے دل کی بات بیان کردی ''مجھے جاسوسی کے آلات وائٹ ہاک کے پیندے میں لگانے کے لیے لایا گیا تھا۔ اب تم نے بیٹھے بیٹھے اس میں بارود بھی پہنچادیا۔ میرے ساتھ کھیل نہ کھیلو۔ سچ سچ بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہ رہے ہو۔ میں بے خبری میں قربانی کا بکرا نہیں بنوں گی۔''

''مادام!'' اچانک چاؤ فان بول پڑا ''تم جنس کی غلطی کررہی ہو۔ تمہیں قربانی کی بکری کی بات کرنی چاہیے تھی۔''

''شوخیاں دکھانے کی کوشش مت کرو۔'' لی نے سخت لہجے میں کہا ''اس وقت میں اپنی زندگی کا اہم ترین فیصلہ کرنے جارہی ہوں جس کا نتیجہ میری موت یا دشمن سے انتقام کی صورت میں برآمد ہوگا۔''

''تم غیر ضروری طور پر اعصابی دباؤ کا شکار ہورہی ہو۔'' میں نے نرمی سے لی کو ہلکی سی تادیب کی ''تمہارے ساتھ کوئی کھیل ہورہا ہے نہ تمہیں دھوکا دیا جارہا ہے۔ جو کچھ ہورہا ہے اسے اسی طرح ہونے دو۔ ہمارے ساتھ تمہارا مقصد بھی پورا ہوجائے گا۔ جاسوسی کے ان آلات کے ساتھ ہم نے کچھ ریموٹ کنٹرولڈ بارودی ہتھیار بھی رکھے ہیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اگر کسی وقت راجن کے آدمی ان آلات کا سراغ لگالیں اور متجسس ہوکر ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش کریں تو آلات سے آنے والے صوتی اشاروں سے ہمیں ان کی مداخلت کا علم ہوجاتا۔ ایسی صورت میں ہم ریموٹ کنٹرول کے ذریعے وہ آلات تباہ کرسکتے تھے۔''

''اوہ..... اب میں سمجھی!'' لی کے دہانے سے تحیر زدہ اور اطمینان آمیز آواز برآمد ہوئی ''تمہارے لیے رازداری کا برقرار رہنا ضروری ہے۔ اس کے لیے ایسا بندوبست ناگزیر تھا۔ کیا وہ بارود اتنا طاقت ور ہوگا کہ آلات کو تباہ کرنے کے ساتھ وائٹ ہاک کے فولادی پیندے میں بھی سوراخ کردے؟''

لی ذہین عورت تھی۔ وہ آنکھیں بند کرکے کسی بات پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس نے بارودی قوت کے بارے میں سوال اٹھا کر مجھے حیران کردیا۔

وہ مجھے کام کی عورت نظر آرہی تھی۔ میں نے ابتدا ہی سے کوشش کی تھی کہ اسے اس کے ہر سوال کا اطمینان بخش بلکہ مسکت جواب دوں تاکہ اسے یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ ہم نے اسے دھوکا دے کر اپنا آلہ کار بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت تک میں نے اپنا یہی موقف برقرار رکھا تھا کہ دراصل وائٹ ہاک تک جاسوسی کے آلات پہنچانے کے لیے اس کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ ان دونوں بکسوں میں بارود کا ہونا ایک ضمنی واقعہ تھا جس کا تعلق ہماری احتیاطی تدابیر سے تھا۔

''شاید سوراخ ہوجائیں گے۔'' میں نے سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے اسے جواب دیا ''ہم کو ہلکی قوت کے بم نہیں مل سکے۔ جو ملا' وہ خرید لیا۔ ہمیں پسپا ہونے یا آج کے کام کو التوا میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ ہونا ہے وہ آج ہی ہوجائے گا۔''

''پھر میرا یہ قیاس درست ہے کہ آج سمندر کے سینے پر وائٹ ہاک کی آخری رات ہوگی۔ صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے وہ سمندر کی تہ میں جاچکی ہوگی۔'' میری وضاحت پر اس کی آواز میں طمانیت جھلکنے لگی۔

''تمہاری خوشنودی کے لیے میری دلی دعا ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے۔ آج تم آلات اور بارودی بموں کے بکس وائٹ ہاک کے پیندے میں لگادو' کل کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اسے اڑادیا جائے گا۔''

''کس بات کا جائزہ لو گے.....؟'' اس نے مضطربانہ آواز میں کہا ''جو کرنا ہے' آج کی رات کرگزرو تاکہ میں آنے والا دن خوشی کے ساتھ گزار سکوں۔ وقت کی بربادی سے ہم کوئی فیض حاصل نہیں کرسکیں گے۔''

وہ اپنی بات پر اڑ جانے کے موڈ میں نظر آرہی تھی۔ میں نے اس کی مرضی کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ''تمہارے مزاج پر عجلت سوار ہے۔ راجن کے خلاف ہمارے اور تمہارے جذبات میں یکسانیت ہے۔ اگر تم سب کچھ آج ہی کرلینا چاہتی ہو تو یہ بھی ہوجائے گا۔''

''منصوبہ بے شک تمہارا ہے لیکن اس میں کلیدی کردار میرا ہے۔ یہ میری کامیابی ہوگی۔'' وہ خوش ہوکر بولی۔

''ہمیں کام سے مطلب ہے۔ تم یہ سہرا اپنے سر باندھنا چاہتی ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' چاؤ فان نے اپنی زبان کھولی۔

''یہ میرے اور تمہارے لیے شرم کی بات ہے کہ بھارت سے آیا ہوا ایک پردیسی ہمارے شہر پر راج کررہا ہے۔ ہماری عورتوں کی عزتیں تاراج کررہا ہے اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''اب اس کا وقت پورا ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔ تمہارا ماسٹر بھی اپنے خدوخال سے راجن کا ہم وطن معلوم ہوتا ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

اچھا ہے کہ ان کی آپس کی لڑائی میں ہمارا شہر باہر کی گند سے پاک ہو جائے گا۔''

لی نے میری قومیت کا سوال چھیڑ کر مجھے مضطرب کر دیا۔ وہ ہم سے مل گئی تھی لیکن میں اس پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں نے ان دونوں کی گفتگو کو وہیں ختم کرنے کے ارادے سے چاؤ فان سے کہا ''ساحل اب تک نظر نہیں آیا۔ کیا تم ہمیں ملائیشیا لے جا رہے ہو؟''

''ماسٹر! تم نے مجھے گاڑی کی رفتار کم کرنے کی ہدایت دی تھی۔'' اس نے حیرت سے کہا مگر میں نے اس کی بات درمیان سے ہی اچک لی۔

''میں منزل پر پہنچنے سے پہلے لی سے مذاکرات مکمل کرنا چاہ رہا تھا۔ کھل کر ہر بات ہو گئی ہے۔ اب رفتار بڑھا لو۔''

چاؤ فان تیز رفتاری کا شوقین تھا۔ ایک خفیف سے ہچکولے کے ساتھ اس کی گاڑی کی رفتار تیزی سے بڑھتی چلی گئی۔

''علی خاصا شریف اور ملنسار آدمی نظر آتا ہے۔'' چند ثانیوں کے بعد لی کی شوخ آواز ابھری ''تم نے بلاوجہ اس کی خوفناک تصویر کھینچی تھی۔ میں سمجھ رہی تھی کہ یہ خاصا تند خو اور ترش رو آدمی ہو گا۔''

''مادام! یہ تمہاری پہلی ملاقات ہے۔'' چاؤ فان نے بجھی ہوئی آواز میں کہا ''ماسٹر کو ایک بار اس کے اصل روپ میں دیکھو گی تو بے تکلفی سے اس کا نام لینا بھول جاؤ گی۔''

''اس کے لیے ماسٹر کا لقب اچھا لگتا ہے۔ میں بھی اسے یہی کہوں گی۔'' لی از خود میرا مفروضہ نام لینے سے دست بردار ہو گئی۔

دلوں کی باتیں زبان پر آ جانے کے بعد ہمارے درمیان تناؤ ختم ہو گیا۔ فضا نہایت دوستانہ ہو گئی اور بقیہ سفر ہنستے بولتے ہوئے طے ہو گیا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ چاؤ فان نے لی کی موجودگی میں اپنی زبان پر قابو رکھا ہوا تھا۔ ساری باتیں سن لینے کے بعد اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ مفاہمت ہو جانے کے باوجود میں نے لی پر اندھا اعتماد کرنے کی غلطی نہیں کی تھی۔

سست روی میں خاصا وقت برباد کرنے کے باوجود ہم دو بجنے سے ذرا پہلے اس ساحلی کھاڑی تک پہنچ گئے جہاں چاؤ فان کے پانچ آدمی اپنی جنگی تیاریوں کے ساتھ ہماری آمد کے منتظر تھے۔

چند پتھریلے ٹیلوں کی اوٹ میں چھپی ہوئی وہ بحری کھاڑی دیکھ کر میں دل ہی دل میں چاؤ فان کے انتخاب کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

تاروں بھرے آسمان کی چھاؤں میں وہ کھاڑی ہمارے لیے ایک بہترین پناہ گاہ تھی۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے ہم نے کئی کلو میٹر لمبے کچے ناہموار اور تاریک راستے پر سفر کیا تھا۔ ساحلی سڑک سے دور واقع ہونے کی وجہ سے وہاں کسی کی مداخلت کا امکان نہیں تھا۔

ساحل کے ساتھ سمندر کی لہروں کے ٹکرانے کا دھیما شور فضا میں گونج رہا تھا۔ کھاڑی میں آنے والی لہریں پتھروں سے ٹکرا کر دور تک ہلکی سی پھوار برسا رہی تھیں۔ لہروں کے سینے پر دو چھوٹی موٹر بوٹس ہچکولے کھا رہی تھیں۔ انہیں موٹی رسیوں کے ساتھ ایک ابھری ہوئی چٹان سے باندھ دیا گیا تھا۔

''میں تین آدمیوں کے ساتھ پہلی بوٹ میں نکلوں گا۔'' چاؤ فان نے اپنی مادری زبان میں اپنے آدمیوں سے مختصر سی گفتگو کرنے کے بعد مجھے بتایا ''یہ حصہ سمندر میں کافی آگے نکلا ہوا ہے اس لیے ہمیں بندرگاہ یا شہر کی روشنیاں نظر نہیں آ رہیں مگر وائٹ ہاک یہاں سے زیادہ دور لنگر انداز نہیں ہے۔ ہماری بوٹ گہرے سمندر میں ایک لمبا چکر کاٹ کر وائٹ ہاک کی دوسری جانب پہنچے گی۔ بوٹس میں ہتھیاروں کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ ہمیں وائٹ ہاک کے قریب منڈلاتا ہوا دیکھ کر اس کے محافظ پوری طرح ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ انہوں نے ہمیں بھگانے کے لیے ہوائی فائرنگ میں پہل نہ کی تو ہم خود انہیں چھیڑیں گے تاکہ وہ اپنی ساری توجہ ہماری بوٹ پر مرکوز کر دیں۔ فائرنگ شروع ہونے کے بعد وہ اسی طرف جم جائیں گے۔ تم فائرنگ شروع ہونے کے بعد یہاں سے سیدھے نکلو گے اور وائٹ ہاک کی روشنیاں تمہارے سامنے ہوں گی۔ تم محفوظ فاصلے پر بوٹ روک کر مادام کو اس کے غوطہ خوری کے لباس میں سمندر میں اتار دو گے۔ اس دوران میں ٹرانسمیٹر پر ہمارا آپس میں رابطہ رہے گا۔ مادام کی واپسی کے ساتھ ہم بھی فرار ہو کر اسی کھاڑی میں لوٹ آئیں گے۔''

''تمہارے دونوں آدمی صرف ملاح ہیں یا لڑنا بھڑنا بھی جانتے ہیں؟'' لی نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ کھاڑی کا ماحول دیکھ کر وہ فکرمند ہو گئی تھی۔

''یہ پانچوں بنکاک کے بہترین نشانچی ہیں۔ سب ہتھیاروں کے استعمال میں ماہر ہیں۔ رائفل سے اڑتی ہوئی مکھی کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔'' چاؤ فان نے فخر سے بتایا۔

Downloaded from https://paksociety.com

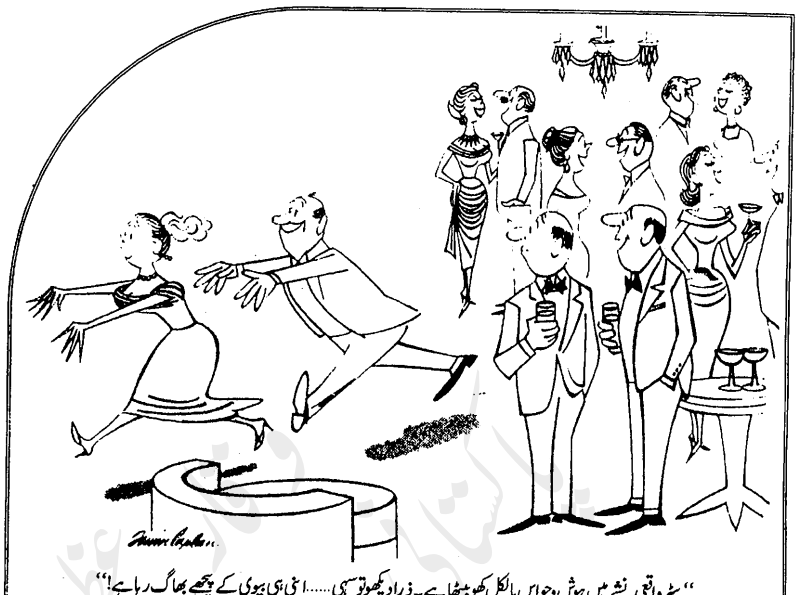

''پیٹر واقعی نشے میں ہوش وحواس بالکل کھو بیٹھا ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی..... اپنی ہی بیوی کے پیچھے بھاگ رہا ہے!''

اپنے تینوں ساتھیوں کو ایک بوٹ میں بھیج کر چاؤ فان ہمارے ساتھ ہولیا۔

فائبر کی بنی ہوئی مضبوط بوٹ کو کنارے پر کھینچنے کے باوجود ہمیں اتھلے پانی میں سے گزر کر اس پر سوار ہونا پڑا۔ بوٹ واقعی چھوٹی تھی۔ اس کا کیبن برائے نام تھا۔ جسے ایک پارٹیشن کے ذریعے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اگلا حصہ بوٹ کے پائلٹ کے لیے تھا۔ وہ اپنے معاون کے ساتھ ادھر چلا گیا۔ چاؤ فان ہم دونوں کے ساتھ عقبی حصے میں آ گیا جہاں دھیمی روشنی میں غوطہ خوری کا ایک مکمل کاسٹیوم' آکسیجن سلنڈر سمیت نظر آ رہا تھا۔ کیبن کی آرام دہ نشستوں کے نیچے دو رائفلیں اور ان کے میگزین کی وافر مقدار موجود تھی۔

چاؤ فان نے کیبن کا ایک دیوار گیر خانہ کھولا اور وہاں سے ایک وائرلیس اپریٹس نکال کر میرے حوالے کرتا ہوا بولا ''اس خانے میں ریوالور اور چند ہلکے دستی بم بھی موجود ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم کو ان میں سے کسی چیز کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ہمارے ساتھ چاند ماری میں الجھ جانے کے بعد وائٹ ہاک کے محافظ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ دوسری طرف سے ان کی لانچ کے خلاف کوئی خاموش کارروائی ہو رہی ہے۔''

''تم نے خاصا محفوظ اور شیطانی منصوبہ بنایا ہے۔'' لی نے توصیفی لہجے میں کہا ''راجن کے آدمی بے خبری میں مارے جائیں گے۔''

''یہ وہ دونوں واٹر پروف بکس ہیں جن میں بارود اور جاسوسی کے آلات موجود ہیں۔'' چاؤ فان نے ایک نشست کے نیچے سے دونوں بکس نکال کر اوپر رکھ دیے۔

لی نے ایک بکس کو ہاتھ میں اٹھا کر تولا اور ایک گہرا سانس لے کر بولی ''میں ان کے وزن سے ڈر رہی تھی۔ یہ تو بہت ہلکے ہیں۔ انہیں پانی میں لے جانا زیادہ دشوار نہیں ہوگا۔''

چاؤ فان نے لی کو ان مقناطیسوں کے استعمال کا طریقہ سمجھایا جو واٹر پروف بموں سے بندھے ہوئے تھے۔ لی کو اپنے دام میں لانے کے لیے چاؤ فان نے جاسوسی کے آلات کی کہانی گھڑی تھی ورنہ ان دونوں بکسوں میں مہلک بارود کے سوا کچھ نہیں تھا۔ بعد میں مجھے چاؤ فان سے پتا چلا کہ اس نے بکس کا لفظ دانستہ استعمال کیا تھا۔ درحقیقت وہی بکس امریکی ساخت کے واٹر پروف بم تھے جنہیں ریموٹ کنٹرول کے ذریعے چلایا جا سکتا تھا۔

ہماری کامیابی کی دعا کے ساتھ چاؤ فان ہماری بوٹ

Downloaded from https://paksociety.com

سے اتر کر پانی میں چھپ چھپ کرتا ہوا اپنی بوٹ پر چلا گیا جو ہم سے ذرا دور، اتھلے پانی میں ڈول رہی تھی۔

اس کے سوار ہوتے ہی دو آدمی نیچے اترے، انہوں نے چٹان سے رسے کھول کر دونوں بوٹس پر اچھالے پھر ہماری کشتی کو کنارے سے دھکیل کر پانی میں اتار دیا۔

اس دوران میں چاؤ فان کا تیسرا ساتھی اپنی بوٹ کا انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔ ہماری بوٹ کو سمندر کے پانی میں اتارنے کے بعد بقیہ دونوں آدمی بھی دوڑ کر اپنی بوٹ پر چڑھ گئے۔ سرمئی رنگ کی اس بوٹ کی تمام دھیمی روشنیاں گل ہو گئیں، بوٹ کے انجن کی غراہٹ تیز ہوئی اور لمحہ بھر بعد میں وہ گھوم کر سبک رفتاری کے ساتھ کھلے سمندر کی طرف روانہ ہو گئی۔

گہری تاریک رات میں، میں چاؤ فان کی بوٹ کی روانگی کا منظر دیکھتا رہا۔ چند منٹ بعد وہ بوٹ اونچی سمندری لہروں کی اوٹ میں اوجھل ہو گئی۔ چاؤ فان نے اپنی منصوبہ بندی میں ساری جزئیات کا پورا خیال رکھا تھا۔ اپنی دونوں بوٹس کی شناختی علامات مٹانے کے لیے اس نے ایسے رنگ کا انتخاب کیا تھا جو سمندر کے سینے پر پھیلی ہوئی تاریکی میں پوری طرح مدغم ہو گیا تھا۔

''ماسٹر! آؤ میرا لباس بدلوا دو!'' لی نے میرا بازو دبا کر دھیرے سے کہا۔

وہ میرے لیے مشکل ترین مرحلہ تھا، انکار کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ میں دو قدم بڑھ کر بوٹ کے کیبن میں پہنچ گیا۔

اسی وقت ہماری بوٹ کا انجن بھی چلا دیا گیا۔ متلاطم لہروں میں بھٹک کر بوٹ پتھروں سے ٹکرا سکتی تھی۔ اسے کسی ناگہانی حادثے سے بچانے کے لیے انجن کے کنٹرول میں رکھنا ضروری تھا۔

''کہو! اب کیا ارادہ ہے!'' لی نے چند ثانیوں تک میری آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد اپنی بائیں آنکھ دبا کر پوچھا۔ ''میں کپڑے اتار دوں؟''

''اس کی کیا ضرورت ہے۔'' میں نے اس سے نظریں چرا کر اس کا ڈائیونگ کا سٹیوم اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا اور اپنی بات جاری رکھی۔ ''تم ان کپڑوں پر بھی کا سیٹوم پہن سکتی ہو۔''

''ارادہ یہی تھا۔'' وہ ہلکی سی شوخ ہنسی کے ساتھ بولی۔ ''اسی لیے میں ٹی شرٹ اور چست جینز پہن کر آئی تھی۔ اب ارادہ بدل رہا ہے۔ ہمیں چاؤ فان کے سگنل کا انتظار کرنا ہے تو کیوں نہ اس وقت کو بہتر انداز میں گزاریں۔ عورتوں کے معاملے میں تم کچھ مغرور سے نظر آتے ہو۔ مجھے دیکھو اور محسوس کرو گے تو تمہارا غرور پگھل جائے گا۔''

''لی! تم بہک رہی ہو۔'' میں نے اپنی بائیں کنپٹی مسلتے ہوئے کہا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے لی کی باتوں سے میرا دورانِ خون تیز ہو گیا ہو۔

''ماسٹر! تم مجھے نظر انداز کر رہے ہو!'' یکایک اس کا لہجہ شکایتی ہو گیا۔

''نظر انداز نہیں کر رہا، میں تمہارے ارادوں سے خوف زدہ ہوں۔ اس چھوٹی سی بوٹ پر صرف ہم دونوں نہیں ہیں، چند فٹ کے فاصلے پر چاؤ فان کے دو آدمی بھی موجود ہیں۔ کوئی تماشا دیکھ کر وہ ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے۔ ہم یہاں پکنک منانے کے لیے نہیں، کشت وخون کرنے کے ارادے سے آئے ہیں۔''

''مجھے ان دونوں کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ ان کا خون ٹھنڈا اور دماغ ماؤف ہوتے ہیں۔ انہوں نے چاؤ فان سے کچھ کہا تو وہ اس الزام میں ان کی چمڑی گرا دے گا کہ یہ اپنا کام چھوڑ کر تاک جھانک کیوں کر رہے تھے!'' اس نے بے باکی سے سرگوشی کی۔

میں نے ڈائیونگ کا سیٹوم اس کی طرف بڑھا کر اسے نرمی سے پیچھے دھکیل دیا۔ ''ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ کسی بھی لمحے سگنل آ جائے گا۔ اس وقت تم تیار نہ ہوئیں تو آج کا مشن برباد ہو جائے گا۔ تمہاری بہن کا لہو انتقام، انتقام پکار رہا ہے اور تم جذبات کی رو میں بہی جا رہی ہو۔ یہ کیوں بھول رہی ہو کہ ہم کل بھی ملیں گے۔''

اس نے میری بات مکمل ہونے سے پہلے اپنے جوتے اتارے اور غوطہ خوری کا لباس پہننا شروع کر دیا۔ شاید میرا کہا ہوا کوئی لفظ یا فقرہ صحیح نشانے پر لگ گیا تھا۔

اس کے لیے وہ لباس پہننا آسان نہیں تھا۔ مجھے اس کی مدد کرنا پڑی۔ چند منٹ کی کوشش کے بعد وہ اس لباس میں بہ خوبی سما گئی۔ میں نے اس کی پشت پر آکسیجن کا سلنڈر کسا، اس کی نلکیاں سر اور چہرے کے ہڈ سے جوڑیں۔ زپ، بیلٹ اور ڈوریاں کسیں۔ لی نے شفاف شیلڈ کے پیچھے پلکیں جھپکا کے چند گہرے سانس لیے اور پھر ہیڈ گیئر پیچھے الٹ دیا۔

''سب ٹھیک ہے۔'' اس نے مسکرا کے کہا۔ ''اب دونوں بکس میری بیلٹ کے ساتھ باندھ دو۔ یہ یاد رکھنا کہ میری کمر سے بندھی ہوئی ڈوری کا دوسرا سرا تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تو میں اس گھور اندھیرے میں بوٹ تک واپس نہیں آ سکوں گی۔ بھٹک گئی تو وائٹ ہاک والوں کی گولیاں

Downloaded From https://paksociety.com

مجھے چاٹ جائیں گی۔ میری لائف لائن تمہارے ہاتھ میں ہوگی۔''

''تم فکر نہ کرو، ڈوری مضبوط اور بہت لمبی ہے۔ کم بڑی تو میں اس سے دوسرا لچھا جوڑ لوں گا۔ تم بھٹک گئیں تو مجھے کل شام کی چائے کون پلائے گا!''

آخری فقرہ، میں نے اس کا دل رکھنے کے لیے کہا تھا۔ رات کے اندھیرے میں سمندر میں اترنے کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت تھی۔ اس وقت لی کا دل بڑھانا اور اس کے دل میں امید کا زندہ رکھنا ضروری تھا۔ میرے الفاظ پر اس کی نگاہیں چمک اٹھیں۔

لی کے عزائم کی راہ میں غوطہ خوری کا لباس حائل ہو چکا تھا۔ وہ اس دبیز لباس سے آسانی سے باہر نہیں آسکتی تھی۔ میں نے مطمئن ہو کر دونوں ریموٹ کنٹرولڈ بم، یکے بعد دیگرے اس کی کمر کے گرد پڑی ہوئی بیلٹ سے باندھ دیے۔

چھوٹے سے کیبن کے دائیں بائیں اتنی مختصر سی راہ داری تھی کہ ایک وقت میں ایک شخص ہی وہاں سے گزر سکتا تھا۔ ہم دونوں وہاں سے نکل کر بوٹ کے پچھلے حصے میں چلے گئے جہاں سمندر سے لطف اندوز ہونے کے لیے کشادہ جگہ موجود تھی۔

بوٹ کا انجن چل رہا تھا۔ کھاڑی کے اردگرد پھیلی ہوئی چٹانوں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ہماری بوٹ پانی میں ایک جگہ ٹھہری ہوئی تھی۔ ادھر سے آنکھیں بند کر لی جاتیں تو ہچکولوں سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سفر کا آغاز ہو چکا ہو۔

''ماسٹر! اس پر چراغاں ہو رہا ہے۔ ہم اپنی تمام روشنیاں گل کر کے، اندھیرے میں اپنا سفر تقریباً طے کر چکے ہیں، ہدف ہمارے اور تمہارے درمیان آچکا ہے۔ وہ اپنی انفرا ریڈ دوربینوں سے کسی بھی لمحے ہم کو دیکھ لیں گے اور فضا بارودی نغموں سے گنگنا اٹھے گی۔'' کچھ دیر بعد چاؤفان نے اچانک ٹرانسمٹر پر بولنا شروع کر دیا۔

''تم چہک رہے ہو۔ یہ اچھی علامت ہے!'' اس کے خاموش ہو جانے پر میں نے خشک لہجے میں کہا۔ ''ہم تیار ہیں اگر وہاں طرب ونشاط کی محفلیں جمی ہوئی ہیں تو یہ اچھی بات نہیں ہے۔ ہمیں ہوشیار رہنا ہوگا۔''

''میرا خیال ہے کہ یہ اور بھی اچھا ہے۔ سب اپنی دھن میں مگن ہیں۔ ہماری کامیابی کے امکانات روشن ہیں۔''

''تمہاری عقل پر سمندری جھاگ جمع ہو رہے ہیں۔ گولیاں چلیں گی تو وہاں بھگدڑ مچے گی۔ بدحواس رنگیلے ہر طرف نکل کھڑے ہوں گے۔ ان میں سے کوئی بھی ہمیں دیکھ

تفریحی ادب کی شاہراہ پر ایک اور سنگ میل

ایک ایسا ماہنامہ جسے خواتین کی تمام تر دلچسپیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا جا رہا ہے

دوشیزاؤں کے دلوں میں گھر کرنے بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے

☆ مشہور و معروف قلم کار اور کہانی کاروں کی کاوشیں
☆ افسانے، ناول، سچی کہانیاں، شاعری اور دیگر مستقل سلسلوں کے علاوہ کچھ نئی روایتیں اور جدتیں

☆ قانونی مشاورت ☆
ایک ماہر قانون سے روزمرہ کے قانونی مسائل پر مشاورت کا مستقل کالم

☆ بول کہ لب آزاد.....☆
آپ کے اپنوں سے شکوے شکایتیں، دل کی باتیں اور پیغامات

☆ سوسنار کی ☆
آپ کے چٹ پٹے سوال اور پھڑکتے جواب

☆ ایک شہر ایک افسانہ ☆
ٹیلنٹ ہنٹ کے ذیل میں ہر ماہ ایک نئی مصنفہ کا افسانہ اس کے شہر کے تعارف کے ساتھ

جذباتی ناول اور دلوں کو چھو لینے والی قسط وار کہانیاں
اور وہ سب کچھ جو آپ پڑھنا چاہیں

ان تمام سلسلوں میں شرکت کے لئے اپنی نگارشات، سوالات، افسانے، تعارف ہمیں جلد از جلد ارسال کریں تاکہ اولین شمارے کی زینت بن سکیں

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
63-C PHASE II EXTENSION,
D.H.A., MAIN KORANGI ROAD,
KARACHI 75500

Downloaded from https://paksociety.com

سکتا ہے۔ یہ تشویش ناک صورتِ حال ہے۔''

اچانک فضا ایک فائر کی آواز سے لرز اٹھی۔

''لو، پہلی گولی آ گئی!'' اپریٹس پر چاؤ فان کی پُر جوش آواز ابھری۔ ''اب جو ہوگا، دیکھ لیا جائے گا۔ تم محتاط رہنا۔''

فائر سنتے ہی لی نے چیخ کر کچھ کہا۔ ہماری بوٹ فوری طور پر حرکت میں آ گئی۔ یکا یک اس کی روشنیاں گل کر دی گئی تھیں۔

پائلٹ نے دھیمی رفتار سے بوٹ کو گھما کر اس کا رخ سیدھا کیا پھر اس کی رفتار تیز ہوتی چلی گئی۔ اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ وہ اسپیڈ بوٹ چھوٹی ضرور تھی لیکن اس کا انجن بہت طاقتور تھا۔ سمندری راستے سے اسمگلنگ اور دوسرے ہیر پھیر کرنے کے لیے بوٹس کا برق رفتار ہونا ضروری تھا۔ چاؤ فان مجھے بتا چکا تھا کہ وہ دونوں بوٹس اس کی ملکیت تھیں۔ علامات بتا رہی تھیں کہ کالے دھندوں کے معاملے میں چاؤ فان بھی راجن سے کم نہیں تھا؟

چند منٹ بعد ہماری بوٹ ساحلی چٹانوں کی دیوار کی اوٹ سے نکلی تو ہمیں سمندر میں لنگر انداز وائٹ ہاک نظر آ گئی۔ اس کے عرشے سے لے کر نچلی منزلوں کی تمام راہ داریاں روشنی میں نہائی ہوئی تھیں۔ ان سے نیچے روشن پورٹ ہول نظر آ رہے تھے۔ وائٹ ہاک اپنے سفید رنگ کی وجہ سے تاریک سمندر میں بہت ممتاز نظر آ رہی تھی۔

وائٹ ہاک سے بہت دور، پس منظر میں ہاربر کی نداسی روشنیاں دور تک پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ وہ ہم سب سے اتنی دور تھیں کہ وہاں چلنے والی گولیوں کی آواز کا وہاں تک پہنچنا ممکنات میں سے تھا۔

فضا میں تواتر کے ساتھ فائرنگ کا شور گونج رہا تھا۔ چاؤ فان نے منصوبے کے مطابق وائٹ ہاک والوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

''لہروں کے مہیب اور دھیمے شور میں گولیوں کی آوازیں میرا دل اڑا رہی ہیں۔'' لی نے میرے شانے پر جھک کر سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ فائرنگ کے تبادلے سے اس کا حوصلہ کمزور پڑ گیا تھا۔

''فکر نہ کرو، چاؤ فان نے انہیں اپنی طرف الجھا لیا ہے۔ فی الحال ہماری طرف کوئی خطرہ نہیں ہے۔ چند منٹ بعد تم پانی میں اتر کر اور زیادہ محفوظ ہو جاؤ گی۔''

وائٹ ہاک کھلے سمندر میں کسی دیو پیکر، سفید عفریت کی طرح ساکت کھڑی ہوئی تھی۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس پر بھگدڑ مچ گئی۔ متعدد انسانی ہیولے اس لانچ کی روشن راہ داریوں میں افراتفری کے عالم میں بھاگ رہے تھے۔

اچانک ہماری بوٹ کی رفتار کم ہونے لگی۔ اس کے ساتھ اس کا رخ بھی بدل گیا۔ وہ وائٹ ہاک کی طرف بڑھنے کے بجائے اس کے متوازی ہو گئی تھی۔

پائلٹ کیبن سے کسی نے اونچی آواز میں کچھ کہا اور لی اچانک سیدھی ہو گئی۔

''پیغام میرے لیے تھا۔'' اس نے اپنے سراپا پر نظر ڈالتے ہوئے مجھے بتایا۔ ''آگے بڑھنے کی صورت میں ہم ان کی فائرنگ رینج میں آ جائیں گے۔ ناخدا مجھے پانی میں اترنے کے لیے کہہ رہا ہے..... میں جا رہی ہوں۔''

میں نے لی کی طرف دیکھا۔ آسمان پر ٹمٹماتے ہوئے تاروں کی روشنی میں مجھے اس کی آنکھوں میں عجیب سی حیوانی چمک نظر آئی۔ اس نے اپنا ہیڈ گیئر شانوں پر گرایا، میں نے ڈوری کی چرخی پر ہاتھ رکھا، لی نے میری طرف ہاتھ لہرایا اور ایک پرشور چھپاکے کے ساتھ سمندر میں کود گئی۔

ہموار لہروں میں پیدا ہونے والا ارتعاش چند لمحوں میں، بلبلوں کی طرح غائب ہو گیا، لی سطحِ سمندر سے نیچے تیر رہی تھی اور چرخی سے ڈوری تیزی سے پھسلتی جا رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ ہماری بوٹ تھم چکی تھی۔ وہ لہروں کے زور پر آگے پیچھے ہو رہی تھی۔ اپنی پوزیشن برقرار رکھنے کے لیے ہمارا بوٹ پائلٹ وقفے وقفے سے انجن سے کام لے رہا تھا۔

فائرنگ میں زبردست تسلسل آ گیا۔ وائٹ ہاک سے کئی آتشیں ہتھیار استعمال کیے جا رہے تھے۔ جن کی بھیانک آوازیں ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔

میں نے اندھیرے میں چرخی پر اپنا داہنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ اس پر لپٹی ہوئی نائلون کی مضبوط ڈوری اتنی تیزی سے کھل رہی تھی کہ اس کی رگڑ سے میری ہتھیلی اور انگلیوں میں خاصی حرارت پیدا ہو رہی تھی۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ لی پانی کی سطح سے چند انچ نیچے رہ کر بہت تیزی سے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہی تھی۔

ابتدا میں اسے گہرائی میں اترنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سطحِ سمندر سے نیچے رہ کر تیز رفتاری سے وائٹ ہاک تک پہنچنا تھا۔ اس کے لیے بھٹکنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اپنی سمت درست رکھنے کے لیے وہ وقفے وقفے سے سطحِ آب پر ابھر کر... پُرشکوہ وائٹ ہاک پر نظر ڈال سکتی تھی۔ اس لانچ کے قریب پہنچنے کے بعد اسے گہرائی میں اتر کر وائٹ ہاک کے پانی میں ڈوبے ہوئے پیندے تک پہنچنا تھا۔ وہاں ذرا سی دیر میں وہ اپنا کام مکمل کر سکتی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

نائلون کی ڈوری کی رگڑ سے پیدا ہونے والی گرمی ناقابلِ برداشت ہونے لگی تو میں نے اپنا داہنا ہاتھ ہٹا کر بایاں ہاتھ وہاں رکھ دیا۔ اس وقت وہ چرخی میرے لیے لی کی نبض بنی ہوئی تھی۔ جب تک وہ وائٹ ہاک کے قریب نہ پہنچتی، ڈوری گھلتی چلی جاتی۔ اس کے منزل پر پہنچنے کے بعد وہ عمل برائے نام رہ جاتا اور مجھے اندازہ ہو جاتا کہ اس نے لانچ کے پنیرے میں بم چپکانے کے کام کا آغاز کر دیا تھا۔

میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تاریک سمندری لہروں کو دیکھتا رہا جو وائٹ ہاک سے آنے والی روشنیوں کے انعکاس میں کہیں کہیں چاندی کے بجھلے ہوئے عفریت کی طرف چمک رہی تھیں۔ ان میں لی کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ چرخی کی حرکت بتا رہی تھی کہ اس کا سفر جاری تھا۔

دوسری طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ تاریک فضا میں روشن انگارے وائٹ ہاک کی طرف آتے اور جاتے ہوئے نظر آ رہے تھے، لانچ کے محافظ چاؤ فان کی بوٹ کو غرق کرنے پر تل گئے تھے اور وہ قطعی طور پر ان کی زد سے دور رہ کر ان کی طرف فائرنگ کر رہا تھا۔ وائٹ ہاک والوں کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ہنگامی طور پر لنگر اٹھا کر حرکت میں آ سکیں۔

تھوڑی دیر کی زبردست افراتفری اور بھاگ دوڑ کے بعد وائٹ ہاک کی نظر آنے والی روشن راہ داریاں ویران ہو چکی تھیں۔ شراب و شباب کے خمار میں بدمست لوگ گولیوں کی آوازوں سے دہشت زدہ ہو کر شاید اس سفید لانچ کے کونوں کھدروں میں جا گھسے تھے۔ وائٹ ہاک کے ان بد حواس مہمانوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ہماری سمت میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس بارے میں میرے اندیشے بے بنیاد ثابت ہو رہے تھے۔

اچانک وائٹ ہاک کے عرشے پر پھیلی ہوئی تیز روشنی کم ہو گئی۔ چاؤ فان کی طرف سے آنے والی ایک گولی نے عرشے کی ایک سرچ لائٹ کو نشانہ بنا لیا تھا۔

''ماسٹر! مزہ آ گیا!'' اپریٹس پر چاؤ فان کی پرجوش آواز ابھری۔ ''کاش! میری بوٹ بارود سے لدی ہوئی ہوتی اور میں اسے وائٹ ہاک سے پوری رفتار سے لڑا سکتا۔ ہماری رائفلوں کی رینج ان سے زیادہ ہے۔ ابھی ابھی ہم نے ان کی ایک قیمتی سرچ لائٹ تباہ کی ہے۔''

میرا بایاں ہاتھ چرخی کی حرکت محسوس کر رہا تھا۔ میں نے داہنے ہاتھ سے اپریٹس کا بٹن دبا کر کہا۔ ''خود پر قابو رکھو۔ تم کو خودکشی کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ انہیں مزید نقصان پہنچانے کی کوشش کرو، وہ کسی بھی لمحے وہاں پہنچ جائے گی۔''

چرخی کی حرکت تھم گئی۔ ڈور کو ہلکے ہلکے جھٹکے لگ رہے تھے، لی اپنی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

''ماسٹر! یہ میری زندگی کا سب سے بڑا آپریشن ہے۔'' چاؤ فان اسی لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ''ہم کامیاب ہو گئے تو کالے شیطان کا منہ کالا ہو جائے گا۔''

''وہ پہنچ چکی ہے۔ ذرا سی دیر میں کام پورا ہو جائے گا۔'' میں نے اسے مطلع کیا۔ اس بار میں اپنے جوش پر قابو رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

''تمہیں کیسے پتا چل گیا؟'' اس کی بے ساختہ آواز تحیر زدہ تھی۔ اس میں واحد خرابی یہی تھی کہ وہ اپنی عقل کے استعمال میں کفایت سے کام لیتا تھا۔

اسے پوری تفصیل بتانے کا موقع نہیں تھا۔ میں نے شگفتہ لہجے میں کہا۔ ''وہ چڑیل ہے اور میں جن..... ہمارے درمیان غیر مرئی رابطہ استوار ہو چکا ہے۔''

''مجھے یہ معلوم تھا کہ ایسا ہو کر رہے گا۔'' اس خطرناک ماحول میں بھی اس نے میری کہی ہوئی بات سے کوئی اور مفہوم اخذ کر لیا۔ ''وہ قیامت کی عورت ہے۔ تم پر شروع سے اس کی نیت خراب تھی..... لو، ان کی ایک اور سرچ لائٹ گئی۔''

اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ اس بار کولی لگتے ہی وائٹ ہاک کی ایک سرچ لائٹ تیز دھماکے سے پھٹی تھی۔ وہ دھماکا گولیوں کے شور میں نمایاں تھا۔

کامیابی کے آثار چاؤ فان کے ساتھ میرے ذہن پر بھی اثر انداز ہو رہے تھے مگر میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

ڈور والی چرخی تقریباً ساکت ہو چکی تھی۔ میں نے چشمِ تصور سے دیکھا کہ لی گہرے پانی میں اطمینان سے مقناطیس وائٹ ہاک کے آہنی پنیرے سے چپکا رہی تھی۔ وہ بہت ہولناک اور جان لیوا مرحلہ تھا۔ لی کو معلوم ہو چکا تھا کہ اس کے بیلٹ سے باندھے جانے والے دونوں آہنی بکسوں میں کچھ آلات کے ساتھ بارودی بم بھی موجود تھے۔ ریموٹ کنٹرولڈ ہونے کے باوجود وہ کسی بے احتیاطی کے نتیجے میں حادثاتی طور پر پھٹ جاتے تو سمندر میں لی کے چیتھڑوں تک کا پتا نہ چلتا۔ اس حقیقت سے آگاہ ہونے کے باوجود لی نے اس کام کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھا کر اپنی دلیری اور بے خوفی کا ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کر دیا تھا۔

چرخی پر آیا ہوا تناؤ یک لخت ختم ہو گیا۔ میں نے لمحہ بھر کے لیے سوچا۔ شاید لی اپنا کام ختم کر کے واپس آ رہی تھی۔ میں نے اپنے اندازے کی تائید کے لیے چرخی کو ہاتھ سے الٹا

Downloaded from https://paksociety.com

گھمایا اور ڈھیلی ڈور آسانی سے اس پر لپٹتی چلی گئی۔

میں نے کامیابی کے نشے سے سرشار ہوکر چرخی کے سرے پر لگی ہوئی آہنی کرینک کو تیزی سے گھمانا شروع کردیا۔ ڈوری کسی رکاوٹ کے بغیر چرخی پر آنے لگی۔ چند ثانیوں میں اس کی ڈھیل ختم ہوگئی۔ کرینک کے ساتھ میرے ہاتھ کو بھی ہلکا سا جھٹکا لگا۔ دوسرے لمحے میں ڈوری پھر ڈھیلی ہوگئی۔ اس کا مطلب تھا کہ لی اتنا فاصلہ طے کرچکی تھی۔

میں نے کرینک گھمانے کی رفتار کم کردی۔ ڈھیل اور جھٹکوں کا تواتر شروع ہوگیا۔ خوشی سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ ہم نے وہ بڑا کام اتنی آسانی سے مکمل کرلیا تھا۔

''ماسٹر! غضب ہوگیا۔'' اچانک اپریٹس پر چاؤفان کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری۔ ''انہوں نے کمک طلب کرلی ہے، ہاربر کی طرف سے کوئی اسپیڈ بوٹ ادھر آرہی ہے۔ ہم رکے رہے تو مارے جائیں گے..... میں بھاگ رہا ہوں..... ادھر کیا پوزیشن ہے؟''

''ہماری فکر چھوڑو۔'' میں نے چرخی پر لپٹی ہوئی ڈور کی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی موٹائی پر نظر ڈال کر کہا۔ ''شاید کام ہو چکا ہے۔ تم اپنی جان بچاؤ اور بھاگ کر ٹھکانے پر پہنچو۔''

فائرنگ کے شور میں یکایک نمایاں کمی آگئی۔ شاید چاؤ فان اور اس کے آدمیوں نے گولیاں برسانے کا سلسلہ موقوف کرکے، بھاگ نکلنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

''ماسٹر! مادام کہاں ہے؟'' اس نے بوکھلائی ہوئی اور تشویش زدہ آواز میں پوچھا۔

''ابھی تک سمندر میں ہے۔ خطرہ بڑھ گیا تو میں ڈوری کاٹ کر اسے یہیں چھوڑ دوں گا اور خود واپس چل دوں گا۔'' میں نے اطمینان سے کہا۔

وہ میرے الفاظ تھے، میرا ان پر عمل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لی نے ہمارے لیے بہت بڑا کام کیا تھا۔ وہ اس رات کی ہیروئن تھی، میں کسی قیمت پر اسے بے یارو مددگار نہیں چھوڑ سکتا تھا، چاؤفان نے میرے اس سنجیدہ مذاق پر اسی لہجے یقین کرلیا اور متاسفانہ آواز میں بولا۔

''ماسٹر! تم بہت سنگ دل اور سفاک ہو، اس کے ساتھ ایسا ظلم نہ کرنا۔ میری مانو تو ڈوری مت کاٹو، اسی طرح وہاں سے چل دو، وہ کسی زیر آب چٹان سے ٹکرا کر نہ مری تو کسی نہ کسی طرح بوٹ پر آجائے گی۔ چرخی لاک کرو اور چل پڑو۔''

چاؤفان کے الفاظ سے اس کا دل کرب جھلک رہا تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ ان نازک لمحات میں اس کے دل میں میری سفاکی کی دہشت بیٹھ گئی تو وہ مجھ سے ایک پل کے لیے بھی مخلص نہیں رہ سکے گا۔ میں نے نرمی سے کہا۔ ''آزردہ ہونے کی ضرورت نہیں، میں مذاق کررہا تھا۔ وہ چند منٹوں میں بوٹ پر آنے والی ہے۔ اس رات کی شہزادی کو میں بے سہارا نہیں چھوڑوں گا۔''

''تم گریٹ ہو!'' وہ خوش ہوگیا۔ ''ہماری بوٹ جھاگ اڑاتی، پوری رفتار سے لوٹ رہی ہے۔ وہ سب اتنے خوف زدہ ہیں کہ ابھی تک گولیاں چلائے جارہے ہیں، ہاربر سے آنے والی بوٹ بہت تیز رفتار ہے۔ اس کے ہیڈ لیمپ کی روشنی بھی بہت تیز ہے جو ہر لمحے قریب آتی جارہی ہے۔ اس کے باوجود وہ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ ہم نے ابھی تک اپنی ساری روشنیاں بند رکھی ہوئی ہیں۔''

موجوں پر تھرکتی ہوئی ہماری بوٹ سے کچھ فاصلے پر پانی میں ہلچل ہوئی اور لی سطح پر آگئی۔ اس نے پوری قوت سے پانی میں چند اسٹروک مارے اور بڑھ کر بوٹ کا کنارہ پکڑ لیا۔ میں نے پھرتی سے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے اوپر کھینچ لیا۔

سب سے پہلے میری نظر اس کی بیلٹ کی طرف گئی جہاں بارودی بکسوں کا نام ونشان نہیں تھا۔ ہماری بوٹ کا پائلٹ اس کی واپسی کا منتظر تھا، لی نے جیسے ہی بوٹ پر قدم رکھا، انجن کی غراہٹ تیز ہوئی اور وہ واپس روانہ ہوگئی۔

لی کے لیے پیروں میں موجود لمبے لمبے فلیپرز کی وجہ سے اپنے قدموں پر حرکت کرنا دشوار تھا۔ اس نے اوپر آتے ہی سب سے پہلے ان سے چھٹکارا حاصل کیا پھر اپنا ہیڈ گیئر الٹ دیا۔ اس کے لباس سے اس وقت پانی کی دھاریں سی بہہ رہی تھیں۔ اس نے اپنی چمکتی ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھا، اس کے ہونٹوں کے گوشے کپکپائے اور میں نے فتح مندی کے جذبات سے مغلوب ہوکر بے اختیار اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

''ماسٹر! شاید میں نے اپنی بہن کے خون کا انتقام لے لیا۔'' اس نے وفور جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں سرگوشی کی۔ ''اب ہم اس لانچ کو آزاد ایں گے۔''

ہماری بوٹ کھلے سمندر میں تیزی سے گھومی اور ہمارا توازن بگڑ گیا۔ دونوں نے ہڑبڑا کر ایک دوسرے کو تھاما، سنبھلنے کے بعد لی نے ڈائیونگ کے وزنی لباس سے جان چھڑانی شروع کردی، اس کا کام پورا ہو چکا تھا۔

چاؤفان نے اس مہم کے بارے میں اپنے آدمیوں کو پوری طرح بریف کیا ہوا تھا۔ بنکاک کے سب سے طاقت ور غنڈے کے مفادات پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے وہ منصوبہ بندی

Downloaded from https://paksociety.com

ضروری تھی۔ وہ ہاربر کی طرف سے کسی اسپیڈ بوٹ کی آمد کی اطلاع دے چکا تھا۔ اس کے پیچھے کچھ اور بوٹس بھی آسکتی تھیں۔ ذرا سی دیر کی بات تھی۔ اس کے بعد راجن کے آدمی، اس کے زرخرید سرکاری اہل کاروں کے ساتھ مل کر وائٹ ہاک پر حملہ کرنے والوں کی تلاش کی بڑی مہم شروع کر سکتے تھے۔

ہماری بوٹ سے ساحل پر رسا پھینکا گیا نہ اسے کنارے لے جانے کی کوشش کی گئی۔

پائلٹ نے بوٹ روک کر اپنی زبان میں کچھ کہا اور لی میرا ہاتھ تھام کر پنڈلیوں تک اونچے پانی میں کود گئی، میں نے اس کی تقلید کی ہم دونوں اس بوٹ پر خالی ہاتھ گئے تھے اور اسی طرح نیچے اتر آئے۔

ہمیں اتار کر بوٹ پانی میں گھومی اور بہت تیزی کے ساتھ کھاڑی سے دور ہوتی چلی گئی۔ اس کا کھاڑی میں رکنا خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔

پانی سے نکل کر خشک چٹان پر چڑھتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ فائرنگ کا شور دم توڑ چکا تھا۔ شاید وائٹ ہاک والوں کو ہوش آگیا تھا کہ وہ حملہ آوروں کے فرار ہوجانے کے بعد بلاوجہ اپنا میگزین برباد کررہے تھے۔

''مقناطیس زبردست تھے۔'' لی نے اپنی زیرآب مہم کے بارے میں پہلی بار زبان کھولی۔ ''ان کو آن کرتے ہی آہنی بکس خود بہ خود لانچ کے پیندے سے چپک گئے۔ وہ بندوبست نہ کیا گیا ہوتا تو سپاٹ آہنی چادروں پر کچھ بھی نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ وہ ترکیب کس کی تھی؟''

''سب نے کچھ نہ کچھ کیا ہے۔ یہ ہم سب کی مشترکہ کامیابی ہے۔''

اسی اثنا میں چاؤفان کی بوٹ ایک سیاہ دھبے کی طرح کھاڑی میں نمودار ہوئی اور واضح ہوتی چلی گئی۔ وہ بوٹ بھی کنارے تک نہیں آئی، چاؤفان کو پانی میں اتارا اور مڑ کر بہت تیزی سے واپس کھلے سمندر کی طرف روانہ ہوگئی۔

''سیدھے چلے آؤ۔ ہم انتظار کررہے ہیں!'' چاؤفان کو ادھر ادھر نظریں دوڑاتا ہوا دیکھ کر میں نے آواز لگائی اور وہ اپنے پائنچے اوپر کرکے اطمینان سے ہماری طرف آنے لگا۔

''گاڑی میں چلو اور یہاں سے بھاگنے کی فکر کرو۔'' اس نے چند قدم کے فاصلے سے آواز لگائی۔ ''ذرا سی دیر میں چھوٹا راجن کے آدمی ہر طرف پھیل جائیں گے۔ ان کے نمودار ہونے سے پہلے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔''

اس کی بات درست تھی۔ میں لی کا ہاتھ تھام کر، اندھیرے میں چاؤفان کی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا جو سخت چٹانوں کے پیچھے موجود تھی۔

''ریموٹ کنٹرول کہاں ہیں؟'' لی نے متجسس لہجے میں مجھ سے سوال کیا۔ ''مجھے دو، میں یہاں سے نکلنے سے پہلے وائٹ ہاک کو اڑانا چاہتی ہوں۔''

''وہ میرے پاس ہیں۔'' چاؤفان نے اس کی بات سن کر جواب دیا ''ابھی اس پر بہت سے خوف زدہ لوگ موجود ہیں۔ وائٹ ہاک کو نقصان پہنچا تو بھگدڑ میں بہت سے آدمی مارے جائیں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ ایک آدھ گھنٹے میں وہ سب نکل جائیں گے۔ وائٹ ہاک کو اڑانے کے لیے چار بجے کا وقت موزوں رہے گا۔''

''تو کیا ہم کو دوبارہ یہاں آنا ہوگا؟'' لی نے چونک کر پوچھا۔ ''تم اس پر موجود لوگوں کی فکر کیوں کررہے ہو۔ وہ سب بدمعاش، آوارہ اور راشی ہوں گے۔ تمہارا بارود اتنا طاقت ور نہیں ہے کہ اس کے پھٹنے سے وائٹ ہاک ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔ زیادہ سے زیادہ اس میں سوراخ ہوجائے گا۔ وہ دھیرے دھیرے ڈوبتی رہے گی، لوگ اس سے نکل کر بھاگتے رہیں گے۔''

لی ہوشیار عورت تھی۔ اس نے وہی کچھ کہا جو ہم لوگ پہلے سوچ چکے تھے لیکن اس وقت ہمارے لیے اس ویران کھاڑی کے قریب رکنا مناسب نہیں تھا۔ راجن کے آدمیوں کو اس سمندری علاقے میں ایسے ہر مشکوک اڈے کا علم ہونا چاہیے تھا جہاں سے خفیہ تخریبی کارروائیوں کا امکان ہوسکتا تھا۔

کچھ دیر کی بات تھی پھر سمندر کے راستے اس کے مسلح آدمی ہماری تلاش میں اس کٹاؤدار پہاڑی ساحل پر پھیل جاتے۔

''ابھی یہاں سے نکلو۔'' میں نے اسے گاڑی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا، یہ باتیں ہم گاڑی میں بھی کرسکتے ہیں۔''

ہم گاڑی میں سوار ہوئے اور چاؤفان نے اس بار ہیڈ لیمپس روشن کیے بغیر، احتیاط اور سست روی سے واپسی کا سفر شروع کردیا۔

اس کچے اور ناہموار راستے پر روشنی کے بغیر گاڑی چلانا چاؤفان ہی کا کام تھا۔ ہم کسی گہرے گڑھے یا کھڈ میں پھنسے بغیر، شدید ہچکولے کھاتے ہوئے، کچھ دیر بعد پختہ سڑک پر جا نکلے اور چاؤفان نے گاڑی سڑک پر چڑھاتے ہی ہیڈ لیمپس روشن کردیے۔

اس دوران میں میرا ذہن وائٹ ہاک والوں میں الجھا رہا۔ انہیں بھول کر بھی یہ خیال نہیں آسکا ہوگا کہ انہیں فائرنگ میں الجھا کر ان کی لانچ کی غرقابی کا بندوبست کیا جارہا ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں اس کے اس خیال سے متفق تھا کہ ہمیں ایک بار اپنا کام پورا کر کے وہاں سے لوٹنا چاہیے۔ بموں کے استعمال کا التوا کسی طرح مناسب نہیں تھا۔

وہ دونوں ایک زبردست مہم کے بعد یک جا ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو اپنی کارکردگی سے آگاہ کر رہے تھے۔

''ماسٹر! اب میرے لیے کیا حکم ہے؟'' ویران اور... خطرناک علاقے کی حدود سے نکل آنے کے بعد چاؤفان نے مجھ سے پوچھا۔

''کسی ایسے مقام کی طرف چلو جہاں سے وائٹ ہاک کو دیکھا جا سکے۔'' میں نے دھیمی اور پُرخیال آواز میں اسے ہدایت دی۔

''اوہ..... اس کا مطلب ہے کہ تم بھی مادام کے ہم خیال ہو گئے!'' وہ افسردہ لہجے میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مزید کچھ کہنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن لی کی موجودگی کی وجہ سے اس نے ادھوری بات ختم کر دی۔

''جو کام اس وقت ہو سکتا ہے اسے کل پر کیوں چھوڑا جائے، صرف دو بٹن دبانے رہ گئے ہیں لی کے دل کا ارمان بھی پورا ہو جائے گا۔''

''اس وقت یہاں ہلچل شروع ہونے والی ہے۔ ایک طرف چھوٹا راجن کے آدمی نکل آئیں گے۔ دوسری طرف سرکاری اہل کار اور پولیس والے بھی سرگرم ہو جائیں گے۔ فائرنگ کا جم کے تبادلہ ہوا تھا۔ وہ آوازیں دور دور تک سنی گئی ہوں گی۔'' چاؤفان نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

میں نے اس کی بات سنی اَن سنی کر دی۔ اس وقت ہمارے پاس کوئی مشتبہ چیز موجود نہیں تھی۔ دو ننھے سے ریموٹ کنٹرول رہ گئے تھے۔ ایک مرتبہ استعمال کے بعد وہ بھی ناکارہ ہو جاتے اور کسی ڈسٹ بن میں پھینک دیے جاتے۔

اتنی رات گئے پورٹ ایریا میں مٹرگشت کو مشتبہ تصور کر کے کوئی پولیس پارٹی ہمیں روک لیتی تو اسے ہمارے پاس سے کچھ نہیں مل سکتا تھا۔

چاؤفان نے پورٹ کے حساس اور ممنوعہ علاقے سے دور، ایسی جگہ منتخب کی جہاں سے ہم اپنی گاڑی میں بیٹھے بیٹھے وائٹ ہاک کو دیکھ سکتے تھے۔

فضا میں دھند یا کہر کا نام و نشان نہیں تھا۔ موسم بالکل صاف تھا اور پھر وائٹ ہاک پر تیز روشنیاں جل رہی تھیں۔ ہمیں وہ لانچ صاف نظر آ رہی تھی۔

فائرنگ کی زد میں آنے والی سرچ لائٹس کا کوئی متبادل بندوبست ہو جانے کے بعد اس لانچ کا عرشہ بہت روشن تھا۔ خاص بات یہ تھی کہ کئی منزلہ بوٹ کا وسطی ڈیک کھلا ہوا تھا اور اس سے بہت سے لوگ ایک موٹر بوٹ پر اترتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ مقابلہ ہونے کے بعد شاید وائٹ ہاک کے سارے پروگرام منسوخ کر دیے گئے تھے اور مطلع صاف ہوتے ہی مہمانوں کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

وائٹ ہاک کے آس پاس کئی چھوٹی کشتیاں بھی منڈلا رہی تھیں۔ ان لوگوں نے پورے زور و شور سے حملہ آوروں کی تلاش کی مہم شروع کی ہوئی تھی۔ سب کی توجہ کھلے سمندر کی طرف اور اس سمت میں مرکوز تھی جدھر چاؤفان کی اسپیڈ بوٹ فرار ہوئی تھی۔ جہاں ہم موجود تھے، وہاں دور دور تک کسی کی موجودگی کے آثار نہیں تھے۔

''وائٹ ہاک خالی ہو رہی ہے، وہاں سے لوگ بھاگ رہے ہیں۔'' اس منظر کا جائزہ لینے کے بعد لی مسرت آمیز آواز میں بولی۔

''یہ یاد رکھو کہ عیاش لوگ، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، ہمیشہ بزدل ہوتے ہیں۔ وہاں فائرنگ کا دھواں دھار تبادلہ ہوا ہے۔ صرف پٹاخے بھی چلے ہوتے تو اس وقت بھگدڑ کا یہی سماں دیکھنے میں آتا۔'' میں نے کہا۔

''لاؤ، ریموٹ کنٹرول کہاں ہیں!'' لی نے چاؤفان سے مطالبہ کیا۔

اس علاقے میں لگے ہوئے اونچے اونچے لیمپ پوسٹس کی زرد روشنی میں چاؤفان نے بے بسی سے میری طرف دیکھا اور میں نے سر ہلا کر اسے ریموٹ لی کے حوالے کرنے کی اجازت دے دی۔

چاؤفان نے بادل ناخواستہ اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے ایک نرم چرمی پاؤچ نکالا اور اس میں سے سیاہ پلاسٹک کی دو ڈبیاں نکال کر لی کی طرف بڑھا دیں۔ ''ذرا احتیاط سے.....'' اس نے لی کو ہدایت کی ''سرخ بٹن دبتے ہی بم چل جائے گا۔ یہ دونوں بموں کے الگ الگ ریموٹ ہیں۔''

لی کے چہرے پر کسی ایسے بچے کی سی مسرت آمیز سرخی آ گئی جسے غیر متوقع طور پر اپنا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

''ایک تم چلاؤ گے!'' لی نے ایک ڈبیا میری طرف بڑھا دی۔ اپنے سائز کے اعتبار سے وہ کافی وزنی تھی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ اس میں ٹھوس لوہا بھرا ہوا ہے۔

وائٹ ہاک والے اپنی بدقسمتی سے بے خبری کے عالم

Downloaded from https://paksociety.com

میں اس بحری کیسینو پر آئے ہوئے مہمانوں کے انخلا میں مصروف تھے۔ ان میں سے بعض مرد اور عورتیں نشے میں اس قدر دھت تھیں کہ وسطی عرشے کے کھلے ہوئے چوبی ریمپ پر دو دو آدمی انہیں سہارا دے کر چھوٹی موٹر بوٹ پر اتار رہے تھے۔

لی نے اپنی ڈیبا داہنے ہاتھ میں تھام کر انگوٹھا اس کے سرخ بٹن پر رکھ دیا۔ میں نے اس سے ملنے والی دوسری ڈیبا خاموشی سے چاؤفان کو تھمادی۔

''ایک ..... دو ..... تین!'' لی نے آخری ہندسہ ادا کرتے ہی بٹن دبا دیا۔

ایک خوفناک دھماکے سے فضا لرز اٹھی۔ دھماکا زیرآب ہوا تھا اس لیے آواز ذرا دب گئی تھی لیکن اس لانچ کے پیندے میں ہونے والے بارودی دھماکے کی قوت کا اندازہ اس جھٹکے سے ہوا تھا جو وائٹ ہاک کو لگا تھا۔

یوں محسوس ہوا جیسے خلیج سیام کی تہ میں چھپی ہوئی کسی سمندری بلا نے وائٹ ہاک کو اچانک اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اچھال کر دوبارہ سطح سمندر پر رکھ دیا ہو۔ دھماکے سے دیو پیکر لانچ بری طرح ہل کر رہ گئی۔ کھلے ہوئے ریمپ پر اترنے والے کئی لوگ اچھل کر سمندر میں جا گرے۔ دھماکا ہوتے ہی فضا انسانی چیخ وپکار سے لرز اٹھی۔

لی کے لیے وہ صرف ایک دھماکا تھا لیکن ہم نے اس واردات کے لیے پوری منصوبہ بندی کی ہوئی تھی۔ ڈان کی ہدایت کے عین مطابق چاؤفان نے کافی طاقت ور بموں کا بندوبست کیا تھا تاکہ وائٹ ہاک کے دہرے فولادی پیندے میں آر پار اتنا بڑا سوراخ ہو سکے کہ کسی کے لیے ہنگامی طور پر اسے بند کرنا ممکن نہ رہے۔ ایسے سوراخ کر کے ہی وائٹ ہاک اور راجن کے غرور کی غرقابی کو ممکن بنایا جا سکتا تھا۔

اچھل کر دوبارہ سطح سمندر پر ٹکنے کے بعد وائٹ ہاک ساکت نہ رہ سکی۔ بم کے دھماکے سے پھٹنے والی فولادی چادروں میں سے سمندری پانی کا ریلا اس کی تہ میں بھرنا شروع ہو گیا تھا اور نہایت غیر محسوس انداز میں' دھیرے دھیرے وائٹ ہاک کا رخ بدلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ پھٹنے والے بم کی کارکردگی میری توقع سے بڑھ کر رہی تھی۔

''تم کس کا انتظار کر رہے ہو!'' میں نے چاؤفان سے کہا ''لی کی تقلید کرو۔ اب انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔''

چاؤفان نے اپنا ہاتھ سیدھا کیا اور دوسری ڈیبا کا بٹن بھی دبا دیا۔

لانچ اس بار زیادہ بری طرح لرز کر رہ گئی۔ اس پر قیامت برپا ہو چکی تھی۔ چیخ وپکار کے درمیان کئی دہشت زدہ افراد نے وائٹ ہاک کی مختلف منزلوں سے سمندر میں چھلانگیں لگا دی تھیں۔

جب وفا بے قدر ہوئی اور ایثار رائیگاں گیا

"دیوی"

ایثار کا پیکر اور وفا کی دیوی ایک مجبور و مقہور دوشیزہ کی داستان،
ایک نازک اندام لڑکی کے حوصلوں اور ارادوں کا جگر پاش قصہ
جس کا عزم آہنی اور چتون چنچل تھی۔

طاہر جاوید مغل کے سحر انگیز قلم سے ایک لازوال کتھا

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ کے ماہ نومبر 2005 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

پے در پے ہونے والے دو دھماکوں نے سب کے حواس مختل کر دیے تھے۔ بیشتر لوگوں کو شاید خوف لاحق ہو گیا تھا کہ وہ دھماکوں کا کوئی نہ رکنے والا تسلسل تھا۔ قدرے وقفے کے بعد تیسرا اور چوتھا دھماکا بھی ہو سکتا تھا۔ وائٹ ہاک کے مختلف حصوں سے لوگوں کی ایک یلغار ریمپ پر آنے کے لیے دھکم پیل کر رہی تھی۔

''لرزہ خیز منظر ہے!'' چاؤفان کی متاسفانہ آواز ابھری ''اس افراتفری میں بہت سے لوگ ناگہانی مارے جائیں گے۔ ہم کچھ دیر انتظار کر لیتے تو اس جانی نقصان سے بچا جا سکتا تھا۔''

''مرنے والوں کی موت اسی طرح لکھ دی گئی تھی۔'' میں نے وائٹ ہاک پر نظر آنے والے عبرت آمیز منظر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا ''یہ یاد رکھو کہ جس کی موت آ گئی ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی' جس کی زندگی باقی ہے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ یہ ایک کائناتی اصول ہے' اس سے انحراف ممکن نہیں۔''

''تمہارے لائے ہوئے بم بہت طاقت ور تھے۔'' لی نے دبی دبی آواز میں کہا ''جاسوسی کے آلات کو تباہ کرنے کے لیے ایسے تباہ کن بموں کی ضرورت نہیں تھی۔''

''کیا تم اس تباہی سے ناخوش ہو؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''راجن کی روسیاہی کے خیال سے خوشی ہو رہی ہے مگر اس بات کا افسوس ہے کہ اس بھگدڑ میں بہت سے بے گناہ بھی کچل کر یا سمندر میں گر کر مارے جائیں گے۔'' اس نے اداس لہجے میں جواب دیا۔

''شراب کے نشے میں بدمست ہو کر' بھیڑیوں کی طرح پرائی عورتوں کی گھات لگانے والوں کو تم بے گناہ سمجھ رہی ہو تو میں تمہاری ذہنی حالت پر رحم کھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ یہاں وہی سب ہو رہا تھا جو موتی محل کے کسی بند کمرے میں تمہاری بہن کے ساتھ ہوا تھا۔ فرق یہ ہے کہ وہاں صرف جبر تھا' یہاں گھناؤنے کھیل ہر فریق کی رضامندی سے کھیلے جاتے ہیں۔''

''ماسٹر! وائٹ ہاک نے گھومنا شروع کر دیا ہے۔'' چاؤفان نے پُرجوش آواز میں کہا ''میں شرط لگا سکتا ہوں کہ صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے یہ غرق ہو چکی ہو گی۔''

''ہمارا کام ہو چکا ہے' انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔'' لی بولی ''ہمیں لوٹ جانا چاہیے۔ اس بربادی کے بعد ہمارا زیادہ دیر تک یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔''

چاؤفان نے لی کے ہاتھ سے ریموٹ لے لیا اور اسے پوری قوت سے سمندر کی طرف پھینک دیا۔ وزنی ڈبیا ایک چھپاکے کے ساتھ ڈوبتی چلی گئی۔ اس نے کسی توقف کے بغیر دوسری ڈبیا کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا اور ہم تینوں گاڑی کی طرف ہو لیے۔

''خس کم جہاں پاک!'' چاؤفان بڑبڑایا ''اب دیکھتے ہیں کہ چھوٹا راجن کیا کرتا ہے۔''

جواب میں کسی نے کچھ نہیں کہا۔ ہم تینوں چاؤفان کی گاڑی میں سوار ہوئے۔ معمول کے مطابق وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان تھا۔

بندرگاہ کے علاقے سے باہر نکلنے تک گاڑی میں خاموشی چھائی رہی۔ شہر جانے والے راستے پر آنے کے بعد لی نے مجھے مخاطب کر کے سکوت توڑ دیا ''میں نے تم کو راجن سے اپنی نفرت کا سبب بتا دیا لیکن تم نے ابھی تک اس سے اپنی دشمنی کی وجہ نہیں بتائی۔''

''چاؤفان اس کے خون کا پیاسا ہے۔'' میں نے سرسری لہجے میں کہا ''اس کا خیال ہے کہ راجن یہاں بدمعاشی کر کے اس کی حق تلفی کر رہا ہے۔''

''یہ بات تم بھی جانتی ہو کہ وہ بہت تیزی سے ہمارے معاشرے کو تباہ کر رہا ہے۔'' چاؤفان نے درمیان میں لقمہ دیا۔

''اس کے آنے سے پہلے ہم کون سا پارسا تھے۔ دنیا جانتی ہے کہ ہمارا ملک قحبہ گری کے ذریعے سب سے زیادہ زرمبادلہ کماتا ہے۔'' لی کا جواب خاصا تلخ تھا۔

''میں مانتا ہوں کہ برائیاں پہلے بھی تھیں۔ چھوٹا راجن نے انہیں منظم کر کے تیزی سے فروغ دیا ہے۔ اس کا یہ جرم ناقابلِ معافی ہے۔'' چاؤفان بولا۔

''یہ بیکار باتیں ہیں۔ اصل بات ماسٹر نے کہی ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ راجن تمہاری حق تلفی کر رہا ہے۔ بردہ فروشی اور سیکس مافیا پر تمہارا راج ہونا چاہیے۔ اس نے باہر سے آ کر تمہارے منہ کی روٹی چھین لی ہے۔''

شاید چاؤفان کے لیے لی کی وہ الزام تراشی قابلِ قبول نہ ہوتی۔ میں نے اس کی ران دبا کر اسے خاموش کر دیا اور بے پروایانہ انداز میں لی سے کہا ''یہ فطری بات ہے۔ یہاں کی اچھائیوں اور برائیوں پر مقامیوں کا حق ہے۔ کوئی بھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ باہر سے آنے والے لوگ آمدنی کے ذرائع پر قبضہ کر لیں۔ جائز کاروبار کے مقابلے میں کالے دھندوں میں اندھی آمدنی ہوتی ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

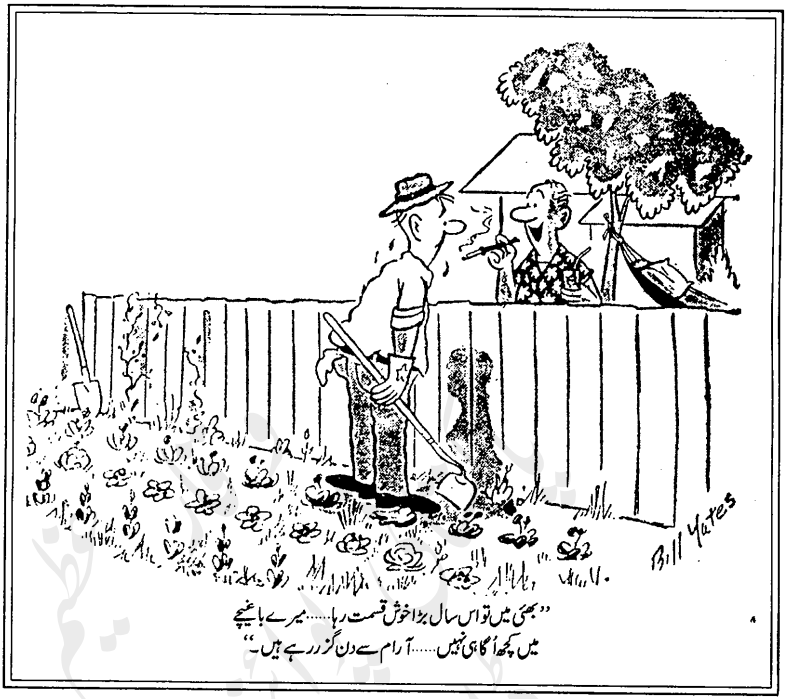

"بھئی میں تو اس سال بڑا خوش قسمت رہا..... میرے باغیچے
میں کچھ اُگا ہی نہیں..... آرام سے دن گزر رہے ہیں۔"

لی خاموش رہی۔ ہمارا واپسی کا سفر تیزی سے طے ہو رہا تھا۔

راجن کے خلاف ہمارا وہ منصوبہ بہت کامیاب اور بے داغ رہا تھا۔ دور دور تک یہ امکان نظر نہیں آ رہا تھا کہ راجن کے آدمی کسی بھی طرح لی سیاؤ پونگ تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکیں گے پھر بھی میں اس کی طرف سے محتاط رہنا چاہ رہا تھا۔

سفر کے آغاز میں چاؤ فان نے مجھے ہوٹل کے قریب سے لیا تھا۔ واپسی پر میں وہیں اترتا تو لی اندازہ لگا لیتی کہ میں ہلٹن ہوٹل میں رہ رہا تھا۔ میں راستے میں اترنے کی فرمائش کرتا تو چاؤ فان اس پر ہرگز آمادہ نہ ہوتا بلکہ بحث شروع کر دیتا۔ بحث کے نتیجے میں یہ بات کھل جاتی کہ میں ہلٹن ہوٹل میں مقیم تھا۔

اس مسئلے پر چند ثانیوں تک غور کرنے کے بعد میں نے اس کا حل نکال لیا اور چاؤ فان سے کہا "اتنی رات گئے تمہارے شہر کی سیر کا مزہ کچھ اور ہے۔ پہلے لی کو اس کے گھر پر اتار دو۔ ہم کچھ دیر تک شہر میں آوارہ گردی کریں گے۔"

چاؤ فان کے لیے شہر کی کھلی اور ویران سڑکوں پر گاڑی بھگانا کسی عیاشی سے کم نہیں تھا۔ وہ میری تجویز پر خوش ہو گیا۔

"ماسٹر! آج شام تم چائے پر آ رہے ہو نا؟" وہ معاملہ طے ہو جانے پر لی نے مجھ سے پوچھا۔

"کوشش کروں گا۔" میں نے ٹالنے والے انداز میں مبہم سا جواب دیا۔

"تمہیں شک تھا اور میں کامیابی کے بارے میں پُر یقین تھی۔" وہ بولی "سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق ہوا ہے۔ اب تمہیں اپنے وعدے کے مطابق میرے پاس آنا ہوگا۔"

"آ جاؤں گا۔" میں نے حجت سے بچنے کے لیے اقرار کر لیا۔ اس وقت میرا ذہن راجن کی طرف بھٹک گیا تھا۔ میں نے شام کو اکبر کے روپ میں اسے یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ اس کے دشمن اسے کوئی بھاری نقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ راجن نے میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ میرا خیال تھا کہ وائٹ ہاک کی بربادی کا علم ہوتے ہی اسے میرا خیال آئے گا اور وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے بے چین ہو جائے گا۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس مرحلے کے لیے مجھے ہر لمحے ذہنی طور پر تیار رہنا تھا۔

لی کی رہایش بنکاک کے ایک مہنگے اور صاف ستھرے رہایشی علاقے میں تھی۔ اس بڑے مکان کے پھاٹک پر پستہ قامت تھائی دربان اپنی مالکن کی واپسی کا منتظر تھا۔ باہر گاڑی کی آواز سنتے ہی اس نے خوب صورت چوبی پھاٹک کھولا لیکن لی نے گاڑی باہر ہی رکوالی۔

''شام کو میں تمہاری منتظر رہوں گی۔'' اس نے گاڑی سے اترتے ہوئے ایک ادا کے ساتھ کہا ''اپنا وعدہ یاد رکھنا۔''

ہماری طرف ہاتھ لہرا کر وہ مڑی اور کھلے ہوئے پھاٹک کی طرف چل دی۔

''ماسٹر! عورت بہت زور دار ہے۔'' چاؤ فان نے ندیدے انداز میں سرگوشی کی ''یہ تم پر مہربان بھی ہے' ملو گے تو زندگی کا مزہ آجائے گا۔''

''کیا تمہارے دماغ میں ہر وقت یہی گھٹیا باتیں گھسی رہتی ہیں؟'' میں نے خفا ہو کر کہا۔

''ماسٹر! میں تمہارے سامنے اپنا دل کھول کے رکھ دیتا ہوں۔ تم اندر ہی اندر گھٹتے رہتے ہو۔'' اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے شکوہ کیا ''تم جب بھی اس کی طرف دیکھ رہے تھے' تمہاری آنکھوں میں اس کے لیے پسندیدگی ناچ رہی تھی۔''

''پسند آنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ عورت کو تل کر کھالیا جائے۔'' میں نے چیخ کر جواب دیا ''اس نے ہمارے لیے بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے۔ کیا اس کا کام اس قابل نہیں تھا کہ اسے سراہا جائے؟ تم ہر بات کا غلط مفہوم کیوں لیتے ہو؟''

''یہ میرے مقدر کی خرابی ہے کہ میں جو بات تمہیں خوش کرنے کے لیے کہتا ہوں' تم اس پر بھی ناراض ہو جاتے ہو۔'' اس نے افسردگی سے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا ''مادام ہمارے شہر کی جان ہے۔ خدمت کے پیسے لیتی ہے پھر بھی اس کی خلوت میں پہنچ جانے والے اپنی قسمت پر رشک کرتے ہیں۔ تم ناراض ہو رہے ہو۔''

''تم نے آج کے پروگرام کے بارے میں ڈان کو کچھ بتایا تھا؟'' میں اسے لگام نہیں دے سکتا تھا' میں نے اچانک موضوع بدل دیا۔

''تم نے ہی کہا تھا کہ اسے ہر بات کی خبر دینے کی ضرورت نہیں۔ وہ کوششوں کے بجائے نتائج پر نگاہ رکھنے کا عادی ہے!''

''کہا ہوگا۔'' میں نے بے پروائی سے جواب دیا ''اب نتیجہ برآمد ہو چکا ہے۔ ڈان کو وائٹ ہاک کی تباہی کا شدت سے انتظار تھا۔''

''چار بج چکے ہیں۔'' اس نے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے مایوسی سے کہا ''وہ سیلرز بار بند کر کے سو چکا ہوگا۔ صبح اسے اطلاع دے دوں گا۔''

''اس سے پہلے اسے کسی نہ کسی ذریعے سے خبر مل جائے گی۔ وائٹ ہاک کی تباہی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ اسے نیند سے اٹھا کر بھی خبر دی جاسکتی ہے۔''

''ماسٹر! کیوں مجھے مروانے پر تلے ہوئے ہو۔ وہ مجھ سے ویسے ہی سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ میں نے اسے گہری نیند سے اٹھایا تو وہ کاٹ کھانے کو دوڑے گا۔ یہ کام تم کرلو تو میری سات پشتیں تمہاری احسان مند رہیں گی۔''

''تمہارا دم نکل رہا ہے تو یہ کام بھی میں خود کرلوں گا۔'' میں نے بیزاری سے کہا ''اب تم مجھے جلدی سے میرے ہوٹل پہنچا دو۔''

''ہائیں..... تو کیا تم شہر کی سیر نہیں کرو گے؟'' اس نے بے ساختہ حیرت سے پوچھا۔

''وہ بہانہ تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے میری قیام گاہ کا اندازہ ہو سکے۔''

''ماسٹر! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم نے اس کا گھر دیکھنے کے لیے یہ چکر چلایا ہو۔'' وہ شوخی سے بولا ''میری یہ بات کہیں لکھ لو کہ یہ شہر تمہارے لیے اب بھی اجنبی ہے۔ اپنے اس خادم کی مدد کے بغیر تم دوبارہ مادام کے گھر نہیں پہنچ سکو گے!''

''خاموش رہ کر گاڑی چلاؤ۔'' میں نے جھلا کر کہا ''اب کوئی فضول بات کی تو میں یہیں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گا۔''

میری دھمکی کارگر رہی۔ اس نے خاموشی اختیار کرلی۔

☆☆☆

مشن بہت مشکل تھا۔ غزالہ ہماری دشواریوں سے بہ خوبی واقف تھی۔ وہ بہت زیادہ فکرمندی اور تشویش کے ساتھ میری واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

میرے پاس اسے بتانے کے لیے بہت کچھ تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اسی وقت فون کر کے جلال یا اوّل خان کو اپنی زبردست کامیابی کی اطلاع دوں مگر میں نے وہ خیال ذہن سے جھٹک دیا۔

ہم بنکاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمیں اپنے کھیل میں وائٹ ہاک کی اہمیت کا پورا پورا اندازہ تھا۔ جلال یا اول خان

Downloaded from https://paksociety.com

کو کسی بھی طرح اس لانچ کی تباہی کی اہمیت کا ادراک نہیں ہوسکتا تھا۔ میں نے اپنی خوشی کا غبار غزالہ کے سامنے نکال لیا۔ میں لی کے کام اور کردار سے واقعی بہت متاثر ہوا تھا۔ جب میں نے مناسب الفاظ میں غزالہ کو اس کے حوصلے اور کارکردگی سے آگاہ کیا تو وہ بھی اسے داد دیے بغیر نہ رہ سکی۔ معاملہ بنکاک کی ایک خوب رو عورت کا تھا۔ غزالہ نے اپنی زبان سے اس کی تعریف ضرور کی لیکن اس کی نگاہوں میں شکوک وشبہات کی خاموش پرچھائیاں ناچ رہی تھیں۔

اسے بریفنگ دینے کے بعد میں نے اپنے مقامی موبائل فون پر ڈان کا نمبر ملایا۔

تیسری گھنٹی پر ڈان کی نیند میں ڈوبی ہوئی، غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنی زبان میں تیزی سے کچھ کہا جو میرے لیے ناقابل فہم تھا مگر اس کے لب ولہجے سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ بھلے الفاظ نہیں تھے۔ نیند سے اٹھائے جانے پر اس کا موڈ بہت بگڑا ہوا تھا۔ میری جگہ چاؤفان ہوتا تو اپنی زبان دانی کی وجہ سے تھائی زبان میں کہے گئے ان الفاظ کو اپنے مقدر کی خرابی کے سوا کوئی اور نام نہ دیتا۔

''ڈان! میں علی بول رہا ہوں۔'' میں نے نرمی سے اسے بتایا۔

''اوہ.....اتنے سویرے تمہیں فون کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟'' ڈان کے لہجے کی ناگواری میرا نام سنتے ہی کافور ہوگئی۔

''بڑی خبر ہے۔ وائٹ ہاک دھیرے دھیرے سمندر میں ڈوب رہی ہے۔''

''یہ خبر سنانے کے لیے تم مجھے قبر سے بھی اٹھا سکتے تھے۔'' اس کی آواز سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی ''تم میرے بچے، میرے دست راست ہو۔ اب وہ فنا ہوجائے گا۔'' اپنے مزاج کے مطابق اس نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کام کیسے ہوا تھا؟

''بہت سے بھگوڑے سمندر میں گرے ہیں۔ مرنے والوں کی تعداد صبح معلوم ہوسکے گی۔ لانچ میں تیزی سے پانی بھرتا جارہا ہے، اس پر سے لوگ افراتفری میں بھاگ رہے تھے۔''

''تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے بتادیا۔ میں ابھی وہاں جاتا ہوں۔ ساحل سے اس کے ڈوبنے کا منظر دیکھ کر مجھے بے انداز خوشی ہوگی۔ لوگ مرے ہیں تو مجھے ان کی پروا نہیں۔ میں بے گناہوں کا خون اپنے سر لینے سے گھبراتا ہوں۔ وہاں آنے والے سب گناہ گار ہوتے ہیں۔''

''تم کو خبر دینے کے بعد میرا کام پورا ہوگیا ہے۔ میں ابھی ابھی وہاں سے لوٹا ہوں۔ اب سونے کی تیاری کروں گا۔''

''آرام کرو۔ تم نے یہاں آکر بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ تم نے چھوٹا راجن کا گھمنڈ خاک میں ملادیا۔ وہ پے در پے مار کھا رہا ہے۔ اب اس کے آدمی اس کا ساتھ چھوڑنا شروع کردیں گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آنے والے دنوں میں وہ کسی خارش زدہ کتے کی طرح اکیلا رہ جائے گا۔ اس کا سایہ تک اس کا ساتھ چھوڑ دے گا۔''

میں نے فون بند کردیا۔ لمحے بھر بعد اس کی گھنٹی بجنے لگی۔ غزالہ نے تحیر زدہ اور استفسار طلب نظروں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے اپنے موبائل فون کی اسکرین پر نظر ڈالی اور میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آگئی۔

نمبر میرے لیے اجنبی تھا مگر مجھے اندازہ تھا کہ وہ کال راجن کی ہوگی۔

میں نے بٹن دبا کر فون کان سے لگایا اور غنودہ سی آواز میں ہیلو کہا۔

''کون بول رہا ہے؟'' میں نے راجن کی مشتعل آواز پہچان لی۔

''ابے تو کون ہے جو اتنی رات کو میری نیند خراب کررہا ہے؟'' میں نے بھڑک کر غصیلی آواز میں کہا۔ اس نے اپنا نام نہ بتا کر مجھے بدکلامی کا سنہرا موقع فراہم کردیا تھا۔

''میں راجن بول رہا ہوں۔'' اس نے زبردست تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے انکشاف کیا ''مجھے اکبر سے بات کرنی ہے۔''

''او.....استاد! میں اکبر ہی بول رہا ہوں۔'' میں نے بوکھلانے کی صداکاری کرتے ہوئے جواب دیا ''معاف کرنا میں تمہاری آواز نہیں پہچان سکا تھا۔''

''میں پچھلے پانچ منٹ سے بار بار تمہارا نمبر ملا رہا ہوں۔ تمہارا فون انگیج کیوں تھا؟'' میرا اعتراف سنتے ہی اس کی آواز تحکم آمیز ہوگئی۔

''فون خالی تھا استاد! لائنیں مصروف ہوں گی۔'' میں نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

اس نے موبائل فون والوں کو ایک گندی گالی دے کر کہا ''جب ضرورت ہو تو یہی گڑبڑ ہوتی ہے، میں اسی وقت تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''استاد! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اب تم سے میری جان نکلتی ہے۔ تمہارے آدمیوں سے ایک بار پٹنے کے بعد میں

Downloaded from https://paksociety.com

کوئی خطرہ مول نہیں لوں گا۔''

''میں کہہ چکا ہوں کہ اس واقعے کو بھول جاؤ۔'' اس کی جھلائی ہوئی آواز آئی ''تمہارے ساتھ دوبارہ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔''

''استاد! میرے جبڑے دکھ رہے ہیں۔ آنکھ سوجی ہوئی ہے، جوڑ جوڑ ہلا ہوا ہے۔ میں چار چوٹ کی اس مار کو کیسے بھول سکتا ہوں۔'' میں نے گھگیائی ہوئی خوشامدانہ آواز میں کہا۔

''موتی محل آجاؤ۔ میں تمہاری مرہم پٹی کراؤں گا، میرا بہترین ڈاکٹر تمہیں دوائیں دے گا۔ میں تمہیں خرچے کی رقم بھی دوں گا۔ اس وقت مجھے تمہاری ضرورت ہے۔''

اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ میرے انکار پر وہ اندر ہی اندر بل کھا رہا تھا، غصے سے پھنک رہا تھا مگر اپنی مصلحت کی وجہ سے اس کے اظہار سے قاصر تھا۔ دل ہی دل میں وہ ان لمحوں کو کوس رہا ہوگا جب اس نے اپنے آدمیوں کو میرے اور اسد کے پیچھے لگایا تھا۔ مار اس کے آدمیوں نے کھائی تھی، فریاد میں کر رہا تھا۔

''ضرورت ہے تو فون پر ہی مجھے کام بتادو۔ میں تمہارا خادم ہوں، کام کردوں گا۔ مجھے اپنے پاس آنے پر مجبور نہ کرو۔ بار بار انکار کرتے ہوئے مجھے دکھ ہو رہا ہے۔''

لائن پر چند ثانیوں کے لیے سکوت چھا گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ دل ہی دل میں مجھے مغلظات بک رہا ہوگا۔

''شام کو تم نے مجھے فون کیا تھا؟'' اس نے سرد اور تائید طلب لہجے میں کہا۔

''کیا تھا۔'' میں نے اقرار کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی ''مجھے جو کچھ پتا چلا تھا، وہ میں نے بتادیا تھا۔ تمہیں ان باتوں کی کوئی پروا نہیں تھی۔''

''وہ خبر تمہیں کہاں سے ملی تھی؟'' اس نے درشت آواز میں پوچھا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ میں ڈینی کی کھوج میں لگا ہوا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں اس کے آدمیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ کسی وقت وہ بھی میری نظروں میں آجائے گا۔ میں نے اس کے آدمیوں کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے سنا تھا۔''

''وہ تم سے کہاں ٹکرا گئے؟'' اس کی آواز سے غصہ اور اضطراب جھلک رہا تھا۔

''استاد! اس وقت تم نے میری خبر کو ذرا سی بھی اہمیت نہیں دی۔'' میں نے اس کے صبر سے کھیلتے ہوئے کہا ''اب صبح کے پانچ بجنے والے ہیں۔ اس وقت تمہیں وہ قصہ کیوں یاد آرہا ہے.....؟ سب خیریت تو ہے نا؟''

''خیریت نہیں رہی اسی لیے میں تمہیں بلا رہا ہوں۔'' اس کی غضب ناک غراہٹ ابھری ''ڈینی کی موت آئی ہے جو وہ میرے منہ لگ رہا ہے۔ آج اس کے کتے نے میری وائٹ ہاک پر حملہ کیا ہے۔ اب میں اسے فنا کردوں گا۔''

''یہ وائٹ ہاک کیا ہے استاد!'' میں نے انجان بن کر معصومیت سے پوچھا۔

''تم جاہل اور بے خبر آدمی ہو!'' میری لاعلمی پر اسے غصہ آگیا ''یہ میری شان دار لانچ کا نام ہے۔ اس پر تیرتا ہوا ہوٹل، کلب اور کیسینو ہے۔ باہر سے آنے والے اسے بنکاک کا عجوبہ سمجھ کر اس پر جاتے ہیں۔ ڈینی نے میرے اس شاہ کار کو تباہ کردیا۔''

''اوہ..... یہ بہت برا ہوا۔ کیا لانچ ڈوب گئی؟'' میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

''تمہارے منہ میں خاک۔'' راجن بلبلا کر غرایا ''ڈینی نے ریموٹ کنٹرولڈ بموں سے وائٹ ہاک کا پیندا اڑایا ہے، اس میں پانی بھر رہا ہے مگر میرے آدمی اسے بچانے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ وہ نہیں ڈوبے گی، میں اسے نہیں ڈوبنے دوں گا۔''

''ڈینی کے آدمی شاید اسی کو برباد کرنے کی بات کر رہے ہوں گے۔'' میں نے افسوس کے ساتھ قیاس آرائی کی ''میں نے ان کی باتیں سنتے ہی تمہیں خبر پہنچادی تھی۔ اگر تم نے میری باتوں پر کان دھرا ہوتا تو شاید یہ بربادی نہ آتی۔''

''لانچ پر نوکروں اور مسلح آدمیوں کی فوج پل رہی ہے۔ سب حرام کی کھا رہے ہیں۔ وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھتے تو وہاں چڑیا کا بچہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ کیسا اندھیر ہے کہ ڈینی کے آدمی آئے اور میری وائٹ ہاک کے نیچے دو بم لگا کر چلے گئے، کسی کو کانوں کان پتا بھی نہیں چلا۔''

''استاد! برا وقت آتا ہے تو اسی طرح سب کی آنکھوں اور عقلوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔''

''زبان بند رکھو۔'' میرے تبصرے پر وہ بھڑک گیا۔ ''مجھے سبق پڑھانے کی کوشش مت کرو۔ میں نے یہاں اپنی سلطنت بنائی ہے تو میں اسے بچانا بھی جانتا ہوں۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے ڈینی کے آدمیوں کو کہاں دیکھا تھا؟''

راجن کا وہ مطالبہ بہت سنگین تھا۔ اس سوال کو میں ادھر ادھر کی باتوں میں نہیں ٹال سکتا تھا۔ اس کی نظروں میں

Downloaded from https://paksociety.com

اپنا اعتماد برقرار رکھنے کے لیے مجھے کسی نہ کسی ٹھکانے کی نشان دہی کرنا تھی۔

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کرنے لگا۔ راجن کو چکما دیتے ہوئے میں نے اپنی کہانی کے اس پہلو کو نظر انداز کر دیا تھا۔ ٹھکانے کا سراغ لگا کر وہ یقینی طور پر وہاں کوئی جوابی کارروائی کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اگلے دن وہاں کا گھیراؤ کر کے ڈینی کے فرضی آدمیوں پر ہاتھ ڈالنے کی منصوبہ بندی کیے بیٹھا ہو۔

معاً میرے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔ بنکاک میں بھارتیوں اور خاص طور پر سکھوں کی خاصی تعداد نظر آتی تھی۔ وہ چھوٹے اور درمیانے درجے کے ہر کاروبار پر بڑی حد تک چھائے ہوئے تھے۔ بھارتی ہمارے خیر خواہ نہیں تھے۔ کوئی آفت آنا تھی تو اس کا رخ ان کی طرف موڑ دینے میں بہتری تھی۔

''وہ پیٹ پونگ کے ایک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے۔'' میں نے قدرے توقف کے بعد کہا۔

''ہوٹل کا نام کیا تھا؟'' اس کی آواز میں سفاکی رینگ آئی۔

''نام میں نے نہیں دیکھا، وہ کسی سردار جی کا ہوٹل تھا۔ میں ایک پیالی چائے پینے کے لیے اتفاقاً وہاں چلا گیا۔ ان لوگوں کی خطرناک باتیں میرے کان میں پڑیں تو میں وہیں ٹک گیا۔''

''وہ حرام زادے کیا باتیں کر رہے تھے؟'' وہ ایک ہی سانس میں سب کچھ جان لینے کے لیے بے چین تھا۔ میں رک رک کر اسے اس کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔ اس تشنگی سے اس کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا۔

''خطرناک باتیں تھیں۔ ایک کہہ رہا تھا کہ ہمارے سب کام منصوبے کے مطابق ہوتے چلے گئے تو راجن کو چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا، اس کی ناؤ ڈوب جائے گی۔''

''ہائیں..... انہوں نے میری ناؤ ڈوبنے کا ذکر کیا تھا.....؟ تم نے شام کو یہ بات مجھے نہیں بتائی تھی۔''

''شام کو تم میری بات سننے پر آمادہ نہیں تھے۔ تمہیں اپنی طاقت اور آدمیوں کی فوج پر ناز تھا۔ ویسے بھی ناؤ ڈوبنا محاورہ ہے۔ اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمہاری کوئی قیمتی لانچ بھی ہے۔ بات آگے بڑھتی تو شاید میں ناؤ کا ذکر بھی کر دیتا۔''

''وہ سازشی کتے تھے۔ اشاروں کنایوں میں وائٹ ہاک کا ذکر کر رہے تھے۔ میں ان سب کو فنا کر دوں گا..... تم نے انہیں اچھی طرح دیکھ تو لیا ہوگا؟''

''ان چاروں کی صورتیں میرے دماغ میں نقش ہیں۔ اس وقت وہ ہوٹل سے نکل کر ایک ٹیکسی میں چلے گئے۔ اب ان میں سے کوئی بھی نظر آیا تو میں اس کا پیچھا کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح میں ڈینی تک پہنچ جاؤں گا۔''

''تمہیں اندازہ نہیں کہ بے خبری میں تم نے کتنی بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ ان چاروں کو تلاش کر کے گھیرنا ضروری ہے۔ تم اکیلے رہ کر یہ کام نہیں کر سکتے۔ میرے آدمیوں کے ساتھ تم چند دنوں میں کامیابی حاصل کر لو گے۔ اپنی ضد چھوڑ دو۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ موتی محل آ جاؤ، یقین رکھو کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

''مجھے تھوڑا سا وقت اور دے دو۔'' میں نے اس سے التجا کی ''میری چوٹوں کی کسک کم ہوگی تو شاید میرے دل سے تمہارا خوف دور ہو جائے۔ ابھی میں تم سے نہیں مل سکتا۔''

فون پر اس کے ایک گہرے سانس کی آواز آئی پھر اس نے کہا ''ٹھیک ہے، میں مل بیٹھنے کا فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں۔ فی الحال تم اپنے طور پر ڈینی اور اس کے چاروں ساتھیوں کو ڈھونڈتے رہو۔ ان میں سے کوئی بھی نظر آ جائے تو فون پر مجھے فوراً خبر دے دینا۔ وہ سب بہت چالاک ہیں۔ تمہاری کسی غلطی کی وجہ سے وہ ہوشیار ہو گئے تو ہم ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔''

''یہ بات منظور ہے، تمہارے آدمی اپنے شکار کو سنبھال لیں گے۔ میں خاموشی سے الگ ہو جاؤں گا۔ اس وقت تک تمہارے بارے میں میری رائے بدل گئی تو میں تمہارے آدمیوں کے ساتھ مل کر کام کرنا شروع کر دوں گا۔''

''ویری گڈ! اتنی دیر میں تم نے پہلی بار ایک معقول بات کہی ہے۔ میں تمہاری رائے میں تبدیلی کے لیے دعا کرتا رہوں گا۔''

اس نے فون بند کر دیا اور میں نے مسکرا کر غزالہ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

''میرا چہرہ کیوں تک رہے ہو..... یہاں کیا لکھا ہوا ہے؟'' اس نے خفت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ احتجاج کیا۔

''تمہارے مستقبل پر غور کر رہا ہوں۔ آثار بتا رہے ہیں کہ اب واقعات میں تیزی آنے والی ہے۔ میرے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو جائے تو پہلی پرواز سے پاکستان واپس لوٹ جانا۔ تمہارا یہاں تنہا رہنا مناسب نہیں ہوگا۔''

''کیسی گڑبڑ کا اندیشہ ہے آپ کو؟'' اس نے ہراساں ہو کر پوچھا۔

''کچھ بھی ہو سکتا ہے۔'' میں نے مسکرا کے جواب

Downloaded from https://paksociety.com

دیا ''ایک بات ذہن میں آئی اور میں نے تمہارے گوش گزار کردی۔ اسے پلے سے باندھ لینا۔''

''حالات نازک ہوں تو آدمی کے ذہن میں وسوسے پلنے لگتے ہیں۔ آپ ان باتوں کو اپنے ذہن سے نکال دیں۔ اللہ نے چاہا تو آپ کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ اب تک میں نے یہ دیکھا ہے کہ خطرات سے لڑ کر آپ زیادہ چاق و چوبند رہتے ہیں۔''

''گفتگو کے دوران میں اس کے چٹکیاں لینے میں مزہ آرہا تھا۔ مجھے اس کو سسکانے اور سلگانے میں عجیب لطف آرہا تھا۔''

''یہ سردار جی کے ہوٹل کا کیا قصہ چھیڑا تھا آپ نے؟''

''اس کو کچھ نہ کچھ تو بتانا تھا۔ اب پیٹ پونگ کے کسی سردار کی شامت آجائے گی۔ ابھی تک اسے وائٹ ہاک کے بچنے کی امید ہے۔ وہ غرق ہوجائے گی تو راجن غصے سے باؤلا ہوجائے گا۔''

''آپ اسے یہ سب بتا رہے تھے تو مجھے ایک لمحے کے لیے بھی شبہ نہیں ہوا کہ آپ اسے فریب دے رہے ہیں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''جھوٹ بولنا بہت بری عادت ہے لیکن میں کیا کروں، مجبور ہوں۔ ان بدمعاشوں کی جھپیٹ سے بچنے کے لیے مجھے اکثر مصلحت آمیز جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔''

''آپ کو مجھ سے ایسی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں، میں آپ کی مجبوریوں کو سمجھتی ہوں۔ آپ کی کہانی میں اس قدر تسلسل تھا کہ اب اسے ڈینی سے زیادہ ان چاروں کی فکر ہوگئی ہوگی جو سردار جی کے ہوٹل میں اس کی ناؤ ڈوبنے کی باتیں کررہے تھے۔''

''جھوٹ صرف ہچکچاہٹ سے پکڑا جاتا ہے۔ میں بولتا ہوں تو فی البدیہہ بولتا چلا جاتا ہوں۔ وہ باتیں جس طرح سوجھ رہی تھیں، میں اسی طرح کہتا چلا گیا اور ایک مربوط قصہ وجود میں آگیا۔''

''اس وقت آپ نے اسے ٹال دیا لیکن یہ معاملہ زیادہ دنوں تک اس طرح نہیں چل سکے گا۔ آپ خود بھی اس سے ٹکرانا چاہیں گے۔ اس بارے میں آپ نے کیا سوچا ہے؟'' اس نے کھڑکیوں کے پردے کھینچتے ہوئے پوچھا۔

''یہی سوچ کر میں نے آڑے وقت میں تمہیں پاکستان لوٹنے کا مشورہ دیا تھا۔'' میں نے بستر پر دراز ہوتے ہوئے جواب دیا ''ضروری نہیں کہ ہمیشہ میرا پلا بھاری رہے۔ کسی وقت بازی الٹ گئی تو تارے نظر آجائیں گے۔''

''فی الحال تو آپ کے حریفوں کے دانت کھٹے ہورہے ہیں۔'' پردے پھیلا کر وہ بھی بستر پر آگئی اور میں نے بیڈ سوئچ سے روشنی گل کردی۔

وہ پوری رات بھاگ دوڑ میں گزر چکی تھی۔ تھوڑی دیر میں صبح کا اوّلین اجالا نمودار ہونے والا تھا۔ غزالہ کو احساس تھا کہ مجھے آرام کی ضرورت تھی۔ اس نے کھڑکیوں پر دبیز پردے کھینچ کر کوشش کی تھی کہ باہر پھیلنے والا اجالا میری نیند میں مخل نہ ہو۔

اس نے میرے پہلو میں دراز ہوکر میرے بالوں میں نرمی سے اپنی انگلیاں پھیرنا شروع کردیں اور میری پلکیں تیزی سے بوجھل ہوتی چلی گئیں۔

انسان لاکھ تدبیریں کرلے لیکن ہونے والی بات ہوکر رہتی ہے۔ غزالہ نے میری طویل اور گہری نیند کا پورا بندوبست کیا تھا لیکن اس روز زیادہ دیر تک سونا میرے مقدر میں نہیں تھا۔ میرے پاکستان والے موبائل فون کی تیز گھنٹی بجی

آپ بھی بھرپور طاقت کے مالک بنیئے طبی دنیا میں کامیاب اور لاجواب نسخہ

مرد حضرات ہی پڑھیں۔

برسہابرس سے ہمارے ماہر طب خصوصاً ایسے مریضوں کے لیے جو اپنی ناسمجھی کی بنا پر پیدہ امراض میں مبتلا ہوکر طرح طرح کے علاج سے مایوس ہوگئے تھے انکے لیے اپنے تجربے تحقیقات انتھک محنت لگن اور کاوشوں سے ایسا نسخہ تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے جس نے کئی ناکارہ بوڑھوں کو بہت کم دنوں میں جوان مرد بنا دیا اور مایوس گئے گزرے کمزور نوجوان ایک ایک ہفتے آزما کر یہ ثابت کردکھایا کہ یہ جو ہر واقعی بے بہا وقت کا سرچشمہ ہے آپکی خدمت میں پیش کرتے ہو ئے فخر محسوس کررہے ہیں کہ اس کے استعمال سے جسم میں نیا اور تازہ خون پیدا ہونے لگتا ہے چہرے پر سرخی ہاتھ پیروں میں چستی توانائی ظاہر کرکے صحت کو قابل رشک بنا دیتا ہے اور آکھوہ تمام خوشیاں میسر ہوجاتی ہیں جسکے لیے آپ ایک مدت سے محروم رہے ہیں آج ہی ایک خط اپنی مکمل کیفیت لکھ کر جوابی لفافے کے ہمراہ ہمیں روانہ کریں آپکو نسخہ فوراً روانہ کردیا جائے گا۔

حکیم اینڈ سنز

پوسٹ بکس نمبر 2159 کراچی 74600 پاکستان

Downloaded from https://paksociety.com

اور میں ہڑبڑا کر بیدار ہوگیا۔ اس فون پر آنے والی ہر کال میرے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔

بیدار ہونے پر میرا ذہن ویرا کی طرف گیا تھا۔ کال سنی تو وہاں اوّل خان موجود تھا۔

اس نے بتایا کہ حیدرآباد کی کچی نہر کے ایک کنارے پر ہوپر کی پھولی ہوئی لاش جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کی لاش کا کچھ حصہ اس علاقے میں پائے جانے والے جنگلی بھیڑیوں نے نوچ کھایا تھا لیکن لاش کے بدن پر پھنسے ہوئے کپڑوں میں موجود کاغذات سے اس کی شناخت ہوگئی تھی۔

وہ سب روٹین کے معاملات تھے جن میں اوّل خان نے ذرا بھی مداخلت نہیں کی تھی۔ بس ہوشیاری سے واقعات کا جائزہ لیتا رہا تھا۔

وہ لاش ایک چرواہے نے دیکھی اور قریبی چوکی کے سپاہی کو اطلاع دی تھی۔ معاملہ ایک غیر ملکی کی پھولی ہوئی لاش کا تھا جس پر پورا لباس موجود تھا۔ مقامی پولیس نے لاش پر قبضہ کرکے اسے اسپتال پہنچانے سے پہلے یہ رائے قائم کرلی تھی کہ وہ اتفاقی حادثے کا شکار ہوا تھا۔

اس کا پورا نام جان ہوپر تھا اور وہ واقعی امریکی ایف بی آئی کا کارندہ تھا۔ اس کے بارے میں کراچی اور اسلام آباد میں سفارتی حکام کو اطلاع دے دی گئی تھی۔

''میں فکرمند تھا کہ اتنا وقت گزر جانے کے باوجود تمہاری طرف سے لاش مل جانے کی کوئی خبر نہیں آئی۔'' میں نے وہ سب سن لینے کے بعد کہا ''حیدرآباد کی نہر سے اس کی لاش برآمد ہونے پر اس کے ساتھیوں کا کیا ردِعمل ہے؟''

''واقعہ بہت تازہ ہے۔ لاش صرف ایک گھنٹے پہلے، منہ اندھیرے ملی ہے۔ معاملہ ایک غیر ملکی کا نہ ہوتا تو شاید لاش ابھی تک وہیں پڑی رہتی۔ سب کچھ بہت تیزی سے ہوا ہے لیکن اس کا ردِعمل ابھی سامنے نہیں آیا۔ ظاہر ہے کہ وہ صدمے اور سکتے کے عالم میں ہوں گے۔''

میں نے وال کلاک پر نظر ڈالی۔ سوئیاں آٹھ بجا رہی تھیں۔ اگر میرے حساب میں غلطی نہیں تھی تو حیدرآباد کے مقامی وقت کے مطابق ہوپر کی لاش صبح پانچ بجے ملی تھی اور اوّل خان چھ بجے مجھے فون کررہا تھا۔

''وہ چکر میں ہوں گے کہ جہانگیر کے گھر جانے والا حیدرآباد کی نہر سے کیسے برآمد ہوگیا۔'' میں نے محظوظ ہوکر ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''میں فکرمند ہوں۔'' اوّل خان کی آواز گمبھیر تھی

''سرکاری طور پر وہ ہمارے دوست ہیں۔ اپنے بچاؤ کے لیے ہم کیسے ہی حالات کیوں نہ پیدا کرتے رہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے کئی سینئر آدمی ایک ایک کرکے مارے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ اب ختم ہونا چاہیے ورنہ حالات بہت نازک صورت اختیار کرجائیں گے۔''

''ہم ان کا پیچھا چھوڑ چکے ہیں۔'' میں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا ''وہ خود اپنی مہم جوئی کا شکار ہورہے ہیں۔ مجھے بتاؤ کہ ہوپر کے کیا عزائم تھے۔ اگر وہ اتفاقاً سلمیٰ کے بیلن کا شکار نہ ہوگیا ہوتا تو وہ جہانگیر کو اٹھا لے جاتا یا گھر ہی میں اس کا حشر خراب کردیتا۔''

''تمہارے چکر میں وہ بدترین دباؤ کا شکار ہیں۔ تمہاری ذات تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش میں وہ اندھادھند کارروائیاں کررہے ہیں اور مار کھا رہے ہیں۔'' میرا اہم خیال ہونے کے باوجود وہ بہت زیادہ فکرمند تھا۔

''تم کہو تو میں واپس آکر خود کو ان کے حوالے کردوں؟'' میں نے کسی طنز کے بغیر کہا ''یہ ساری پیچیدگیاں آناً فاناً میں ختم ہوجائیں گی۔''

''میں مر کر بھی تمہیں یہ مشورہ نہیں دے سکتا۔'' میری تجویز پر اس نے تڑپ کر کہا ''تم نے یہ بات کہہ کر میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ تم کو مسائل سے آگاہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ تم آخری حل پر چھلانگ لگادو۔''

''میری بات کو طنز کے پیرائے میں نہ لو۔'' میں نے جلدی سے وضاحت کی ''یہ ہماری مجبوریاں ہیں۔ جب تک وہ مجھے اور ویرا کو پکڑ نہیں لیتے، چین سے نہیں بیٹھیں گے، کچھ نہ کچھ کرتے رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں ٹام، ڈک، ہیری اور ہوپر وغیرہ مارے جاتے رہیں گے۔ ہم نے اپنا ہاتھ روک لیا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا کیا جاسکتا ہے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہماری طرف سے کوئی پہل نہیں ہورہی۔ اگر وہ خود چل کر جہانگیر کے فلیٹ پر نہ پہنچا ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔'' اوّل خان بولا۔

''تم واقعات پر غور کرو گے تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ ان کی موت انہیں ہماری طرف ہانکتی ہے۔ میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ سلمیٰ کبھی کسی کو مار سکے گی۔ اس نے اپنے شوہر کو بچانے کے لیے اضطراری انداز میں بیلن استعمال کیا اور ہوپر مرگیا۔ یہ بالکل ان ہونی سی بات تھی مگر ہوکر رہی۔''

''ان کا دباؤ یہی ہے کہ ان کے آدمی ایک ایک کرکے مرتے جارہے ہیں۔ تم دونوں کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ ہوپر کے واقعے کی قانونی پوزیشن تم نے بہت صاف کردی ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ حیدرآباد میں ڈوب کر مرا' اس کے ساتھیوں کو بتانا چاہیے کہ وہ وہاں کیا کر رہا تھا۔ حقیقت کچھ اور ہے جو ہم جانتے ہیں اور ہو پر کے قریبی ساتھی بھی جانتے ہیں لیکن کوئی اس موضوع پر اپنی زبان نہیں کھول سکتا۔ حد یہ ہے کہ انہوں نے اس کی گمشدگی کی ایف آئی آر بھی درج نہیں کرائی تھی۔''

''انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور تماشا دیکھتے رہو۔ جب تک جہانگیر تمہاری تحویل میں ہے' مجھے اس کی طرف سے بے فکری رہے گی۔ ہم سب میدان چھوڑ چکے ہیں۔ اب شہر میں سکون ہو جانا چاہیے۔''

''اس سکون سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔ میں یہ سوچ سوچ کر کڑھتا رہتا ہوں کہ تمہیں یہاں سے جلاوطن کر دیا گیا ہے۔ تمہیں گئے ہوئے ایک ہفتے سے زیادہ مدت ہو چکی ہے۔ اس دوران میں تم نے اپنے طور پر سوبھراج کا قصہ نمٹا دیا ہے پھر بھی تم وہاں رہنے پر مجبور ہو۔ ہم تمہاری واپسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔''

''دوست! اتنا زیادہ نہ سوچا کرو'' میں نے اس کی بات ہنسی میں اڑا دی ''اب میں ان باتوں کا عادی ہو گیا ہوں' تم بھی عادت ڈال لو۔ فی الحال میں یہاں خوش اور مصروف ہوں۔ میری واپسی کی فکر چھوڑ دو!''

''سوبھراج کے بعد وہاں تمہاری کیا مصروفیت نکل آئی؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''اب اس کا سرپرست میرے سامنے ہے۔ خالی بیٹھنے سے بہتر ہے کہ آدمی کسی نہ کسی ہدف پر کام کرتا رہے۔''

واقعات اتنے پُرپیچ انداز میں پیش آ رہے تھے کہ میرے ذہن میں سب کچھ گڈمڈ ہو کر رہ گیا تھا۔ ہو پر کی لاش ٹھکانے لگانے کے سلسلے میں' میں نے اس سے فون پر بات کی تو میرا خیال تھا کہ میں نے سوبھراج کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتایا۔ میں نے وقت بچانے کے لیے اس وقت بھی وہ تذکرہ گول کر دیا لیکن اول خان نے سوبھراج کے بعد کی مصروفیت کا ذکر کر کے میرا حافظہ تازہ کر دیا۔ مجھے یاد آ گیا کہ سوبھراج کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے بعد میں نے خود اسے سوبھراج کے انجام سے آگاہ کر دیا تھا جس پر اس نے مسرت کے اظہار کے ساتھ مجھے مبارک باد بھی دی تھی۔

''تم خود اپنے لیے کام پیدا کرتے ہو۔ سوبھراج کے فتنے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے تم نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ اب کافی دنوں تک آرام کر سکتے ہو۔ راجن کو چھیڑ کر تم اپنے لیے نئے مسائل پیدا کر لو گے۔'' اول خان نے ناصحانہ لہجے میں کہا ''وہ بھارتی شہری ہے' تھائی لینڈ میں رہتا ہے۔ اس سے ہمیں سروکار نہ ہونا چاہیے۔''

''اس مشورے میں ذرا تاخیر ہو گئی۔'' میں نے خوش دلی سے کہا ''وہاں پنجہ آزمائی شروع ہو گئی ہے۔ آج ہم نے اس کی ایک پرشکوہ لانچ کو سمندر میں غرق کرنے کا بندوبست کر دیا ہے۔ جلال کی خواہش تھی کہ راجن کو بھی دیکھ لیا جائے۔''

''ڈان بھی یہی چاہتا ہے۔'' اول خان نے چبھتی ہوئی آواز میں کہا ''دوسروں کی خواہشات ضرور پوری کرو لیکن کچھ اپنا بھی خیال رکھو۔ میں نے سنا ہے کہ تھائی لینڈ میں کئی ایسے دور افتادہ ساحلی علاقے ہیں جہاں پہنچ کر انسان مسحور ہو جاتا ہے۔ تم کو کچھ دنوں کے لیے ان اطراف میں چلا جانا چاہیے۔ ایسی تفریحات دل و دماغ کی تازگی کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔''

اول خان کو راجن کی لانچ کی اہمیت کا ادراک نہیں تھا۔ اس نے اس تذکرے کو اہمیت نہیں دی۔ اس وقت اس پر میری خبر گیری اور اصلاح کا سودا سوار تھا۔ اس سے کچھ دیر تک اسی کے رنگ میں باتیں کرنے کے بعد میں نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

دورانِ گفتگو میں نے سوچا کہ اسے جلال کے لیے بھی پیغام دے دوں تاکہ اسے پتا چل جائے کہ میں نے اس کی خواہش کے مطابق راجن کا ہانکا شروع کر دیا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان پائی جانے والی پیشہ ورانہ سرد مہری کا

لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کے دو چھوٹے بچے تھے۔ دونوں بہت خوب صورت اور پیارے تھے۔ ایک روز وہ انہیں گلی میں ٹہلا رہی تھیں کہ وہاں سے دو بچے اور گزرے جو ذرا بڑے تھے۔ ان میں سے ایک تو اسی گلی میں رہتا تھا۔ دوسرا کسی اور شہر سے اس کے ہاں مہمان آیا ہوا تھا۔

مہمان بچے نے میزبان بچے سے پوچھا ''یہ دونوں پیارے بچے کس کے تھے؟''

''لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کے تھے.....'' میزبان بچے نے منہ بنا کر جواب دیا ''اچھے اچھے بچے یہ ہمیشہ خود رکھ لیتی ہیں۔''

Downloaded from https://paksociety.com

دھیان آنے پر میں نے وہ ارادہ مسترد کر دیا۔ بہتر یہی تھا کہ میں خود جلال سے فون پر بات کر لیتا۔

''ہوپر کی لاش حیدر آباد کی ندی سے ضرور ملی ہے لیکن امریکی اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ وہ جہانگیر سے باز پرس کے لیے اس کے گھر گیا اور وہاں سے غائب ہوگیا۔'' غزالہ نے اپنی رائے دی۔

''ان سے ایک بنیادی غلطی ہوئی ہے۔ وہ جان ہوپر کی گمشدگی کی باقاعدہ رپورٹ درج کرا دیتے۔ تب ہی ان کو کوئی سراغ مل سکتا تھا۔ اب وہ بے بس ہیں۔''

''وہ رپورٹ درج کراتے تو انہیں مقامی پولیس کو یہ بھی بتانا پڑتا کہ ہوپر کو جہانگیر کے گھر جانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔ باقاعدہ سرکاری اجازت کے بغیر غیر ملکی ایجنسیوں کو یہاں کسی قسم کی تفتیش کا اختیار نہیں ہے۔''

''تم دور کی کوڑی لائی ہو۔'' میں نے مسکرا کے کہا ''ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اسی وجہ سے رپورٹ درج کرانے سے گریز کیا ہو۔ اس مسئلے کا حل بہت سادہ تھا۔ انہیں جہانگیر کا نام لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ کہہ دیتے کہ ہوپر کانفن کے علاقے میں سفر کے دوران میں اپنی گاڑی سمیت غائب ہوگیا۔ بات ریکارڈ پر آ جاتی تو اس کی حیدر آباد کی نہر میں موت کا معاملہ دوسرا رخ اختیار کر لیتا۔''

''سب کے پاس آپ جیسا ذہن نہیں ہوتا۔ ان لوگوں پر برا وقت آیا ہوا ہے۔ ان کی عقلیں ماؤف ہوگئی ہیں۔ وہ ایسی حماقتیں نہ کریں تو آپ کا کام خاصا دشوار ہو جائے گا۔''

''کبھی ہم اپنی ذہانت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور کبھی اپنے حریف کی حماقتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا ''اس معاملے میں دوسرے کیس کا اطلاق ہوتا ہے۔''

''میرا اب تک کا تجربہ ہے کہ امریکیوں میں غیر معمولی ذہانت نہیں ہوتی۔ ان کے اہم افسروں کی ذہنی سطح بھی بس نارمل ہوتی ہے پھر بھی ان کی قوم عملی طور پر دنیا پر راج کر رہی ہے یہ معما میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

''ذہانت کسی کام نہیں آتی۔ یہ دور دولت اور طاقت کا ہے' امریکیوں کو یہ دونوں حاصل ہیں۔ کمزور قومیں ان کی ہاں میں ہاں ملانے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ باقی قومیں ان کی طاقت سے خوف زدہ ہو کر انہیں سلام کرتی ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے بستر چھوڑ دیا۔

''آپ مشکل سے ڈیڑھ دو گھنٹے سوئے ہوں گے۔ کچھ دیر اور آرام کر لیں۔'' غزالہ نے دردمندی کے ساتھ مشورہ دیا۔

''آج سونا مقدر میں نہیں ہے دوبارہ مجھے نیند نہیں آئے گی۔ بعض اوقات میرا ذہن الجھ جاتا ہے۔ تو باتیں گڈمڈ ہو جاتی ہیں۔ سوچ رہا ہوں کہ ناشتا کرنے کے بعد جلال کو بھی دیکھ لوں۔ اسے وائٹ ہاک کی کہانی سن کر خوشی ہوگی۔''

''راجن کو آپ نے اس کی خواہش پر تو نہیں گھیرا!'' غزالہ نے تائید طلب لہجے میں کہا۔

''ہرگز نہیں..... اس نے خود مجھے اپنے خلاف محاذ آرائی پر اکسایا ہے۔ ڈان اس کا دشمن ہے' جلال اس کی سرکوبی کا خواہاں تھا۔ اس کے باوجود میں اس سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اب وہ دونوں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے کہ میں نے ان کی خاطر راجن سے تصادم کی راہ اختیار کی ہے۔''

اپنی بات پوری کر کے میں غسل خانے میں گھس گیا۔

شب بیداری اس وقت اپنا رنگ دکھا رہی تھی' تھکن سے میرا بدن ٹوٹ رہا تھا' ذہن پر دھندسی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے شاور میں ٹھنڈا پانی کھولا اور تیز دھاروں کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ طویل غسل کے بعد میں باہر نکلا تو تر و تازہ ہو چکا تھا۔

ہوٹل میں قیام کے دوران ہم نے اپنا بیشتر وقت کمرے میں رہ کر گزارا تھا۔ کھانے پینے کے لیے میں ریستوران وغیرہ میں جانے سے احتراز کرتا رہا۔ غیر ضروری طور پر ایسے مقامات پر جانے کی صورت میں دشواریاں پیدا ہونے کا خطرہ تھا اس لیے ہم عام طور پر کھانا اور ناشتا وغیرہ اپنے کمرے میں ہی منگوا لیتے تھے۔

اس وقت بھی یہی ہوا۔ غزالہ نے روم سروس والوں کو ہدایت دے کر ناشتا کمرے میں طلب کر لیا۔ ناشتے کے دوران میں نے ٹیلی وژن کھول دیا۔ اس کے انگریزی چینل پر ایک مزاحیہ فلم چل رہی تھی' خبروں میں دیر تھی۔

ناشتے کے بعد میں نے سگریٹ سلگائی اور جلال کا فون ملا لیا۔

اس نے میری آواز سنتے ہی پُرجوش انداز میں مجھے مبارک باد دی تو میں چکرا گیا۔ چند فقروں کے تبادلے کے بعد بات صاف ہوگئی کہ وہ مجھے وائٹ ہاک کی تباہی پر مبارک باد دے رہا تھا۔

وہ بنکاک کا تازہ ترین واقعہ تھا۔ میں نے وہی خبر دینے کے لیے اسے فون کیا تھا۔ میرے لیے یہ بات ناقابلِ فہم تھی کہ وہ خبر اس تک کیسے پہنچ گئی۔

میرے استفسار پر وہ چند لمحوں تک اپنے وسائل کی ڈینگیں مارتا رہا پھر اس نے بتا دیا کہ اسد کا جانشین پچھلی شام

Downloaded from https://paksociety.com

بنکاک پہنچ چکا تھا۔ کچھ دیر پہلے اس نے جلال کو اطلاع دی تھی کہ رات گئے وائٹ ہاک پر بموں سے حملہ کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں وہ بیش قیمت لانچ اپنی غرقابی کے آخری مراحل سے گزر رہی تھی۔

راجن ممبئی سے بنکاک آنے کے بعد جس تیزی سے وہاں کی زیرزمین دنیا میں اپنا سکہ جما تا چلا گیا تھا اس کی بنا پر اسد کی توجہ اس پر مرکوز ہو گئی تھی۔ راجن بھارت کی زیرزمین دنیا کا ایک جانا پہچانا نام تھا۔ اندر کی کہانیاں جاننے والے حلقوں میں یہ خبریں گشت کرتی رہتی تھیں کہ وہ اکثر را کے لیے کام کرتا رہتا ہے۔ آئی بی والے دنیا کے کسی گوشے میں را کے ایجنٹوں کی سرگرمیوں کو نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ اسد کی بھیجی ہوئی ابتدائی رپورٹوں کی روشنی میں جلال نے اسے راجن پر خصوصی توجہ دینے کی ہدایات دے دی تھیں۔

میں نے اس بارے میں کبھی تفصیل سے جلال سے بات نہیں کی لیکن اسد نے شاید اسے بتا دیا تھا کہ راجن نے خلیج سیام کے پانیوں میں وائٹ ہاک کی صورت میں اپنی طاقت اور عظمت کا ایک شاہ کار کھڑا کیا ہوا تھا۔

اسد کی بنکاک سے روانگی سے پہلے میں نے وائٹ ہاک پر حملے کی ابتدائی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں اسے غرق کر کے راجن کا غرور خاک میں ملا سکوں۔ وہ خبریں شاید جلال کے کانوں میں پڑ چکی تھیں۔ جب اسے اپنے نئے آدمی سے وائٹ ہاک کی تباہی کی خبر ملی تو اس نے سمجھ لیا کہ وہ میرا ہی کام ہو سکتا تھا۔

جلال نے بتایا کہ بنکاک میں اسد کی جگہ لینے والے کا نام طارق تھا۔ وہ شہر میں طارق کی قیام گاہ سے واقف نہیں تھا لیکن اس نے مجھے طارق کا موبائل فون نمبر لکھوا دیا۔ اسد کی طرح طارق کو بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ میرا اصل نام ڈینی تھا۔ اگر میں اس سے علی احمد کے مفروضہ نام سے رجوع کرتا تو وہ بنکاک میں میرا نیا معاون ثابت ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے میرا مفروضہ نام ہی میرا پاس ورڈ تھا' کسی اضافی تعارف کی ضرورت نہیں تھی۔ جلال نے اسے میرا فون نمبر بھی دے دیا تھا۔

''میں اب بھی حیران ہوں کہ تمہارے آدمی کو اتنی جلدی یہ خبر کیسے مل گئی۔'' میں نے اس سے وہ سب سن لینے کے بعد حیرت سے کہا۔

''ایسی خبریں جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی ہیں۔ واقعہ اتنا اہم اور سنگین ہے کہ بعض اخباروں کے ضمیمے بازار میں آ چکے ہیں۔'' جلال نے انکشاف کیا۔

''میں بنکاک میں رہ کر ان باتوں سے بے خبر ہوں' تم وہاں بیٹھ کر مجھ سے زیادہ باخبر ہو۔'' میں نے ہنس کر کہا ''جس وقت ہم نے لانچ پر وار کیا' صبح کے اخبارات شاید چھپنا شروع ہو چکے ہوں گے۔ کچھ لوگوں نے ضمیمے نکال کر خاصا مال کما لیا ہوگا۔''

''یہ واقعہ کس وقت پیش آیا؟'' اس نے تجسس سے پوچھا۔

''رات کے ڈھائی بجے کے قریب ہماری خفیہ کارروائی کا آغاز ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ لانچ کے پیندے میں لگائے گئے ریموٹ کنٹرولڈ بم تین اور ساڑھے تین بجے کے درمیان آپریٹ کروائے گئے' ہو سکتا ہے کہ اب تک لانچ ڈوب چکی ہو۔''

''وہ ڈوب چکی ہے۔'' جلال نے میرے قیاس کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا ''طارق ضمیمہ پڑھتے ہی گودی کی طرف گیا تھا۔ اس وقت تک لانچ غرق ہو چکی تھی۔ سنا ہے کہ اس واقعے میں کئی افراد مارے گئے ہیں۔''

''گولیوں سے کوئی نہیں مارا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ

ضروری اعلان

تمام متعلقین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

کے چاروں ڈائجسٹوں

''ماہنامہ جاسوسی' ماہنامہ سسپنس'
سرگزشت اور ماہنامہ پاکیزہ''

کے لئے

ملک افتخار برادرز ایجنسی فیصل آباد

کو فیصل آباد کے لئے سول ایجنٹ مقرر کیا گیا ہے

Downloaded from https://paksociety.com

غیرت مند معززین ڈوب کر مر گئے ہوں۔'' میں نے استہزائی انداز میں کہا۔

''تم نے ڈان کی ایک بہت بڑی خواہش پوری کی ہے۔ اب تم جب چاہو' بنکاک بلکہ تھائی لینڈ سے نکل سکتے ہو۔''

''ابھی صرف لانچ غرق ہوئی ہے۔ ڈان اپنے حریف کی موت کا خواہاں ہے۔ شاید تمہاری بھی یہی خواہش ہوگی۔''

''امیدیں برآنے لگیں تو خواہشات خود بہ خود بڑھنے لگتی ہیں۔ اس کی ہلاکت راوالوں کو پریشان کردے گی۔''

''دعا کرو کہ کوئی نیا داؤ لگ جائے۔ فی الحال وطن واپسی کی راہ بند ہے تو یہیں رہ کر کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔ میں اسد کے معاون کے روپ میں راجن سے رابطے میں ہوں۔ دوسرے احمقوں کی طرح وہ بھی میرے ذریعے ڈینی تک پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے۔''

''تم اپنے حریفوں سے مل بیٹھنے کے فن میں طاق ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی گردن تمہارے ہی ہاتھوں کٹے گی۔ آج کل تمہارے دشمنوں کی بدبختی آئی ہوئی ہے۔ کل حیدرآباد کی ایک نہر کے کنارے سے ایک ایف بی آئی ایجنٹ کی لاش ملی ہے۔ میری عقل حیران ہے کہ وہ وہاں کیا کر رہا تھا۔''

''اول خان سے پوچھ لو' وہ بتادے گا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''اول خان!'' اس نے حیرت سے دہرایا پھر کہا ''اس واقعے سے اسلام آباد میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ کیا تمہیں اس بارے میں کچھ معلوم ہے؟''

''کچھ نہیں' سب کچھ معلوم ہے۔ وہ جہانگیر کے گھر گیا تھا۔ طاقت کے بل پر اس سے میرے ٹھکانے کے بارے میں جاننا چاہ رہا تھا۔ جہانگیر کی بیوی نے بے خبری میں اس کے سر پر بیلن دے مارا اور وہ بے چارہ وہیں گر کر مر گیا۔ جہانگیر کو قتل کے الزام سے بچانے کے لیے اس لاش کو حیدرآباد کی نہر میں ڈبونا ناگزیر ہوگیا تھا۔''

جلال کے لیے وہ تفصیل ناقابلِ یقین ثابت ہوئی اور اس نے مجھے پے در پے سوالات کی بوچھاڑ کردی۔

''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم بنکاک میں بیٹھ کر یہاں کی ڈوریاں ہلا رہے ہو۔'' سوالات کا ذخیرہ ختم ہونے کے بعد اس نے گہرا سانس لے کر کہا۔

''دوستوں کی مجبوریوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جہانگیر میرا جگری دوست ہے۔ میری دوستی کی وجہ سے اس نے بہت مصائب جھیلے ہیں۔''

''وہ لوگ اسے نہیں چھوڑیں گے۔ تم واقعات کو کتنا ہی توڑ مروڑ لو' کچھ لوگوں کو اصل واقعے کا علم ہوگا۔ وہ جاننا چاہیں گے کہ ہوپر' جہانگیر کے گھر سے حیدرآباد کیسے پہنچ گیا۔''

''میں اس کا بندوبست کر چکا ہوں۔ اب وہ دشمنوں کی دسترس سے باہر ہے۔ اول خان نے اسے اسٹیشن فور میں روک لیا ہے۔''

''یہ بہت اچھا ہوا۔'' اس کی بے ساختہ آواز آئی ''تم ایک مسئلے میں الجھ کر دوسرے معاملات کو نظر انداز نہیں کرتے۔ یہ معما حل ہونے سے میرے ذہن سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا۔ اب میں اپنے طور پر یہ کیس سنبھال لوں گا۔''

''کیا یہ سیدھا سا پولیس کیس نہیں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''جان ہوپر یہاں سرکاری حیثیت میں مقیم تھا۔'' اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا ''جب معاملہ کسی غیر ملکی سرکاری اہل کار کے قتل کا ہو تو پولیس کے ساتھ مقامی ایجنسیوں کو بھی حرکت میں آنا پڑتا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہوپر کو اغوا کر کے حیدرآباد لے جایا گیا ہے۔ وہ کسی کو اطلاع دیے بغیر حیدرآباد نہیں جاسکتا تھا۔''

وہ امریکیوں کے موقف کے بارے میں پہلی خبر تھی جس سے اول خان واقف نہیں تھا۔ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا ''انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اسے اغوا کرنے والے کون لوگ ہوسکتے ہیں۔''

''اس بارے میں وہ خاموش ہیں۔ ابھی تک ہم مدافعانہ پوزیشن میں تھے' تم سے حقائق معلوم ہوجانے کے بعد میں انہیں زچ کردوں گا۔ لاش کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سر میں آنے والی چوٹ کو موت کا سبب قرار دے گی۔ وہ چوٹ نہر کے کسی پتھر وغیرہ سے بھی آسکتی ہے۔ لاش پر پورے کپڑے موجود ہیں' ہوسکتا ہے کہ یہ خودکشی کا کیس بن جائے۔''

''کیس یہی بننا چاہیے۔'' میں نے پرزور لہجے میں کہا ''میری تلاش میں ناکامی کا بدترین ذہنی دباؤ اس کا سبب قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس نظریے پر کام کرتے ہوئے ان سے یہ بھی پوچھا جاسکتا ہے کہ ہوپر خودکشی سے پہلے کس کیس پر کام کر رہا تھا۔''

''میں نے تم سے کہا نا کہ میں انہیں زچ کردوں گا۔ یہ

Downloaded from https://paksociety.com

سب مجھ پر چھوڑ دو۔ تم راجن پر اپنی توجہ مرکوز رکھو۔''

میں نے اسے یقین دلایا کہ راجن کے بارے میں اسے جلد ہی کوئی اچھی خبر سننے کو ملے گی اور ہماری گفتگو کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

راجن کے خلاف کام کرنے کے لیے میرے سامنے تین محاذ تھے جن میں سے دو پر کام شروع ہو چکا تھا۔ وائٹ ہاک غرق کردی گئی تھی' میں نے اکبر کے روپ میں بات کر کے اسے مضطرب کردیا تھا۔ تیسرا رخ یہ تھا کہ میں اپنے اصل روپ میں اس سے چھیڑ چھاڑ کروں۔

وائٹ ہاک کو میں نے تباہ کیا تھا۔ اس کارروائی کے بعد میری طرف سے راجن کی مزاج پرسی ضروری ہوگئی تھی۔

وہ ایک خطرناک بدمعاش تھا۔ وہ ردعمل اختیار کرسکتا تھا مگر اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ میرے مطالبے پر اپنا بستر بوریا سمیٹ کر ممبئی واپس لوٹ جائے گا۔ پھر بھی اس پر اپنا دباؤ برقرار رکھنا ضروری تھا۔

میرے پاس موتی محل کے نمبر موجود تھے لیکن میں نے اس سے سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون پر بات کرنے کا فیصلہ کرلیا جس پر میں اس سے ایک بار مذاکرات کرچکا تھا۔

میں نے نمبر ملایا۔ دوسری طرف کیے بعد دیگرے متعدد بار گھنٹیاں بجتی رہیں' کوئی جواب نہیں آیا۔ میں نے لائن منقطع کر کے دوبارہ وہی نمبر ملایا۔ اس بار بھی نتیجہ مختلف نہیں رہا۔ شاید میری یہ بات اس کے دماغ میں بیٹھ گئی تھی کہ اس نے سیٹ لائٹ فون پر کال وصول کر کے یہ اعتراف کرلیا تھا کہ سوبھراج سے اس کا گہرا گٹھ جوڑ تھا اور سوبھراج کی عبرت ناک موت کے بعد اس کا سیٹ لائٹ فون راجن کے تصرف میں تھا۔

اس سے ایک بار غلطی ہوگئی تھی۔ وہ اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

موتی محل کے ایک نمبر سے فون کر کے اس نے مجھ سے اکبر کی حیثیت میں بات کی تھی میں نے اس کو چھوڑ کر موتی محل کا دوسرا نمبر ملالیا۔

آپریٹر نے میرا نام سننے کے بعد مجھ سے کوئی اور سوال نہیں کیا شاید راجن نے میرے بارے میں اپنے عملے کے خاص خاص لوگوں کو بریف کیا ہوا تھا۔ چند ثانیوں بعد ہی فون پر راجن کی بھری ہوئی آواز سنائی دی۔

''درندے! آہستہ بولو۔ میرے کان نازک ہیں۔''

میں نے سرد اور سفاکانہ لہجے میں کہا ''تم نے دیکھ لیا کہ میرے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔''

چھ سالہ عاشر اسکول سے واپس آیا تو پیٹ پکڑتے ہوئے بولا ''پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔''

''پیٹ میں درد اس لیے ہو رہا ہے کہ پیٹ میں کچھ ہے نہیں.....'' ماں نے کہا ''پیٹ خالی ہے۔ اس میں جب کچھ ہوگا تو پھر درد نہیں ہوگا۔''

شام کو عاشر کے تایا ان لوگوں سے ملنے آئے۔ سب گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے تایا نے ایک لمحے کے لیے رک کر پیشانی مسلتے ہوئے کہا ''آج سر میں بڑا درد ہو رہا ہے۔''

''سر میں درد اس لیے ہو رہا ہے کہ آپ کے سر میں کچھ ہے نہیں..... سر خالی ہے..... اگر سر میں کچھ ہوتا تو پھر درد نہ ہوتا.....''

قریب بیٹھے عاشر نے نورانی نگاہ انداز میں کہا۔

''میں ان لمبے ہاتھوں کو بہت جلد جوڑوں سے اکھاڑ دوں گا۔'' وہ غرایا۔

''وائٹ ہاک پر تمہیں ناز تھا۔ آج میں نے تمہارے اس غرور کو سمندر میں ڈبو دیا۔ اب میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم میدان میں رکو گے یا اپنی بساط لپیٹ رہے ہو۔''

''تم اپنی خیر مناؤ۔ میں نے تم سے وقت خرید لیا تھا۔ اب میں مطمئن ہوں تم سر کے بل کھڑے ہو کر بھی امریکیوں کو یہ یقین نہیں دلا سکو گے کہ سوبھراج پر میرا ہاتھ تھا۔''

''تم جدید سائنس سے ناواقف ہو۔ اس کی بچی ہوئی ہڈیوں کا ڈی این اے ٹیسٹ یہ ثابت کردے گا کہ وہ نرائن... پرشاد شرما کی نہیں سوبھراج کی ہڈیاں ہیں۔ وہ سوبھراج کے پورے خاندان کو جانتے ہیں۔ ان کے لیے رپورٹوں کا موازنہ مشکل نہیں ہوگا۔''

''اپنی کوشش کر کے دیکھ لو' تم منہ کی کھاؤ گے۔ شرما کی وصیت کے نام پر میں نے ساری ہڈیاں بھاری چتا میں جلوادی ہیں' راکھ سمندر میں بہادی گئی۔ میں نے تمہاری بدمعاشی کے سارے راستے مسدود کردیے ہیں۔ ٹیسٹ کرنے کے لیے اب کچھ باقی نہیں رہا۔''

میں نے سکتے کے عالم میں اس کی وہ ہرزہ سرائی سنی۔ غلطی میری اپنی تھی۔ میں نے اسے یہ بتادیا تھا کہ وہ کس طرح پھنس سکتا ہے۔ اس نے میری غلطی سے فائدہ اٹھایا اور اپنی

Downloaded from https://paksociety.com

اس کمزوری کا توڑ کرلیا۔ چند منٹ پہلے میں تجربہ کر چکا تھا کہ اس نے سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون کا استعمال ترک کر دیا تھا یا اسے تباہ کر دیا تھا۔ میں اپنے ایک اہم کارڈ سے محروم ہو چکا تھا۔

''تمہارا سر کچلنے کے لیے مجھے سہاروں کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے اپنے صدمے پر قابو پا کر درشت لہجے میں کہا' ''اپنی لانچ کی طرح تم بھی غرقاب کیے جاسکتے ہو۔ تمہارے سارے آدمی اپنی سرتوڑ کوششوں کے باوجود اسے تہ نشین ہونے سے نہیں بچا سکے۔''

''ڈینی! میں تم سے اس نقصان کا بہت بھیانک انتقام لوں گا۔ میرے آدمی تمہاری بوٹ پر لگ گئے ہیں۔ مجھے تمہاری کمینگی کی پیشگی خبر مل گئی تھی۔ یہ میری خوش فہمی تھی کہ میں نے اسے اہمیت نہیں دی۔ تم کوئی دوسرا وار کرنے سے پہلے کتے کی موت مارے جاؤ گے۔''

صاف ظاہر تھا کہ وہ ان باتوں کا حوالہ دے رہا تھا جو میں نے اس سے اکبر کے روپ میں کی تھیں۔ اس حوالے سے یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ اکبر کے کردار نے اس کے لیے یکا یک کتنی اہمیت اختیار کرلی تھی۔

''مارکھانے والے اس طرح ہذیان بکتے ہیں۔ بنکاک میں تمہاری ہوا اکھڑ چکی ہے۔ جو شخص اپنے ٹھکانوں کی حفاظت نہیں کرسکتا وہ دوسروں کو کیا دے گا۔ یہ میری اور تمہاری گینگ وار ہے' لوگ پٹنے والے کا ساتھ بہت تیزی سے چھوڑتے ہیں۔ یہاں والوں کو معلوم ہے کہ تم کو زیادہ مار پڑی تو تم ممبئی بھاگ جاؤ گے۔ جن کو یہیں مرنا جینا ہے وہ تمہارے ساتھ رہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کریں گے' دور کھڑے ہو کر تمہاری بربادی اور رسوائی کا تماشا دیکھیں گے۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر اسے آنے والے دنوں کا نقشہ دکھایا۔

''اب میری اور تمہاری کھلی لڑائی ہے۔'' وہ غرایا ''تم سے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ کرلو' تم میرے قہر سے نہیں بچ سکو گے!''

اس نے فون بند کر دیا۔ میں نے مسکرا کر غزالہ کی طرف دیکھا اور اپنا اپریٹس بھی بند کر دیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ راجن اپنی لانچ کی تباہی پر اعصاب زدہ ہو چکا تھا۔

اس نے میری غلطی کا فائدہ اٹھا کر سوبھراج کی موت کے بارے میں سارے ثبوت ضائع کر دیے تھے۔ اس فون کال سے یہ فائدہ ہوا کہ مجھے اس پوزیشن کا علم ہو گیا۔ وہ ثبوت مٹ جانے کے بعد یہ امکان باقی نہیں رہا تھا کہ میں کسی گمنام فون کال کے ذریعے مقامی امریکی مشن کے کسی ذمے دار اہل کار کو راجن کے پیچھے لگا سکوں۔ اس کے خلاف جو کچھ کرنا تھا مجھے اپنے طور پر کرنا تھا۔ اس مقابلے میں صرف ڈان میرا مددگار تھا۔

مجھے ذہنی ورزش کے لیے خاصا مواد مل گیا تھا۔ میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔ غزالہ نے میرے موڈ کا اندازہ لگا کر ٹیلی وژن کی آواز دھیمی کی اور اس کے سامنے کرسی سنبھال لی۔

مجھے غزالہ کو باہر بھیج کر وائٹ ہاک کی تباہی پر شائع ہونے والے اخباری ضمیمے منگوانے کا خیال آیا جسے میں نے ملتوی کر دیا۔ وہاں جو کچھ ہوا' ہمارے ہاتھوں اور ہمارے سامنے ہوا تھا۔ ضمیموں میں کاروباری سنسنی خیزی اور حاشیہ آرائی کے سوا کوئی نئی بات نہیں مل سکتی تھی۔

ٹیلی وژن پر خبروں کا سلسلہ شروع ہوا تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ واقعہ تازہ تھا اور تفصیلات دستیاب نہیں تھیں۔ خبر میں صرف اتنا بتایا گیا کہ ہاربر سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز وائٹ ہاک نامی تفریحی لانچ دھماکوں کے ساتھ تباہ ہوگئی۔ اس حادثے میں پانچ افراد پانی میں ڈوب کر ہلاک ہوئے جن میں چار عورتیں تھیں۔ سترہ افراد زخمی ہوئے۔ انہیں لانچ کے عملے اور دوسرے مہمانوں نے ڈوبنے سے بچا لیا' تین افراد لاپتا تھے جن کی تلاش جاری تھی۔

خبر کے ساتھ وائٹ ہاک کے ڈوبنے کا آخری مرحلہ بھی دکھایا گیا جس میں اس کا پچھلا حصہ پانی میں پوری طرح غرق ہو چکا تھا۔ اگلا حصہ سیدھا کھڑا ہوا تھا اور تیزی سے پانی میں بیٹھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد پانی کے بڑے بڑے بلبلوں کے اخراج کے ساتھ اگلا حصہ بھی پانی میں غائب ہوگیا۔ اس وقت لانچ پر کوئی فرد موجود نہیں تھا۔

دو بجے چاؤفان کسی پیشگی اطلاع کے بغیر اچانک نازل ہوگیا۔ وہ ہوٹل کے باہر اپنی گاڑی میں موجود تھا اور فون کر کے مجھے بلا رہا تھا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ اسے آپ سے کچھ لگاؤ ہو گیا ہے۔'' غزالہ نے اس کی آمد کی خبر سن کر کہا' ''جب موقع ملتا ہے' آپ کے پاس دوڑا چلا آتا ہے۔''

''فضول باتوں سے دماغ چاٹ جاتا ہے۔'' میں نے جوتے پہنتے ہوئے بے زاری سے جواب دیا۔

''پھر بھی کام کا آدمی ہے آپ کے منصوبے کی ساری تیاری اسی کے ذمے تھی!''

''یہ سب کام وہ میرے لیے نہیں کرتا اسے ہر وقت

Downloaded from https://paksociety.com

ڈان کی خوشنودی کی فکر رہتی ہے۔ وہ کسی پیدائشی غلام کی طرح ڈان کا خدمت گار بنا ہوا ہے۔''

''آپ کے لیے ان دونوں کا دم غنیمت ہے۔ اسد کے چلے جانے کے بعد یہاں کون رہ گیا تھا جو آپ کی ذرا بھی مدد کرتا۔''

میں نے غزالہ کے اس تبصرے کا جواب نہیں دیا۔ الوداعی انداز میں ہاتھ لہرا کر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

''ماسٹر! آج مزہ آ گیا۔ پورے شہر میں چھوٹا راجن کی رسوائی ہو رہی ہے۔'' میرے گاڑی میں سوار ہوتے ہی اس نے خوش ہو کر کہا ''یہ دیکھو لانچ کی پراسرار تباہی پر دو اخباروں نے اپنے ضمیمے نکالے ہیں۔ وائٹ ہاک بڑی شان سے زاویے بدل بدل کر غرق ہوئی ہے۔ ان ضمیموں کی رنگین تصویریں دیکھو گے تو تمہاری طبیعت خوش ہو جائے گی۔''

مجھ سے بات کرتے ہوئے اس نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ میں نے ڈیش بورڈ پر پڑے ہوئے اخبار اٹھا لیے۔ وہ دونوں تھائی زبان کے اخبارات تھے۔ ان میں وائٹ ہاک کی غرقابی کی رنگین تصاویر کسی زبان کی محتاج نہیں تھیں۔ ایک اخبار نے وائٹ ہاک کی فائل فوٹو بھی لگائی تھی جس میں وہ لانچ بہت باوقار اور پرشکوہ نظر آ رہی تھی۔

تصویریں دیکھ کر میں نے وہ ضمیمے بے پروائی سے پچھلی سیٹ پر ڈال دیے۔

''کیا تم مجھے یہ تصویریں دکھانے آئے تھے؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''تم سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا..... میرا نہیں ڈان کا!'' میرے تیور دیکھ کر اس نے اپنی بات میں آخری فقرہ جوڑا۔ ''میں نے سوچا کہ تمہیں یہ اخبار بھی دکھا دوں۔''

''میں ابھی ٹیلی وژن پر یہ سب دیکھ آیا ہوں۔ اس واقعے میں کتنے پاپی مرے ہیں؟''

''مرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن ابھی تک تین عورتوں سمیت چار کا اعلان کیا گیا ہے، تین لاپتا ہیں۔'' اس کی معلومات ٹیلی وژن کے نشریے سے زیادہ نہیں تھیں۔

''شہر میں اس واقعے پر کیا ردِعمل پایا جا رہا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''چہ مگوئیاں اور سراسیمگی کا عالم ہے۔ اس حادثے پر لوگوں کو پچھلے واقعات بھی یاد آ رہے ہیں۔ اس کے کیسینو میں قتل، کلبوں میں دھماکے اور پھر موتی محل میں دھماکا، سب قصے از سرِ نو تازہ ہو گئے ہیں۔ ہم امن پسند اور ڈرپوک قوم ہیں۔ میرا اندازہ ہے آج سے چھوٹا راجن کے سارے کاروباری اڈے ویران ہو جائیں گے۔'' چاؤ فان نے مسرت سے بتایا۔

''وہ اپنے کاروبار کے بل پر یہاں پھل پھول رہا ہے۔ اس کے دھندے تباہ ہوں گے تو اس کے قدم خود بہ خود اکھڑ جائیں گے۔''

''ماسٹر! قدم اکھڑنے کی نہیں، اب اس کی قبر جمانے کی بات کرو۔ لانچ ڈوبنے کے بعد اس کا دماغ چل گیا ہے۔ ابھی صبح آٹھ بجے اس کے دو آدمیوں نے پٹرول ڈال کر پیٹ پونگ کے دو ہوٹلوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ پتا نہیں وہ کیا کرنا چاہ رہا ہے.....!''

اس کی زبان سے پیٹ پونگ کے ہوٹلوں کا ذکر سن کر میں چونک گیا۔ میں نے متجسس لہجے میں پوچھا۔ ''وہ سکھوں کے ہوٹل تو نہیں تھے؟''

چاؤ فان کی آنکھیں حیرت سے کشادہ ہو گئیں اور وہ والہانہ انداز میں بولا۔ ''ماسٹر! تم تو ولی ہو گئے..... تمہیں کیسے پتا چل گیا کہ وہ سکھوں کے ہوٹل تھے؟''

تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ میرے بے ساختہ سوال نے مجھے امتحان میں ڈال دیا۔ میں نے سنبھالا لے کر جلدی سے کہا۔ ''اس طرف زیادہ تر ہوٹل سکھوں کے ہی ہیں۔''

''کمال ہے!'' چاؤ فان خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا۔ ''میں دن رات وہاں کے پھیرے لگاتا رہتا ہوں، میں نے کبھی یہ بات نوٹ نہیں کی۔ تم کو میں نے ایک دن وہاں کی سیر کروائی اور وہاں کا پورا نقشہ تمہارے ذہن میں جم گیا۔''

چاؤ فان کی غائب دماغی کی وجہ سے آئی ہوئی بلا ٹل گئی۔ میرا یہ اندازہ اور پختہ ہو گیا کہ وائٹ ہاک کی تباہی کے بعد راجن اکبر کی کہی ہوئی باتوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے رہا تھا۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میں نے پیٹ پونگ میں ایک سردار جی کے ہوٹل میں بیٹھے ہوئے چار افراد کی گفتگو میں اس کی ناؤ ڈوبنے کا ذکر سنا تھا اور اس نے اشتعال کے عالم میں اپنے آدمیوں سے ان دو مشتبہ ہوٹلوں کو نذرِ آتش کرا دیا جہاں اس کے دشمن کے آدمی بیٹھتے تھے۔ وہ راجن کے ذہنی اختلال اور بربریت کی ایک بدترین مثال تھی۔

''وہاں کسی نے ان لوگوں کو روکنے کی کوشش نہیں کی؟'' میں نے پوچھا۔

''ماسٹر! کیسی باتیں کرتے ہو۔ سب کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔ ان بھیڑیوں کو کون روکتا۔ وہ آئے اور اپنی من مانی کارروائی کر کے چلے گئے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ کیسے پتا چلا کہ وہ راجن کے آدمی تھے؟'' میرا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔

''انہیں پورا شہر جانتا ہے۔ وہ جانے بوجھے چہرے تھے۔''

''کیا انہیں آتش زنی کے الزام میں نہیں پکڑا جائے گا؟''

''کون پکڑے گا؟'' اس نے سوال کیا ''پولیس اس کی زرخرید ہے۔ اول تو کوئی ان بھڑیوں کے خلاف گواہی نہیں دے گا۔ کسی نے راجن کے آدمیوں کا نام لیا تو پولیس تفتیش کے بہانے اسی کو دھر لے گی، حوالات میں ایک رات میں وہ حق گوئی سے توبہ کر لے گا۔ ایسے دھندوں میں یہاں دھاندلی اور بے رحمی چلتی ہے۔''

''تم اتنے یقین سے یہ سب باتیں بتا رہے ہو جیسے ایسا ہو چکا ہو.....!''

''ماسٹر! یہ کوئی نئی کہانی نہیں ہے۔ وہ دکانیں لوٹ لیتے ہیں، عورتوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ انہوں نے شہر کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ سب لوگ ان کے خلاف زبان کھولتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ تم لکھ لو کہ ان میں سے کوئی نہیں پکڑا جائے گا۔ برباد ہونے والے ہوٹلوں کے مالک چند روز تک رونے پیٹنے کے بعد بیٹھ جائیں گے۔ پتا نہیں ان بے چاروں کا کیا قصور تھا۔''

''ضروری نہیں کہ ان دونوں ہوٹل والوں کا کوئی قصور ہو۔'' میں نے اسے الجھانے کی نیت سے کہا۔ ''یہ راجن کی دہشت گردی بھی ہو سکتی ہے۔''

''نہیں ماسٹر!'' اس نے پرزور لہجے میں اعتراض کیا۔ ''میں یہ بات نہیں مان سکتا۔ دہشت گردی کے لیے اس نے اپنے ہم وطنوں کو کیوں نشانہ بنایا..... دونوں سکھ ہیں اور ان کے ہوٹل ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہیں۔ یہ کوئی اور ہی قصہ معلوم ہوتا ہے۔''

''اس بارے میں تم اتنے فکرمند کیوں ہو رہے ہو۔ ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ ان ہوٹلوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا۔''

''ہاں، تمہاری یہ بات میں مانتا ہوں۔'' وہ سر ہلا کر بولا۔

''ڈان نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد میں نے پوچھا۔

''تم نے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے، کیا وہ نہ بلاتا؟''

''یہ مجھ سے زیادہ تمہارا کارنامہ ہے۔ سارا بندوبست تم نے کیا تھا۔'' میں نے ہنس کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔

''پھر تو اسے مادام کا کارنامہ کہو، ہم اسی نے لگائے تھے۔''

''لیکن اس کا کھوج تم نے لگایا تھا۔ اس کام کے لیے اسے راضی کرنا بھی مشکل کام تھا۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں وہ بھی راجن کی ستائی ہوئی نکلی۔''

''ماسٹر! میں تمہارا خادم ہوں۔'' وہ اپنے سینے پر ہاتھ مار کے بولا ''حکم دو تو میں تمہارے لیے پاتال کی خبر لا سکتا ہوں۔ بس بے چاری مادام کا خیال رکھنا۔ وہ شام کی چائے پر بے چینی سے تمہارا انتظار کرے گی۔'' لی کا ذکر آتے ہی اس کی ذہنی رو بہک گئی۔

''میرا وہاں جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' میں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اسے بتا دیا۔

''ایسا نہ کرنا۔'' وہ جلدی سے بولا ''اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ وہاں نہ جا کر تم اس کی توہین کا ارتکاب کرو گے۔ یہ نہ بھولو کہ وہ دوبارہ ہمارے کام آ سکتی ہے۔''

میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر مکمل سنجیدگی کا راج تھا۔ اس کا آخری فقرہ میرے دل کو لگا۔ یہ حقیقت تھی کہ اس وقت مجھے بنکاک میں اپنے دوستوں اور ہمدردوں کی ضرورت تھی۔ لی جیسی دلیر اور بے خوف عورت کو ناراض کرنا مناسب نہیں تھا۔

''اس بارے میں دیکھا جائے گا۔ پہلے ڈان سے مل لیا جائے۔'' میں نے ٹالنے والے انداز میں جواب دیا۔

''ہاں! ڈان کی بات ہو رہی تھی۔ آج وہ تم سے بہت خوش ہے۔ تمہارے لیے تھائی زبان کا ایسا لفظ استعمال کیا جو ہم لوگ گرل فرینڈ یا محبوبہ کے لیے استعمال کرتے ہیں ..... یہ سمجھو کہ وہ تمہیں ڈارلنگ کہہ رہا تھا۔''

''تمہارے لیے یہ بات اہم ہو سکتی ہے، میرے نزدیک بے معنی ہے۔ ڈان ان لوگوں میں سے ہے جو ذرا سی لغزش پر کسی کو بھی عرش سے فرش پر لے آتے ہیں۔ اس کی خوشی یا تعریف پر بغلیں بجانے کے بجائے اپنے کام سے کام رکھو۔''

''ماسٹر! تم عجیب آدمی ہو۔'' وہ اداس لہجے میں بولا ''خوش ہونے والی باتوں پر خوش نہیں ہوتے۔ ناراض کر دینے والی باتوں پر ایک دم بپھر جاتے ہو۔ ایسا تو میں نے ڈان کو بھی نہیں پایا۔ اب یہی دیکھ لو کہ وہ وائٹ ہاک کی تباہی پر کسی بچے کی طرح خوش ہو رہا ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''دنیا کے کوئی دو آدمی ایک جیسے نہیں ہوتے۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔ ''مزاج کے اعتبار سے ڈان علی نہیں ہوسکتا اور میں ڈان نہیں بن سکتا۔ کہو تو میں ڈان کو تمہاری اس خواہش سے آگاہ کردوں کہ مجھے ڈان جیسا ہونا چاہیے۔''

''ماسٹر! ایسا غضب نہ کرنا۔'' اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''جب سے وہ گوشہ نشین ہوا ہے۔ بہت شکی اور وہمی ہوگیا ہے۔ وہ سمجھے گا کہ میں موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کی جگہ لینے کی سازش کررہا ہوں۔''

''اسی لیے کہا جاتا ہے کہ پہلے تولو پھر بولو۔ تم جب بولنے پر آتے ہو۔ تو بے تکان بولتے چلے جاتے ہو۔ یہ اچھی عادت نہیں ہے۔''

''ماسٹر! یہی تو زندگی کی ایک علامت ہے۔ زبان اسی وقت رکتی ہے جب سانس آدمی کا ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ میری اس آزادی کو مجھ سے نہ چھینو۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے خوب سمجھ گئے ہو۔ میری باتوں کا وہ مفہوم بھی بھانپ لیتے ہو جو مجھے خود معلوم نہیں ہوتا۔''

اس کی وہ تاویل بسیار گوئی کی عجیب مثال تھی۔ میں مسکرا کر رہ گیا۔

راجن سے فون پر پہلی بار بات ہوئی تو میں نے اس کے لیے اکبر کا روپ دھارا ہوا تھا۔ اس بات چیت میں میرے پاس زیادہ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں تھی۔ اس کے ذہن کو اپنی طرف سے شکوک وشبہات سے پاک رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں اس کے ہر سوال کا فوری جواب دوں۔ وہ اول درجے کا گھاگ تھا۔ یہ بات بہ خوبی جانتا تھا کہ آدمی سچ بول رہا ہو تو اسے کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں ہوتی، سچ خود بہ خود زبان پر آجاتا ہے۔ جھوٹ بولنے کا معاملہ بہت مختلف ہوتا ہے۔ ہر بات بہت سنبھل کر کہنا پڑتی ہے۔

اس نے ڈینی کے چار مفروضہ آدمیوں کے ٹھکانے کے بارے میں مجھ سے سوال کیا تو میں نے اپنے ذہن میں آنے والا پہلا جواب اس کے گوش گزار کردیا۔ سردار جی کے ہوٹل کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکی تھی کہ وہ اس ہوٹل کے خلاف دہشت گردی کی کسی کارروائی پر اتر آئے گا۔ میرا خیال تھا وہ زیادہ سے زیادہ اپنے آدمیوں کو بھی اس ہوٹل کی نگرانی پر مامور کردے گا تاکہ مشتبہ افراد ان کی نگاہوں میں آسکیں۔

وہ جھنجلایا ہوا اور شکست خوردہ تھا۔ اس کے آدمیوں کے ہاتھوں دو ہوٹلوں کی بربادی کا ذکر کرکے مجھے قلق ہوا تھا۔ وہ ایسا ناگزیر واقعہ تھا جسے ٹالنا میرے بس سے باہر تھا۔ میں سردار جی کے ہوٹل کے بجائے کسی اور مقام کا ذکر کرتا تو راجن کے آدمی وہاں بھی ویسی ہی بربادی پھیلا دیتے۔ اسے کسی نہ کسی کو اپنی جھنجلاہٹ کا نشانہ بنانا تھا۔ میں نے قبل از وقت اس حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے اسی کے ایک ہم وطن کا ذکر کیا اور ایک کے چکر میں دو سردار راجن کی جھنجلاہٹ کا نشانہ بن گئے۔

''ماسٹر! کیا شام کی چائے کے بارے میں سوچ رہے ہو؟'' مجھے خاموش پاکر چاؤفان نے پرمزاح لہجے میں ٹوکا۔

''چاؤفان! تم باز نہیں آؤ گے۔ بار بار یہ ذکر کیوں نکال رہے ہو؟''

''تم نے ابھی تک اپنے ارادے سے آگاہ نہیں کیا۔'' وہ بولا۔ ''ایک بار مثبت جواب دے دو۔ میں دوبارہ مادام کا نام لوں تو جو چور کی سزا وہ میری!''

''وقت ملا تو میں اس سے بھی مل لوں گا۔ اب اس کا ذکر نہ کرنا۔''

''ہرگز نہیں!'' وہ سر جھکا کر سعادت مندانہ انداز میں بولا۔ ''اس بے چاری نے مجھے فون پر یاددہانی نہ کرائی ہوتی تو میں تمہیں بار بار تنگ نہ کرتا۔''

''اس نے تمہیں فون کیا تھا؟'' میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

''دیکھو ماسٹر، اب مجھے الزام نہ دینا۔ تم خود اس کی بات چھیڑ رہے ہو۔'' وہ جلدی سے بولا۔ ''میں نے پہلے ہی پیش گوئی کی تھی کہ وہ تمہیں دیکھ لے گی تو آسانی سے ہمارے کام کے لیے راضی ہوجائے گی۔ تم نے میری بات نہیں مانی۔ میں نے کسی نہ کسی طرح اسے شیشے میں اتار لیا۔ اب دیکھو لو کہ رات کو اس سے تمہارے پہلی ملاقات ہوئی ہے اور وہ تمہارے گن گا رہی ہے۔ کاش.....! تمہارے اس غلام کی قسمت بھی ایسی ہوتی۔''

وہ ایک گہرا اور حسرت زدہ سانس لے کر خاموش ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد ہم ڈان کے سیلرز بار کے پچھلے دروازے پر موجود تھے۔ ہمارے وہاں پہنچنے کے وقت کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ چاؤفان نے اتنا بتایا کہ ڈان نے طلب کیا تھا۔ ڈور بیل کے جواب میں ایک خوب صورت مقامی لڑکی نے دروازہ کھولا اور ہمیں پہچان کر اندر جانے کی راہ دے دی۔

گھنٹی کی آواز ڈان نے سن لی تھی۔ ہم زینے عبور کرکے سیلرز بار کی اوپری منزل پر پہنچے تو ڈان اپنے سفید ریشمی لبادے میں ملبوس ہمارا منتظر تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

مجھے دیکھتے ہی وہ مسہری سے اتر کر میری طرف لپکا اور والہانہ انداز میں مجھے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اس کی گرفت مضبوط تھی۔ میں نے سانس روک کر اپنا سینہ سخت کرلیا تھا کہ ڈان کی گرم جوشی کے باعث کسی جسمانی نقصان سے محفوظ رہ سکوں۔

''تم واقعی جوان مرد ہو۔ تم نے میرا ایک خواب پورا کردیا۔'' ڈان جذباتی لہجے میں کہہ رہا تھا۔ آج میں نے وائٹ ہاک کو سمندر میں ڈوبتا ہوا دیکھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے چھوٹا راجن سمندر میں ڈوب رہا ہو۔ اب میرے پرانے دن لوٹ آئیں گے۔''

مجھے اپنی گرفت سے آزاد کرکے اس نے میری پیشانی کا بوسہ لیا۔ ادھیڑ عمری کے باوجود اس کے بھرے بھرے ہونٹوں میں جوانوں جیسی گرمی تھی۔ مجھ سے الگ ہوکر وہ دوبارہ اپنی شاہانہ مسہری کی طرف لوٹ گیا۔

چاؤفان مجھے رشک اور حسرت کے ملے جلے جذبوں کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

''یہ صرف میرا کام نہیں ہے۔'' میں نے چاؤفان کا دل رکھنے کے لیے ڈان سے کہا ''اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے چاؤفان نے بہت محنت کی ہے۔''

''میرے سامنے اس حرام خور کی سفارش مت کرو۔'' ڈان غرایا ''یہ کسی قابل ہوتا تو پچھلے دو سال ایسے برے نہ گزرتے۔ تمہارا چابک چل رہا ہے تو یہ اب جی جان سے دوڑ رہا ہے۔ یہ خود سے محنت کرنے والوں میں سے نہیں ہے۔'' وہ اچانک چاؤفان سے مخاطب ہوگیا ''کیوں.....؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

''ڈان! تم سچے ہو۔'' چاؤفان نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنا سر جھکا دیا ''ماسٹر نے میری کایا پلٹ کردی ہے۔ اب میں بہت محنت کررہا ہوں۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' ڈان نے طنزیہ لہجے میں کہا ''تجھے پورے بنکاک میں کوئی مردِ غوطہ خور نہیں ملا۔ تو دو دنوں سے اس لمبی گھوڑی کے گھر کے چکر کاٹ رہا تھا جو خود کو حسینۂ عالم سمجھتی ہے۔''

ڈان کی زبان سے لمبی گھوڑی کا ذکر سنتے ہی چاؤفان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن ڈان کے تیور دیکھ کر خاموش رہا۔ اس کا دہانہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنی صفائی میں کیا کہے۔

میں نے محسوس کیا کہ ڈان اس کے ساتھ زیادتی کررہا تھا۔ وہ اتنی ملامت کا سزاوار نہیں تھا۔ میں نے کہا ''شہر میں کوئی راجن کے خلاف کام کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ لی نے راجن کے ہاتھوں گہرا زخم کھایا ہوا ہے۔ اس کا دکھ ہمارے کام آگیا۔''

''میں کسی وقت لی کی کہانی بھی سن لوں گا، تم دونوں بیٹھ جاؤ۔''

ڈان نے میرے سامنے چاؤفان کو پہلی مرتبہ اتنی عزت دی تھی کہ اسے بیٹھنے کے لیے کہا تھا۔ وہ ڈرے سہمے انداز میں ایک صوفے کے کنارے پر یوں ٹک گیا جیسے اسے صوفے کے بقیہ حصے میں سوئیوں کے چھپا ہوا ہونے کا خوف ہو۔

''چاؤفان بھی میرا بچہ ہے!'' قدرے توقف کے بعد ڈان گمبھیر آواز میں بولا ''میں اسے بہت عزیز رکھتا ہوں۔ مجھے یہ سوچ سوچ کر اس پر غصہ آتا ہے کہ یہ دو سالوں سے کہاں سویا ہوا تھا۔ سب کچھ تمہارے آنے کے بعد کیوں ہورہا ہے؟''

''ڈان ..... کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔'' میں نے ملائمت سے کہا ''یہ میرے اور تمہارے ستاروں کے ملنے کا کمال ہے۔ میں اکیلا تھا تو خود بھی بھٹک رہا تھا۔ راجن کو انگلی تک نہیں لگا سکتا تھا۔ اب اس کی پسپائی کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔''

''وائٹ ہاک کی تباہی سے اس کے ہاتھ پیر پھول گئے ہیں۔'' راجن کا ذکر آتے ہی ڈان کی ذہنی رو اس کی طرف منتقل ہوگئی ''میں نے صبح سویرے دیر تک اس لانچ کے ڈوبنے کا سہانا منظر دیکھا ہے۔ اس کے ہر ہل پر مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے راجن زخم کھا کر تڑپ رہا ہو۔ وہ اتنا بزدل ہے کہ اپنی لاڈلی لانچ کو ڈوبتے تک نہیں آیا۔ خوف زدہ چوہے کی طرح اپنے موتی محل میں گھسا ہوا بیٹھا ہے۔ لوگ بتا رہے ہیں کہ اس نے صبح سے اپنا قدم باہر نہیں نکالا۔''

''وہ کئی دنوں تک کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔''

''اسے گھسیٹ کر موتی محل سے نکالو۔'' ڈان نے مطالبہ کیا ''بنکاک کی سڑکیں اور گلیاں اس کے خون کا خراج مانگ رہی ہیں، اس کام میں دیر نہ کرو۔''

وہ ڈان کی جذباتی باتیں تھیں جو میں نے خاموشی سے سن لیں۔ راجن کو براہِ راست گھیرنا اتنا آسان نہیں تھا۔

''زیرِ زمین دنیا میں خبریں سینہ بہ سینہ بہت تیزی سے سفر کرتی ہیں۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا ''اب تم منادی کرادو کہ جو راجن کا ساتھ دے گا، وہ مارا جائے گا۔ حالات کا

Downloaded from https://paksociety.com

دھارا اس کے خلاف بہہ نکلا ہے۔ اس دھمکی سے بہت سے لوگ اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ وہ اکیلا رہ جائے گا تو اسے نرغے میں لے لیا جائے گا۔''

''میں تمہاری سوچ کا پرستار ہوتا جا رہا ہوں۔'' ڈان نے تعریفی لہجے میں کہا ''تم بہت آسانی سے گرکی باتیں سوچ لیتے ہو۔ یہ تدبیر واقعی کارآمد رہے گی۔'' بات ختم کر کے اس نے اپنی استفسار طلب نگاہیں چاؤفان کے چہرے پر مرکوز کر دیں۔

''مم..... میں آج ہی یہ خبر پھیلا دوں گا۔'' چاؤفان ہکلا کر جلدی سے بولا ''کمزور مہرے تیزی سے راستے سے ہٹ جائیں گے۔''

''ابھی ڈان کا نام کھلنے کا وقت نہیں آیا، یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا۔'' میں نے براہ راست چاؤفان سے کہا۔

''ہاں، اسے تجسس میں رہنے دو!'' ڈان نے میری تائید کی ''اسے یہ پتا نہیں چلنا چاہیے کہ کون اس کے پیچھے لگا ہوا ہے، میں سن رہا ہوں کہ وہ کسی ڈینی پر شبہ کر رہا ہے۔ اس کے آدمی شہر میں ڈینی کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔''

''یہ ہمارے حق میں بہت اچھی بات ہے۔'' میں نے لقمہ دیا ''اسے کبھی نہ کسی کے پیچھے لگنا ہی تھا۔ وہ بھٹکتا رہے گا تو ہم اپنا کام آسانی سے پورا کر لیں گے۔''

''ڈینی اس کا کوئی بڑا دشمن ہے اور بنکاک میں آیا ہوا ہے تو اسے ہم پال لیں گے۔ اس وقت راجن کا ہر دشمن ہمارا دوست ہے۔'' ڈان بولا۔

موضوعِ سخن خطرناک موڑ پر آ گیا۔ میں اس وقت سے ڈرتا رہا تھا جب راجن سے دشمنی کے حوالے سے میری ذات زیرِ بحث آئے۔ وقت اور حالات میری خواہشات کے تابع نہیں تھے۔ ڈان کو اچانک وہ بات یاد آ گئی جو ایک اٹل حقیقت تھی مگر میں نے دہرے کردار کے ذریعے اسے ایک افسانے کا رخ دیا ہوا تھا۔ میں نے سرسری انداز میں اس بات کو ٹالنے کی کوشش کی تھی لیکن ڈان نے مجھے یا ڈینی کو پالنے کا ذکر کر کے ایک سنگین پیش رفت کی تھی۔

''جیسا حکم ہو۔'' چاؤفان نے رضا کارانہ انداز میں کہا ''ڈان کی ہر بات میں حکمت ہوتی ہے۔''

''اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ڈینی کو بھی تلاش کرو اور اسے میرے پاس لاؤ۔'' ڈان نے متانت سے کہا ''علی اسے بہترین راہ پر ڈالے گا۔''

''ڈان! برا نہ مانو تو میں کچھ عرض کروں۔'' میں نے دھیرے سے کہا۔

''کہو..... جو دل میں آتا ہے کہہ ڈالو۔ میں نے تم پر کبھی کوئی پابندی نہیں لگائی۔'' اس نے مربیانہ لہجے میں میری حوصلہ افزائی کی۔

''یہ نازک وقت ہے۔ ڈینی کو تلاش کرنے کی صورت میں ہمارے وسائل بٹ جائیں گے۔ اس وقت ہمیں اپنی ساری توجہ راجن پر مرکوز رکھنا چاہیے۔'' میں نے بہت محتاط انداز میں الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے کہا ''وہ ایک جھٹکے کا مہمان ہے۔ اسے ڈینی کے پیچھے لگا رہنے دو۔ وہ ہماری طرف سے غافل رہے گا اور ہم اسے مار لیں گے۔''

''تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے۔'' وہ سر ہلاتے ہوئے بولا تو میری جان میں جان آئی۔

''میں ایک وقت میں ایک دشمن سے لڑنے کے اصول کا قائل ہوں۔'' اس نے اپنی بات جاری رکھی ''ڈینی دوست ہے یا ہوگا، اس لیے میں نے اس کا ذکر کیا تھا لیکن تم درست سمت میں سوچ رہے ہو۔ چھپے ہوئے دوست کو ڈھونڈنا، دشمن کی تلاش سے کم نہیں ہوگا، وسائل بٹ جائیں گے۔ فی الحال ہمیں اپنی ساری توجہ چھوٹا راجن پر مرکوز رکھنا چاہیے۔ ڈینی اس کا مسئلہ ہے ہمارا نہیں۔''

میں نے اپنے پیٹ میں پڑتی ہوئی گرہیں کھلتی ہوئی محسوس کیں۔ میں نہایت خلوص کے ساتھ ڈان کو چکما دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

''ڈینی اسے مارے گا تب بھی ہمارا نام ہوگا۔'' چاؤفان نے ادب و احترام کے ساتھ کہا۔

''بکومت!'' ڈان غصے سے دہاڑا ''دوسرے کا مارا ہوا شکار کھانے کے بجائے اپنا شکار کھیلنے پر دھیان دو۔ چھوٹا راجن کو میرے آدمی ماریں گے۔''

چاؤفان نے خوشامد میں ڈان کی ہاں میں ہاں ملانے کی کوشش کی تھی، ڈانٹ پڑی تو اس نے سہم کر منہ لٹکا لیا۔

ڈان نے اپنے تکیے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نئے تھائی نوٹوں کی دو گڈیاں نکالیں اور میری طرف اچھال دیں ''یہ ڈیڑھ لاکھ بھات ہیں۔ بڑی گڈی تمہارا انعام ہے۔ چھوٹی گڈی چاؤفان اور اس کے آدمیوں کے لیے ہے۔''

میں نے دونوں گڈیاں لپک کر پچاس ہزار بھات والی گڈی اسی لمحے چاؤفان کی طرف بڑھا دی۔ وہ کرسی سے اٹھ کر ڈان کے سامنے رکوع کی حالت میں اتنا جھک گیا کہ اس کے سر کے لمبے لمبے بال قالین کو چھو رہے تھے۔

میں نے تشکر کے اظہار کے لیے چاؤفان کی تقلید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ کھڑے کھڑے کہا۔ ''ڈان! تم

Downloaded from https://paksociety.com

قدر شناس ہو۔ اس عزت افزائی کے لیے میں تمہارا ممنون ہوں۔ اپنے اخراجات کے لیے میرے پاس رقم ختم ہو رہی تھی۔ انعام کی صورت میں تم نے مجھے بہت بڑا سہارا دیا ہے۔''

میرے پاس رقم کی کوئی کمی نہیں تھی۔ ڈان کے دیے ہوئے انعام کو اہمیت دینے کے لیے میں نے وہ الفاظ کہہ ڈالے۔ اپنی دریا دلی کا ذکر سن کر ڈان کے چہرے پر مسرت آمیز سرخی آ گئی۔

''بدھا تم کو کامیاب کرے۔ آؤ، میں تمہیں رخصت کردوں۔'' ڈان اپنی مسہری سے نیچے اتر آیا۔ میرے قریب آ کر اس نے دوستانہ انداز میں اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور مجھے اپنے ساتھ لیتا ہوا زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

وائٹ ہاک کی تباہی کی خوشی میں ڈان کا موڈ خوشگوار تھا۔ وہ زینے طے کر کے ہمیں عقبی دروازے تک چھوڑنے کے لیے نیچے آ گیا۔ چوبی زینوں پر ہمارے قدموں کی چاپ سن کر خدمت گار لڑکی دروازے پر آ گئی تھی۔ اس نے ڈان کی جھلک دیکھی تو سہم کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ڈان نے دروازہ کھولا، چاؤفان اسے تعظیم دیتا ہوا یوں باہر نکلا جیسے کوئی چوہا گھنٹوں کی جدوجہد کے بعد چوہے دان سے باہر آتا ہے۔

ہم دونوں گلی کے سرے تک پہنچنے تک خاموش رہے پھر چاؤفان نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میدان صاف تھا، ڈان نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ چاؤفان نے اچانک میرا داہنا ہاتھ پکڑ کر عقیدت سے چوما اور اپنی آنکھوں سے لگالیا۔

''چاؤفان! تمہیں بوسہ لینے کا قرینہ بھی نہیں ہے۔'' میں نے ہلکی سی جھرجھری لے کر کہا ''تم نے میرے ہاتھ پر اپنی زبان سے تھوک لگا دیا۔''

''ماسٹر! تھائی بوسہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب تک زبان کسی کا لمس محسوس نہ کرے، ہونٹوں کو بوسے کی لذت کا پتا نہیں چل سکتا۔'' اس نے اپنا فلسفہ بیان کرتے ہوئے کہا ''میں دل وجان سے تمہارا شکر گزار ہوں کہ آج تمہاری وجہ سے ڈان نے مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کی عزت بخشی اور ایک بھاری انعام سے نوازا۔''

''میں نے تمہاری سفارش کرنے کی کوشش کی تھی مگر ڈان تمہیں مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔''

وہ ڈھٹائی سے ہنس دیا ''میں اس کی ڈانٹ ڈپٹ کا برا نہیں مناتا۔ مجھے اس کی پھٹکار میں بھی عجیب اپنائیت محسوس ہوتی ہے۔ تم نے سنا نہیں کہ وہ مجھے اپنا بچہ کہہ رہا تھا۔''

''حالانکہ تم بالغ ہو چکے ہو اور شاید عیال دار بھی ہو۔''

میں نے اسے چھیڑا۔

''اپنی بزرگی کے اعتبار سے وہ میرے باپ جیسا ہے۔ وہ ڈانٹتا ہے تو پچکارنا بھی جانتا ہے۔ اس کی یہ ادا میرے دل کو ہمیشہ موم کر دیتی ہے۔ کبھی کبھی تو دل چاہتا ہے کہ اس کے قدموں میں بیٹھ کر رونا شروع کر دوں۔''

''وہسکی کے دو چار گلاس پی لینے کے بعد اچھے خاصے آدمی اسی طرح رقیق القلب ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔''

''ماسٹر! میرا مذاق مت اڑاؤ۔ میں شراب پیتا ہوں مگر پی کر کبھی ڈان کے سامنے نہیں آیا۔'' اس نے برا سا منہ بنا کے کہا۔

ہم گاڑی تک پہنچ چکے تھے۔ دونوں نے اپنی اپنی نشستیں سنبھالیں اور ہمارا واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ چاؤفان کے چہرے سے ایسی طمانیت جھلک رہی تھی جیسے وہ کوئی بہت بڑا اعزاز جیت کر واپس لوٹ رہا ہو۔

''ماسٹر! ہمیں کہاں جانا ہے؟'' چند منٹ تک خاموشی سے کار چلانے کے بعد اس نے پوچھا۔

''مجھے ہوٹل چھوڑ دو۔ ہم اور کہاں جائیں گے!'' میں نے نیم دلی سے کہا۔

''چار بج رہے ہیں۔'' اس نے اپنی رسٹ واچ میرے سامنے کرتے ہوئے یاد دلایا۔

''تم نے پھر اس کا ذکر نکالا۔'' میں نے اسے گھور کر ترشی سے کہا۔

اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ آئی ''ماسٹر! میں نے تو کسی کا بھی ذکر نہیں نکالا تمہیں وقت بتا رہا تھا۔''

''جب تک میں اس سے نہیں ملوں گا، تم مجھے یوں ہی زچ کرتے رہو گے۔ تمہیں اندازہ ہے کہ ڈان اسے پسند نہیں کرتا۔ وہ طنز سے اسے لمبی گھوڑی اور حسینۂ عالم کہہ رہا تھا۔ میں حیران ہوں کہ اسے ایسی عامیانہ باتیں کہاں سے معلوم ہو جاتی ہیں۔''

''ذرا لمبی گھوڑی کی معنویت پر غور کرو۔ تم ڈان کی فکر رسا کے قائل ہو جاؤ گے۔ وہ اپنی معلومات کے حصول کے لیے صرف مجھ پر انحصار نہیں کرتا۔ شہر کے بہتیرے لوگ اس سے ملنے آتے ہیں۔ وہ کسی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا پھر بھی لوگ آتے ہیں۔''

''ان کے آنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہوگا۔'' میں نے پوچھا۔

''سب دوغلے ہوتے ہیں۔ چھوٹا راجن کے آدمیوں

Downloaded from https://paksociety.com

''آرہا ہوں بیگم! ذرا ٹھہرو..... میں حساب لگالوں..... کون کون سا ٹکڑا کون کون سے پڑوسی کو بھجوانا ہے.....''

سے چھپ کر ڈان کو یقین دلانے آتے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ ہیں۔ ڈان جانتا ہے کہ ایسے لوگ کسی کے ساتھ نہیں ہوتے۔ وہ بنی کے یار ہوتے ہیں۔ راجن مرجائے تو شہر ڈان کے ہاتھوں میں آجائے گا۔ ایسے وقت کے لیے وہ اپنے نمبر بنانے کے واسطے آتے ہیں۔''

''ان سے ڈان کو شہر کی خبریں ملتی ہوں گی!'' میں نے تصدیق چاہی۔

''خبریں ملتی ہیں مگر میں حیران ہوں کہ مادام سے میری ملاقاتوں کی خبر کس نے پہنچائی ہوگی۔ میں اس سے بہت رازداری کے ساتھ ملا تھا۔ یہ بات دشمنوں کے کانوں تک پہنچ گئی تو بے چاری مادام مفت میں ماری جائے گی۔''

''تمہیں اس کی فکر ہے میری کوئی پروا نہیں۔ اس کی وجہ سے میں کسی مصیبت میں پڑسکتا ہوں۔'' میں نے تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔

''ماسٹر! تم اصیل گھوڑے ہو!'' اس نے اپنی بات سے خود محظوظ ہو کر ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہا ''مصیبتیں مجھ بے چارے کی قسمت میں لکھی ہیں، تم سے دور بھاگتی ہیں۔ ڈان اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ کسی کی ذاتی دلچسپیوں میں مداخلت نہیں کرتا۔ تم نے دیکھ لیا کہ مادام پر طنزیہ تبصرہ کرنے کے باوجود اس نے مجھے اس سے ملنے سے نہیں روکا۔''

''اسے میری اور لی کی ملاقات کا علم ہوگا تو وہ کیا سوچے گا!''

''کچھ بھی نہیں۔ اس کی جوانی بہت رنگین گزری ہے۔ آج وہ اپنی عورت کی وجہ سے اس حال کو پہنچا ہے۔ وہ مجھے کانٹوں میں گھسیٹتا ہے، تم سے کچھ نہیں کہے گا..... تو پھر میں چلوں مادام کی طرف؟''

میں بے ساختہ ہنس پڑا ''تمہاری کھال بہت موٹی ہے۔ جہاں چاہو لے جاؤ۔''

وہ خوش ہوگیا ''میں باہر رک کر تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔ میری فکر نہ کرنا۔ کبھی تم عجلت میں مادام سے ہاتھ ملا کر لوٹ آؤ۔''

''تمہیں رکنے کی ضرورت نہیں۔ میں ہلٹن ہوٹل کا نام لوں گا تو کوئی بھی ٹیکسی ڈرائیور مجھے وہاں پہنچادے گا۔''

''وہ تمہیں ٹیکسی سے نہیں جانے دے گی۔'' چاؤ فان نے وثوق سے کہا ''خود چھوڑنے جائے گی اور تمہارا ہوٹل دیکھ لے گی۔ کیا تم یہ خطرہ مول لوگے؟''

''تمہیں پرکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عذاب کے فرشتے کیسے ہوتے ہوں گے۔'' میں نے بھنا کر کہا ''تم رکنا چاہتے ہو تو رکے رہنا، میں اپنی مرضی سے واپس آؤں گا۔''

''یس ماسٹر!'' اس نے بایاں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر سر

Downloaded from https://paksociety.com

کو خم دیا اور اپنی بات منوانے کی خوشی میں گاڑی کی رفتار اور بڑھا دی۔

صبح کے اولین دھندلکے میں' میں لی کا گھر دیکھ چکا تھا۔ چاؤ فان نے فٹ پاتھ کے کنارے گاڑی روکی تو میں نے وہ جگہ پہچان لی۔

''گاڑی اس کے پھاٹک پر کیوں نہیں روکی؟'' میں نے اشتباہ آمیز لہجے میں پوچھا۔

''مصلحت ماسٹر!'' وہ بائیں آنکھ دبا کر لوفرانہ انداز میں بولا ''اس ملاقات میں میری کوئی گنجایش نہیں ہے۔ گاڑی پھاٹک پر روکتا تو مجھے بھی اترنا پڑتا۔ وہ ہم دونوں کا نہیں' صرف تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''

میں نے گاڑی سے اتر کر دروازہ بند کیا اور لی کے پھاٹک کی طرف چل دیا۔

لی کا دربان ضرورت سے زیادہ مستعد تھا۔ مجھے گھنٹی کا بٹن دبانے کی ضرورت پیش نہیں آئی' وہ کسی جن کی طرح چوبی پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھول کر باہر آ گیا۔

''علی۔ میں لی سے ملنے آیا ہوں۔'' اس سے نگاہیں چار ہوتے ہی میں نے شناسائی سے اسے بتایا۔

اس کے چہرے پر اچانک تیرگی طاری ہوگئی۔ اس نے باچھیں پھیلا کر کچھ کہا جو میرے سر پر سے گزر گیا۔ اس نے اپنے کیبن کی دیوار سے لٹکے ہوئے انٹر کام پر اندر کسی سے بات کی' پھر کاٹھ کے اُلو کی طرح میرے سامنے کھڑا ہوگیا۔ وہ مجھے دیکھ کر وقفے وقفے سے یوں مسکرا رہا تھا جیسے اپنے دانت چمکا کر خیر سگالی کا اظہار کر رہا ہو۔

مجھے زیادہ دیر تک اس کے روبہ رو نہیں رہنا پڑا۔ لی اپنے بدن پر ایک ڈھیلا گون پہنے برآمدے میں نظر آئی۔ وہ پرجوش انداز میں ہاتھ لہراتی ہوئی میری طرف آ رہی تھی۔ میں نے بھی تیزی سے اس کی طرف پیش قدمی کی اور برآمدے کے سرے پر ہم یک جا ہوگئے۔

''مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے!'' اس نے نہایت گرم جوشی سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا اور مجھے اپنے ساتھ لے کر گھر میں داخل ہوگئی۔

ڈرائنگ روم چھوڑ کر وہ کشادہ راہداری میں آگے بڑھی اور بیش قیمت آرائشی اشیا سے سجی ہوئی لابی سے گزر کر ایک خواب گاہ میں داخل ہوگئی۔

اس کا پورا گھر بہت حسین اور وسیع تھا جس کی سجاوٹ میں نفاست کے ساتھ اعلا ذوق کا مظاہرہ کیا گیا تھا لیکن اس کی خواب گاہ کی سجاوٹ نے مجھے مبہوت کر دیا۔

''بہت شان دار کمرا ہے تمہارا!'' میں اس کی خواب گاہ کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔

''تمہارے آنے سے پہلے ویران تھی۔'' اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

کمرے کی فضا خنک تھی۔ کسی طرف لگا ہوا ایئر کنڈیشنر تیزی سے کام کر رہا تھا۔ دروازہ بند ہوا تو مجھے کمرے کی فضا میں رچی ہوئی الکحل کی بو کا احساس ہوا۔ میں نے ایک گہرا سانس لے کر لی کی طرف دیکھا تو اس کی مسکراتی ہوئی آنکھوں میں خمار کے ہلکے سے ڈورے تیر رہے تھے۔

میرے انداز سے وہ میرا مدعا بھانپ گئی اور مجھ پر تقریباً گرتے ہوئے بولی ''تھوڑی سی شراب ایسی ملاقاتوں کو دو آتشہ بنا دیتی ہے۔ وائٹ ہاک کی تباہی کے بعد میں ایک منٹ کے لیے بھی تنہا نہیں سو سکی۔ مجھے اس کی ضرورت تھی۔''

یہ کہہ کر اس نے انگڑائی لینے والے انداز میں اپنے ہاتھ پھیلائے اور جسم پر پہنا ہوا گون اتار کر مسہری پر اچھال دیا۔ اس کے بدن پر بہت بڑے گھیر والا ایک حریری لبادہ رہ گیا جس کی تہوں سے کہیں کہیں اس کا مرمریں بدن جھانک رہا تھا۔

اس دوران میں' میں نے مے نوشی کے لوازم سے سجی ہوئی منقش تپائی دیکھ لی تھی جو ایک بڑے صوفے کے سامنے رکھی ہوئی تھی۔ لی اٹھلا کر اس طرف چلی۔ ایک ہوش ربا منظر میرے سامنے تھا۔ لچکتی اور سرکتی ہوئی تہوں میں اس کے بدن کے بدلتے ہوئے زاویے نمایاں ہو رہے تھے۔ اس کے بدن سے گون اترتے ہی مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ اس شام کی ملاقات کے لیے لی نے کچھ زیادہ اہتمام کیا ہوا تھا۔

وہ میری میزبان تھی۔ اس کی پیشکش پر میں صوفے پر بیٹھا تو وہ مسکراتی ہوئی' میرے بدن سے تقریباً جڑ کر بیٹھ گئی۔

''کیا پینا پسند کرو گے؟'' اس نے میری طرف مزید جھک کر مخمور لہجے میں پوچھا۔

''میں چائے یا کافی کے سوا کچھ نہیں پیتا۔'' میں نے اس سے ذرا دور سرکتے ہوئے کہا۔

''اوہ.....! یہ بری بات ہے۔'' اس نے ایک ادا سے کہا اور اچانک ایک ہلکی سی چیخ مار کر خوف زدہ انداز میں اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ میں نے بھی بے ساختہ اپنی جگہ چھوڑ دی۔

باہر سے آنے والی فائر کی آواز بہت واضح تھی!

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم شی کے جھمیلے میں پھنس گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کی بیہودگی کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کا بحران پیدا کر کے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آ ٹکرایا اور بعد میں میرا دست راست ثابت ہوا۔ شی کے سر براہ جی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے بھشی سے بغاوت پر مجبور کر دیا جس پر جی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کر دیتا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین منصوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دشمن کے کیے جال بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا سفاک سربراہ تھا۔ جسے انٹیلی جنس ناسک فورس کہا جاتا تھا۔ جی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست تھی مگر غیر ارادی ایک حد سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون لوگ نامی ایک چینی بدمعاش سے دہائی دینا پڑی۔ دوسری طرف امریکا میں آ ٹزک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی سے بے انداز مال و اسلحہ خرید کر انہیں ڈیوڈ اسٹارز نامی یہودی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آ ٹزک بیل اس خطے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچ جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹارز اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کیمپ آف افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں مطعون ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے ریلیز میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر میں علم ہوا کہ پاکستان میں راسخ گرمل تھی اور اس کی پشت پناہی کو برا ڈنیم نے ایک بار پھر کوڈ نیم تلے ایک پاکستانی سیاست دان کر رہا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوبھراج تھا۔ ہم اس پر شبہ تو بھی کے ساتھ ڈالنے کا سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سنیل نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ معافی تلافی پر اتر آیا تھا۔ سوبھراج نے ہمیں بہت دور لایا۔ کئی مرتبہ وہ میرے دام میں آیا اور پھر چکنی مچھلی کی طرح پھسل کر نکلنے میں کامیاب ہوا۔ تاہم مقدر اس کا کب تک ساتھ دیتا اسے نوشتہ دیوار صاف نظر آ رہا تھا۔ اس نے آخری کوشش کے طور پر پاکستان سے فرار اختیار کیا اور بنکاک پہنچ گیا۔ میں اور غزالہ وہاں پہلے سے موجود تھے جبکہ سلطان شاہ اور ویرا امریکا میں تھے۔ ہم چند مجبوریوں کی بنا پر ملک سے نکلنے پر مجبور ہوئے تھے۔ امریکی ہماری جان کے دشمن تھے اور مقامی حکام ان کے دباؤ کا مقابلہ کرنے کی خو میں سکت نہیں پا رہے تھے۔ تھائی لینڈ میں آئی بی ایجنٹ اسد ہمارا منتظر تھا۔ وہ چھوٹا راجن اور سوبھراج دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ میرے مشن کی تفصیلات جاننے کے بعد اس نے بتایا کہ بنکاک کی زیر زمین دنیا کا ڈان برنارڈ راجن کے خلاف ہماری مدد کر سکتا تھا۔ اس کے بارے میں اسد کا کہنا تھا، ڈان برنارڈ خود بھی چھوٹا راجن کا ڈسا ہوا تھا اور بنکاک کے بدمعاشوں کی بڑی پرخت نالاں تھا۔ ڈان سے ملاقات دلچسپ رہی اور وہ چھوٹا راجن کے خلاف میری مدد کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے مجھے چاؤ فان سے ملایا جو نہایت تیز بدمعاش تھا۔ وہاں سلطان شاہ نے ایک بھکاری میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اس نے چھوٹا راجن کے کلیجہ میں بم رکھا کے کرائے۔ اسی دوران سوبھراج بھی بنکاک پہنچ گیا۔ چھوٹا راجن کا ایک محافظ میری آنکھ کے زخم کا نشانہ بن گیا تھا جس کے باعث سوبھراج نے بنکاک میں میری موجودگی کا شک ظاہر کیا۔ مگر میں اسے چکر دینے میں کامیاب رہا۔ اول خان کی رائے تھی کہ سوبھراج کی بنکاک میں موجودگی کی اطلاع امریکیوں کو دے دی جائے۔ وہ اپنے غدار سے خود ہی نبٹ لیں گے۔ میری مرضی شامل ہوتے ہی اس نے اس پر سمگلر آمد کر لیا۔ امریکی فوجیوں نے چھوٹا راجن کے گھر چھاپا مارا مگر وہ سوبھراج خطرہ بھانپتے ہی وہاں سے نکل گیا۔ دوسری طرف امریکا میں سلطان شاہ کو ایک مفلوک الحال بھکاری میں اپنی دلچسپی کا سامان نظر آ رہا تھا مگر ویرا اس کی مخالفت پر تلی ہوئی تھی۔ گاڑیوں کے ریکٹک سسٹم کے باعث مجھے سوبھراج کے نئے ٹھکانے کا علم ہو گیا اور میں چاؤ فان کے ہمراہ بنکاک کے مضافات میں واقع ایک قحبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے اس کی موت وہاں کھینچ کر لے گئی تھی۔ رات کے اندھیرے میں اس کی قسمت اس کا ساتھ چھوڑ گئی اور وہ لوپ بوری کے کھیتوں میں واصل جہنم ہو گیا۔ اس کے ساتھ تھائی لینڈ میں ہی میرا مشن پورا ہو گیا تھا۔ میں وہاں سے نکلنا چاہ رہا تھا مگر ڈان نے ہمارے پاسپورٹ اپنے قبضے میں لے لیے۔ اسی دوران میں امریکیوں نے راجن کے گھر میں دھاوا کر لیا مگر ڈان نے اس کا کریڈٹ مجھے دیا۔ اس نے مجھے ملاقات کے لیے بلوایا اور ایک لاکھ بھات بطور انعام دیے۔ میں اس سے مل کر واپس آیا تو غزالہ نے بتایا کہ سامنا نامی پولیس آفیسر کمرے کی تلاشی لیتے آئی تھی۔ میں نے اس بارے میں ڈان سے بات کی تو اس نے مجھے بتایا کہ سامنے کو اس نے بھیجا تھا۔ یہ ایک مشکل صورت حال تھی۔ ڈان کا کہنا تھا وہ میرا اس طرح امتحان لینا چاہ رہا تھا اور خوش قسمتی سے میں اس میں سرخرو ہوا تھا۔ میں وہاں سے روانگی کے لیے پرتول رہا تھا کہ راجن کے آدمیوں نے میرا ٹھکانہ دیکھ لیا تھا۔ وہ مجھے اور اسد کو سبق سکھانا چاہتے تھے مگر ہم سے پٹ کر فرار ہوئے۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ اب راجن سے دو دو ہاتھ کیے بغیر وہاں سے روانہ نہیں ہوں گا۔ اسی دوران ڈان سے ملاقات میں میں نے راجن کی بوٹ کوٹنا کر نے کی تجویز پیش کی اور وہ خوش ہو گیا۔ جلال نے بتایا کہ اس کی بنکاک تبادلے کے احکام جاری ہو چکے تھے۔ اسد بنکاک میں اپنی آخری رات گزار رہا تھا جب چھوٹا راجن کے گرگے اس کے گھر پہنچے اور اسے بتایا کہ وہ اس سے دوبارہ ملنا چاہتا تھا۔ ان کے انداز مغاہمانہ تھے اس لیے اس نے زیادہ سکمار نہیں کی تاہم انہیں آگاہ کر دیا کہ گذشتہ شب ہم دونوں پر اس کے ہرکاروں نے حملہ کیا تھا۔ انہوں نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ اس واقعے پر معذرت طلب کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اسد پاکستان روانہ ہو گیا دوسری طرف پاکستان میں ایف بی آئی کا ایک ایجنٹ جہانگیر کے فلیٹ تک پہنچا اسے میری تلاش تھی مگر سلمیٰ نے وزنی بیلن سے اس کی کھوپڑی چٹخا دی اور وہ واصل جہنم ہو گیا جس کے بعد جہانگیر سلمیٰ کو لے کر اٹیشن فور میں قیام پذیر ہو گیا۔ بنکاک میں چاؤ فان اپنی ہم پہ لگا ہوا تھا۔ بہت جلد اس نے مجھے بتایا کہ لی نامی ایک عورت راجن کی بوٹ کے تلے میں بم لگانے پر آمادہ ہو گئی ہے۔ میں اس عورت سے ملا وہ بھی راجن کی ڈسی ہوئی تھی۔ تمام کام بخیر و خوبی انجام پایا اور وائٹ ہاک سمندر کے پانیوں میں غرق ہو گئی۔ میں نے اکبر کے فرضی نام سے راجن سے رابطہ کیا وہ مجھ سے ملنے کے لیے بے چین تھا مگر میں اسے ٹالتا رہا۔ بادام لی زبردست عورت تھی اس نے مجھے چائے پہ بلایا میں بادل نخواستہ اس کے گھر پہنچا۔ میں اندر داخل ہی ہوا تھا کہ باہر ایک فائر کی آواز گونجی اور میرا دل حلق میں آ گیا۔

اب آپ قسط نمبر 252 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

”یہ حرام زادہ باز نہیں آئے گا۔“ لی نے لمحے بھر بعد کے ساتھ کہا ”مجھے کسی سے اس کے ہاتھ پیر تڑوانا پڑیں گے۔“ اپنے اضطراری ردِعمل سے سنبھلنے کے بعد جھلاہٹ اور غصے

Downloaded from https://paksociety.com

میرے لیے لی کے وہ الفاظ حیران کن تھے۔ باہر گولی چلنے کے بعد اس کا وہ تبصرہ یہ ظاہر کررہا تھا کہ وہ اچانک فائر کرنے والے سے اچھی طرح واقف تھی۔

''تم کس کا ذکر کررہی ہو؟'' میں نے تحیر زدہ لہجے میں پوچھا۔

''یہ پھوم فاٹ کے سوا کسی کی حرکت نہیں ہوسکتی۔'' وہ غصے سے بل کھاتے ہوئے بولی ''وہ بہت گھٹیا اور گھناؤنا آدمی ہے۔ پچھلے ایک مہینے میں آج اس نے چوتھی بار یہاں سے گزرتے ہوئے ہوائی فائر کیا ہے۔''

''پھوم فاٹ!'' میں نے معنی خیز انداز میں وہ نام دہرایا اور کہا ''تمہارا کوئی ناراض اور بگڑا ہوا عاشق معلوم ہوتا ہے۔'' فائر کے بارے میں لی کی تفصیلی وضاحت سن کر میری تشویش اور پریشانی رفع ہوچکی تھی۔

''بنکاک کا ایک اوباش رئیس زادہ ہے۔ مجھے صورت ہی سے وہ مکروہ اور گھناؤنا نظر آتا ہے۔ میں اپنا جسم بیچتی ہوں مگر ہر ایرے غیرے کو نہیں۔ میری خلوت میں صرف وہی لوگ آتے ہیں جو مجھے پسند نہ ہوں تب بھی' کم از کم گوارا ضرور ہوتے ہیں۔ پھوم فاٹ کو میں نے یہاں سے بھگا دیا تھا۔ اس کے دماغ میں اپنی دولت کا خناس گھسا ہوا تھا۔ اس نے مجھے منہ مانگا معاوضہ دینے کی پیشکش کی' میں نے اسے بھی ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد سے وہ بدمعاشی پر اتر آیا ہے۔ جب بھی زیادہ پی لیتا ہے تو اسے میرے وجود کی خلش ستانے لگتی ہے۔ وہ اپنے دو چار حواریوں کے ساتھ یہاں ایک آدھ ہوائی فائر کرتا ہوا گاڑی میں بھاگ جاتا ہے۔ کمینہ سمجھتا ہے کہ اس طرح میں ڈر کر اس کے سامنے ہتھیار ڈال دوں گی۔''

وہ کہانی سناتے ہوئے لی صوفے پر بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ تھام کر اس نے مجھے بھی اپنے قریب بٹھالیا۔ اس کے حریری لباس کی تہیں ڈھلک کر نیچے چلی گئی تھیں اور میں اس کے وجود کے بعض حصوں کے لمس سے پریشان ہورہا تھا۔

''تمہیں پولیس کو ان واقعات سے آگاہ کردینا چاہیے تھا۔'' میں نے اسے مشورہ دیا۔

وہ استہزائیہ انداز میں ہنس کر بولی ''تم کس پولیس کی بات کررہے ہو۔ وہ پھوم فاٹ کے بجائے مجھے ہی... پریشان کریں گے۔ ان کے لیے وہ لفنگا یہاں کا ایک باحیثیت اور معزز شہری ہے اور میں ایک طوائف۔ وہ میری شکایت پر کان نہیں دھریں گے۔''

اس نے میز سے گلاس اٹھا کر تلخ لاوے کا ایک گھونٹ لیا اور میں سرک کر اس سے الگ ہوگیا۔ اس کے ذہن کو اس خفیف سی تبدیلی سے ہٹانے کے لیے میں نے کہا ''تمہاری یہ منطق میری سمجھ سے باہر ہے۔ تم دکان سجاتی ہو تو یہاں ہر قسم کا گاہک آئے گا۔ کوئی دکان دار آنے والے گاہکوں پر پابندی نہیں لگا سکتا۔ اگر تم نے اپنے جسم کو روزی کمانے کا ذریعہ بنالیا ہے تو پسند اور ناپسند والی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔''

''تمہیں سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے' میں اس پر کوئی سمجھوتا نہیں کرسکتی۔ تم برج' پوکر اور رمی وغیرہ ہر ایک کے ساتھ نہیں کھیل سکتے۔ اس کے لیے تم اپنی پسند اور معیار کے کھلاڑی تلاش کرتے ہو۔ میرا بھی یہی معاملہ ہے.....''

میں نے اس کی بات وہیں اچک لی ''تم غلط مثال دے رہی ہو۔ تاش کے سارے کھیل تفریح کے زمرے میں آتے ہیں' تمہارا کام مختلف ہے۔''

اس نے پرزور انداز میں اپنے سر کو نفی میں جنبش دیتے ہوئے جواب دیا ''میں بھی اپنے پیشے کو تفریح کا درجہ دیتی ہوں۔ میں آلو' پنے اور دلیا نہیں بیچتی' اپنے وقت کا سودا کرتی ہوں۔ اس کے لیے مجھے اپنی پسند کے انتخاب کا حق ہے..... تم بلاوجہ اس چکر میں کیوں پڑ رہے ہو۔ تمہارا معاملہ مختلف ہے۔ تم یقین کرو کہ تم سے مل کر میری روح تک خوش ہوگئی۔ تم جیسی مرد کی رفاقت کے لیے میں منہ مانگا معاوضہ ادا کرنے کو تیار ہوجاتی۔ یہ تمہاری مہربانی ہے کہ تم اپنا وعدہ نبھانے کے لیے آگئے۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ تم میں پیرس کی رنگین مزاج اور مالدار عورتوں کی خُو بُو آگئی ہے۔''

وہ ہنس دی ''کیا وہاں واقعی ایسا ہوتا ہے؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''میں کبھی پیرس نہیں گیا لیکن سنا یہی ہے۔ وہاں اس تماش کی عورتیں آسودگی کی تلاش میں دونوں ہاتھوں سے اپنی دولت لٹاتی ہیں۔''

''میں بھی کبھی پیرس نہیں گئی۔'' اس نے خوش دلی سے اپنی صفائی پیش کی ''یہ بات یہاں عام ہوجائے تو بنکاک کے سارے کنگال شہدے پیرس چل دیں گے۔''

''مجھے حیرت ہے کہ پھوم فاٹ یہاں آتا ہے اور فائر کرکے چلا جاتا ہے' تمہارا چوکیدار اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''تیزی سے گزرتی ہوئی کار کے خلاف وہ بے چارہ کیا کرسکتا ہے!'' لی نے اپنے ملازم کا دفاع کرتے ہوئے کہا ''اس پر دورہ پڑنے کا کوئی وقت مقرر ہے نہ دن۔ اب یہی دیکھ لو کہ اس وقت چار بجے ہیں اور وہ یہاں سے گزر رہا ہے۔ اگر وہ نشے میں دھت تھا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دوپہر سے شراب پی رہا ہوگا۔''

''کسی کے گھر پر یوں فائر ہونا معمولی واقعہ نہیں ہے۔ ان کپڑوں میں تمہارا سارا بدن جھلک رہا ہے۔ گون پہنو۔ ہم باہر چل کر دیکھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ پھوم فاٹ کی حرکت نہ ہو باہر کوئی اور واقعہ پیش آیا ہو۔''

''بیٹھے رہو!'' اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مخمور سی آواز میں کہا ''میں نے تمہیں کسی تفتیش کے لیے نہیں بلایا۔ یہاں بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرتے رہو۔ باہر کوئی گڑبڑ ہوئی ہوتی تو دربان اب تک انٹرکام پر مجھے بتا چکا ہوتا۔''

میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی نظریں پہلے ہی میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ہماری نگاہیں چار ہوئیں تو میں نے اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں عجیب سی حیوانی چمک محسوس کی۔ اس وقت لی کی آنکھیں اس کے دل کی زبان بولتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں ان نگاہوں کی تاب نہ لاسکا۔ چند ثانیوں بعد سٹپٹا کر اپنی نظریں جھکائیں۔

''تم نے مجھے چائے پینے کے لیے بلایا تھا۔ اس کا دور دور تک پتا نہیں ہے۔'' وہ نکتہ ذہن میں آتے ہی میں نے سر اٹھا کر کہا۔

''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم شراب پینے سے ڈرتے ہو۔'' اس نے اپنی دانست میں مجھے اکسانے کی کوشش کی ''چائے بھی آجائے گی۔''

وہ آخری فقرہ ادا نہ کرتی تو میں اسے خاصا سخت جواب دینے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ چائے آنے کی اطلاع ملنے پر میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

لی نے اپنی خواب گاہ میں اپنی سہولت کے لیے بہت سے بندوبست کیے ہوئے تھے جن میں سے ایک یہ تھا کہ اس پر خفیہ صوفے کے کسی حصے میں گھنٹی کا بٹن چھپا ہوا تھا۔ لی نے مجھ سے بات کرتے ہوئے خاموشی سے وہ بٹن دبایا اور اندر گھنٹی کی ہلکی سی مترنم آواز گونجتی ہوئی سنائی دی تو مجھے شبہ تک نہ ہوسکا کہ وہ گھنٹی لی نے بجائی ہوگی۔ چند لمحوں بعد ایک خوب رو اور نازک اندام لڑکی دروازے پر دستک دینے کے چند ثانیوں بعد اندر آئی تو مجھ پر وہ عقدہ واضح ہوگیا۔

لی کے مقابلے میں لڑکی کا لباس بہت قرینے کا اور مکم تھا۔ اس کے مودب قرینے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ لی ملازمہ تھی۔

لی نے مسکرا کر تھائی زبان میں اسے کچھ ہدایت دی ا وہ سر کو ہلکا سا خم دے کر واپس چلی گئی۔

''ملازمہ کو بلایا تھا تو تمہیں اپنے بدن پر گون ڈال چاہیے تھا۔ یہ باریک ریشمی لبادہ تمہارے جسم کو چھپانے لیے ناکافی ہے۔'' میں نے ملائمت آمیز لہجے میں کہا۔

''اسے سب معلوم ہے۔'' اس نے بے پروائی جواب دیا ''ویسے بھی یہاں کی عورتیں' عورتوں سے پردہ نہ کرتیں۔ تم بلاوجہ بھکشو بننے کی کوشش نہ کرو۔ یہ لڑکی بہت چائے بناتی ہے' پی کر تمہاری طبیعت خوش ہوجائے گی۔''

''تم بہت بے باک ہو۔ تمہارے ملازمین تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے!''

''جب تک انہیں وقت پر معقول تنخواہیں ملتی رہیں گی کچھ نہیں سوچیں گے۔ میں اپنی آمدنی کو سوچ سمجھ کر ڈھنگ سے خرچ کرتی ہوں۔ سب مجھ سے خوش ہیں۔''

اس کے بدن کی ہر جنبش سے اس کا ریشمی لبادہ اس متناسب بدن پر ادھر سے ادھر ڈھلک رہا تھا' میں کوشش کر تھا کہ اس کی طرف دیکھے بغیر بات کرتا رہوں۔ وہ میر برابر میں بیٹھی ہوئی تھی اس لیے مجھے اپنی کوشش میں کام حاصل ہو رہی تھی۔ اسے اس لباس میں دیکھ کر مجھے مان لینا کہ وہ فسوں خیز وجود رکھتی ہے جس کے سحر سے کوئی بھی زی دیر تک محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔

اس نے تپائی پر رکھے ہوئے پیکٹ میں سے آ سگریٹ نکال کر سلگائی اور ایک گہرا کش لے کر دوبارہ ''میں نے تمہیں اپنی پوری کہانی سنادی۔ تم نے پلٹ کر یہ پوچھا کہ میں نے چھوٹا راجن کی درندگی کے خلاف کارروائی کی۔''

''مجھے یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں کہا ''ابھی تم پھوم فاٹ کے حوالے سے بتا چکی ہو کہ یہ پولیس اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کے بجائے تم پریشان کرے گی۔ راجن' پھوم فاٹ سے بڑا اور خطرنا آدمی ہے۔ اس نے پولیس کے محکمے کے کلیدی افسروں کو کرا اپنا غلام بنایا ہوا ہے۔ ان سے راجن کے خلاف انصا کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ تمہارے سامنے صبر کرنے کے کوئی راستہ نہیں تھا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''ماسٹر! تم بہت گہرے اور ذہین آدمی ہو۔'' وہ ایک گہرا سانس لے کر بولی ''مجھے اپنے راستے کی رکاوٹ کا اندازہ تھا۔ میں نے خاموشی سے اپنی بہن کو سپرد خاک کرتے ہوئے یہ تہیہ کرلیا تھا کہ میں چھوٹا راجن سے اپنی بہن کے خون کا انتقام لے کر رہوں گی۔ تمہاری اور چاؤ فان کی وجہ سے میرا وہ عہد پورا ہوگیا۔ اب میں تمہاری پابندی ہوں۔ مجھ سے نظریں نہ چراؤ۔ غور سے میری طرف دیکھو۔ میں حسین ہوں' جوان ہوں' سبک اندام اور دراز قامت ہوں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری دسترس میں ہوں۔ پتا نہیں تم مجھ سے دور کیوں ہو رہے ہو۔ اس کمرے میں آنے والوں کو میں نے اکثر دیوانہ ہوتے دیکھا ہے۔ میرا جادو لوگوں کے سر چڑھ کر بولتا ہے۔''

''ضرور بولتا ہوگا۔'' میں نے پورے خلوص سے اس کی تائید کی ''میں بھی پتھر نہیں ہوں۔ گوشت پوست سے بنا ہوا انسان ہوں۔ تمہارے لباس سے جھلکتا ہوا سراپا دیکھ کر میرے دماغ میں بھی انگارے سے چٹخ رہے ہیں۔''

وہ فاتحانہ انداز میں دھیرے سے ہنس دی ''آدمی ایمان دار ہو' جھوٹ نہیں بولتے۔ تم چائے پی لو پھر میں دیکھوں گی کہ تم کو خود پر کتنا قابو ہے۔''

وہ اپنا گلاس لے کر ایک ادا کے ساتھ اٹھی اور مست خرامی کرتی ہوئی اپنی پرتکلف مسہری پر میرے سامنے دراز ہوگئی۔ شاید اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ میرے برابر میں بیٹھے رہنے کے بجائے وہ میرے سامنے آکر مجھے زیادہ موثر انداز میں رجھا سکے گی۔

اس نے نزاکت سے اپنا گلاس مسہری کے گدے پر رکھا اور اپنا چہرہ بائیں ہتھیلی پر ٹکا کر میری طرف کروٹ لے لی۔ اس کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں میں دبی ہوئی سگریٹ سے سرمئی دھواں لہراتا ہوا اوپر اٹھ رہا تھا۔

''لی! مجھے امتحان میں نہ ڈالو!'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''اپنا گون پہن لو۔ چاؤ فان تمہیں بتا چکا ہے کہ میں شادی شدہ ہوں.....''

''ماسٹر! شاید تم کو یہ جان کر حیرت ہو کہ میرے مہمانوں میں اکثریت شادی شدہ لوگوں کی ہوتی ہے۔'' وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولی ''وہ اپنی گھریلو زندگی سے اکتا کر میرے پاس آتے ہیں۔ میں ان کا دامن خوشیوں سے بھر دیتی ہوں۔''

''وہ اور لوگ ہوتے ہوں گے۔ میں وفا کا.....''

میری بات پھر ادھوری رہ گئی۔ اس بار لی کی سانولی سلونی اور خوش رو ملازمہ میرے لیے چائے کی ٹرے سنبھالے کمرے میں آگئی۔

اس نے ٹرے میز پر رکھی' میرے لیے چائے بنائی اور پیالی میرے سامنے رکھ کر خاموشی سے واپس لوٹ گئی۔ وہ چائے کے ساتھ دوسرے بہت سے لوازم بھی لائی تھی۔

''تم وفا کی بات کررہے تھے۔'' خواب گاہ کا دروازہ بند ہونے کے بعد لی نے مجھے یاد دلایا ''ماسٹر! مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ میرا دعویٰ ہے کہ جمال پرست تمہاری نس نس میں رچی ہوئی ہے اور جو مرد جمال پرست ہو وہ کبھی ایک عورت کا وفادار نہیں ہوتا۔ اس کی طبیعت سیمابی ہوتی ہے۔ وہ بھونرے کی طرح کلی کلی منڈلاتا رہتا ہے۔ تمہیں بھی اپنے اوپر بھروسا نہیں ہے اس لیے تم مجھے نگاہ بھر کر دیکھنے سے ڈر رہے ہو۔''

''یونہی سمجھ لو۔'' میں نے ہنس کر کہا ''یہ اپنے بارے میں تمہاری رائے ہوسکتی ہے۔ میں اس سے متفق نہیں ہوں۔ تم ڈراؤنی نہیں ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ قسمت نے تمہیں زہد شکن حسن سے نوازا ہے۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم خود کو بہت بے رحمی سے لٹا رہی ہو۔ تم نے اپنے لیے غلط راستے کا انتخاب کیا ہے۔''

اس نے اپنے گلاس سے ایک گھونٹ لیتے ہوئے' دلچسپی سے میری بات سنی پھر سگریٹ کا ایک کش لے کر بولی ''تم دردمند انسان ہو۔ کبھی کبھی میں خود بھی یہ محسوس کرتی ہوں کہ میں نے اپنے لیے زندگی گزارنے کا کوئی اچھا ڈھنگ اختیار نہیں کیا لیکن اب میری واپسی کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ بدھا نے کہا ہے کہ اچھا انسان وہ ہے جو دوسروں میں خوشیاں بانٹ سکے۔ میں یہ سوچ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتی ہوں کہ میں اپنے ہر مہمان کو مسرتوں سے نہال کر کے لوٹاتی ہوں.....''

''یہ تمہاری خود فریبی ہے۔'' میں نے بے چینی سے پہلو بدل کر اس کی بات کاٹ دی ''جب ان اعلیٰ اصولوں کی بات ہوتی ہے تو سچائیوں کا ذکر آتا ہے' تم منفی سمت میں سوچ رہی ہو۔ اگر کسی جنونی کو انسانی خون بہا کر خوشی حاصل ہوتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ اس کے لیے خون ریزی جائز ہوگی۔ بدی ہر حال میں بدی رہتی ہے۔ تم اسے نیکی کا درجہ دینے کی بھیانک غلطی کررہی ہو۔''

''ماسٹر! ان باتوں کو چھوڑو!'' اس نے کسل مندانہ انداز میں ایک ہلکی سی انگڑائی لیتے ہوئے کہا ''مجھے اب ان فلسفوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ تم اچھی تقریر کرلیتے ہو لیکن تمہاری یہ باتیں میرے لیے بے سود ہیں۔ میں نے اپنی دنیا

Downloaded from https://paksociety.com

خود بنائی ہے۔ مجھے اس میں مگن رہنے دو۔ بے وقت کی اس راگنی سے میرے سرور کو خراب نہ کرو۔''

''دراصل میں بھی تم کو یہی بتانا چاہ رہا ہوں۔ میری بھی ایک دنیا ہے۔ مجھے اس میں رہنے دو۔ مجھے اپنی دنیا میں گھسنے کی کوشش مت کرو۔'' میری مزاحمت جاری رہی۔

''تم چائے پیو۔ یہ ٹھنڈی ہو کر بے مزہ ہو جائے گی۔'' اس نے اچانک بات بدل دی۔

اس سحر انگیز اور خنک خواب گاہ میں کھڑکیوں پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ کمرے میں باہر کی روشنی کا کوئی گزر نہیں تھا۔ وہاں دھیمی اور خواب ناک روشنیاں نہ جل رہی ہوتیں تو سرِ شام ہی وہاں رات اتری ہوئی معلوم ہوتی۔ میں نے پیالی سے چائے کا پہلا گھونٹ لیا اور میں لی کی خادمہ کے ہنر کا قائل ہو گیا۔ چائے بہت لذیذ تھی۔

لی نے اس شام مجھ سے ملاقات کے لیے اپنے ذہن میں ایک نقشہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اس کے کیف و سرور میں مجھ سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی۔

چائے کی پیالی خالی ہونے تک مجھے اپنا سر بھاری ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ لی دلچسپی سے میرا جائزہ لے رہی تھی۔

رفتہ رفتہ میرے ذہن پر سرور کی عجیب سی کیفیت طاری ہونے لگی اور میں صوفے پر پھیل کر بیٹھ گیا۔ طبیعت چاہ رہی تھی کہ میں وہیں لیٹ جاؤں۔

''کیا بات ہے۔ تم کچھ بے آرام نظر آ رہے ہو!'' لی نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

''تم نے اچھا نہیں کیا۔'' میں نے بوجھل ہوتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''میری چائے میں شاید کوئی مسکن دوا ملی ہوئی تھی۔''

شوخی سے اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اور وہ بولی ''میں اس لڑکی سے عاجز ہوں۔ یہ خورد و نوش کی چیزوں میں ذائقہ پیدا کرنے کے چکر میں نت نئے تجربے کرتی رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے تمہاری چائے میں کچھ ملا دیا ہو۔''

اپنی بات پوری کرتے ہی وہ مسہری سے اتر آئی۔ قریب آ کر اس نے بہت نرمی سے میرا بازو تھاما اور میرے اوپر جھکتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی ''آؤ..... کچھ دیر کے لیے لیٹ جاؤ۔ ذرا سی دیر میں تمہاری طبیعت سنبھل جائے گی۔''

وہ مجھ سے اتنا قریب آ گئی کہ بعض مقامات پر میرا اور اس کا درمیانی فاصلہ صفر ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے وجود سے آنے والی مہکار میرے مخمل ہوتے ہوئے اعصاب پر کسی نہ کسی حد تک اثر انداز ہونے لگی۔

اس نے مجھے صوفے سے اٹھایا اور کشاں کشاں اپنی مسہری پر لے گئی۔ مجھے وہاں لٹانے کے بعد وہ خود بھی مسہری پر آ گئی۔ اس نے میرے سر کے نیچے سے تکیہ نکال کر میرا سر اپنی گود میں لے لیا اور ہولے ہولے میرا سر سہلانے لگی۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں موند لیں۔

''ماسٹر!'' میرے کان میں اس کی سرگوشیانہ آواز گونجی ''میں نے تم سے اپنے انتقام کی بات کی تھی نا۔ وہ ابھی ادھورا ہے۔ وائٹ ہاک کو ڈبو کر ہم نے چھوٹا راجن کا غرور توڑا ہے۔ میرے دل میں اس دن ٹھنڈک پڑے گی جب میری مظلوم بہن کی طرح وہ خود بھی پیوند خاک ہو گا۔''

''لی..... تم نے یہ بات کہنے کے لیے بہت لمبا طریقہ اختیار کیا ہے۔'' میں نے اسے جواب دیتے ہوئے اپنی آواز میں بھاری پن محسوس کیا ''تم مجھے چائے پلائے بغیر بھی اپنی اس خواہش کا اظہار کر سکتی تھیں۔ اس وقت میرا بدن ٹوٹ رہا ہے۔ دماغ ہواؤں میں اڑ رہا ہے۔ تم نے میری چائے میں کیا ملوایا تھا؟'' میری آنکھیں بہ دستور بند تھیں۔

''تھوڑی سی ایل ایس ڈی!'' وہ میرے اوپر جھک آئی ''ماسٹر! تمہاری آنکھیں اتنی جگمگیلی اور خوفناک ہیں کہ میں تم سے نظریں ملا کر یہ بات کہتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ کوئی کتنا ہی برا کیوں نہ ہو اسے جان سے مارنے کی بات کرنا آسان نہیں ہوتا۔''

مجھے خوشی ہوئی کہ بنکاک میں راجن کے خون کے پیاسوں میں ایک کا اضافہ ہو چکا تھا۔ میرے حواس پر چھا جانے والی سرور کی لہر اتنی گہری ہو چلی تھی کہ میں خواہش کے باوجود لی سے کچھ نہ کہہ سکا۔

میں راجن کے لیے لی کے دل میں چھپی ہوئی بے پناہ نفرت کے بارے میں جان کر خوش تھا' لی مجھے ایل ایس ڈی کے سہارے زیر کر کے خوش تھی۔ اسے جو کچھ کرنا تھا وہ کر گزری تھی۔ اس بارے میں اس سے کچھ کہنا سننا بے سود تھا۔ بحث کے نتیجے میں صرف تلخی پیدا ہو سکتی تھی۔ میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ میری مفاہمانہ خاموشی اور سپردگی نے لی کا حوصلہ بڑھا دیا۔ اس نے مجھے جس میزبانی کے ارادے سے اس شام اپنے گھر بلایا تھا' وہ پورے اہتمام کے ساتھ اس کی انجام دہی کی طرف مائل ہوتی چلی گئی۔

میں ایک مدت تک شراب نوشی کی بری عادت کا شکار رہا۔ پیتا تھا تو بس پیتا ہی چلا جاتا تھا لیکن ایسی بلا نوشی کے

Downloaded from https://paksociety.com

باوجود میں کبھی مدہوشی کی کیفیت سے دوچار نہیں ہوا تھا۔ ایل ایس ڈی کے استعمال کے بارے میں وہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ میں نے سنا ہوا تھا کہ وہ ہیروئن کی طرح متعدد طریقوں سے استعمال کی جاتی تھی۔ لی نے مجھے شکار کرنے کے لیے شاید اس کی کوئی خاص قسم چائے میں ملا کر دھوکے سے میرے دوران خون میں شامل کی تھی۔ اس کے اثرات بہت تیز اور گہرے تھے۔

اس دوران میں لی والہانہ انداز میں میرے ساتھ جو سلوک کرتی رہی' مجھے اس کی بدلتی ہوئی کیفیات کا مکمل ادراک تھا لیکن اس کے ساتھ میرے ذہن میں عجیب وغریب پیکر اور اوہام بھی سر ابھارتے رہے تھے۔

جب فون کی گھنٹی بجی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ بھی میرے وہم کا کرشمہ رہا ہو۔ میرے لیے وہاں فون آنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ جب گھنٹی کئی بار بجی اور میں نے اپنے موبائل فون پر توجہ نہیں دی تو میرے برابر میں' بستر پر دراز لی نے نرمی سے مجھے جھنجوڑ کر دھیرے سے کہا ''ماسٹر! تمہاری کال آرہی ہے۔ فون سن لو!''

گزرے ہوئے لمحوں میں میری ذات کی طرح سب کچھ لی کے بستر پر بکھر گیا تھا۔ میں نے بوجھل پپوٹے کھولے تو میرا موبائل فون لی کے ہاتھ میں تھا۔

میں نے فون کا بٹن دبا کر کسل مندی کے ساتھ ہیلو کہا تو دوسری طرف سے چاؤ فان کی مسرت آمیز اور چہکتی ہوئی آواز آئی ''ماسٹر! تم کہاں ہو؟''

''تمہاری لی کی خواب گاہ میں سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔'' میں نے مبہم الفاظ میں اپنی کیفیت بیان کی۔ غنیمت یہ تھا کہ ایل ایس ڈی نے میرے ذہن کو پوری طرح ماؤف نہیں کیا تھا۔

''وہاں بڑے بڑے لڑکھڑا جاتے ہیں!'' ہلکے سے قہقہے کے بعد اس کی آواز ابھری ''میں نے تم کو بتا دیا تھا کہ مادام خطرناک مگر مزے دار عورت ہے۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تم میری غیر حاضری میں یہاں سے نہ نکل گئے ہو۔''

مجھے یاد آ گیا کہ وہ لی کے گھر کے باہر رک کر میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا ''تم کہاں چلے گئے تھے؟''

''مادام کو بتا دو کہ آج میں نے اسے پریشان کرنے والے پھوم فاٹ کی عزت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اب وہ بھول کر بھی ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔''

یکا یک مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ میں مسہری کے سرہانے سے ٹیک لگا کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا ''کیا باہر اسی نے گولی چلائی تھی؟''

''ہاں' ماسٹر!'' اس نے پُرجوش لہجے میں اثبات میں جواب دیا ''تمہیں معلوم ہے کہ میں مادام کا پرانا معتقد ہوں۔ اس نے مجھے بتایا ہوا تھا کہ پھوم فاٹ اسے پریشان کرتا رہتا ہے۔ آج اس کی شامت آئی ہوئی تھی کہ وہ میری موجودگی میں ادھر آ نکلا۔ فائر ہوتے ہی میں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ لمبے تعاقب کے بعد میں نے لم پنی پارک کے قریب اسے گھیر کر ایسی مار لگائی ہے کہ وہ عمر بھر یاد رکھے گا.....''

اس وقت چاؤ فان کی فون کال میرے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوئی۔ اس کی آواز سنتے ہی میرا ذہن ایل ایس ڈی اور لی کے جسمانی سحر سے تیزی سے آزاد ہونے لگا۔ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا ''تمہیں اس سے الجھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اب وہ لی کو کوئی گزند پہنچانے پر تل جائے۔''

''میرا کیا ذکر ہے۔ کیا چاؤ فان کا فون ہے؟'' لی نے اضطراری انداز میں سوال کیا۔

میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کر دیا۔ چاؤ فان کہہ رہا تھا ''ماسٹر! اب وہ بھول کر بھی ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ میں نے دل کھول کر اس کی پٹائی کی ہے۔ آخر میں' میں نے اس کے بدن سے ایک ایک کپڑا اتروا کر اس کی گاڑی کے چاروں ٹائروں کی ہوا نکال دی۔ اب وہ اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ وہاں ایک تماشا بنا ہوا ہوگا۔ اس کا پستول اور کپڑے میں اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔ یہ مادام کی نذر کروں گا۔''

''اب زلزلہ آ جائے تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ میں ذرا سی دیر میں آ رہا ہوں۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا۔

دورانِ گفتگو میں میری زبان سے اپنا نام سن کر لی مضطرب ہوگئی تھی۔ چاؤ فان سے میری گفتگو ختم ہوتے ہی وہ میرے پیچھے پڑ گئی۔

جب میں نے اسے پورا واقعہ سنایا تو فتح مندی کے احساس سے اس کا چہرہ دمک اٹھا۔ وہ مسرت سے مغلوب لہجے میں بولی ''کسی پر برا وقت آتا ہے تو حالات اسی طرح رخ بدل لیتے ہیں۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ تم نے چاؤ فان کو باہر روکا ہوا ہے۔ اس نے جو کچھ کیا' بہت اچھا کیا۔ تم بلاوجہ اس بے چارے کو ڈانٹ رہے تھے۔ پھوم فاٹ بزدل عاشق ہے۔ اب وہ ادھر آئے گا نہ کسی کو اپنے ساتھ پیش آنے والے

Downloaded from https://paksociety.com

واقعے کے بارے میں بتائے گا۔ پہلے والے دل پھینک مردانہ پرست بھی ہوتے ہیں۔ دوسروں کو اس بارے میں بتاتے ہوئے وہ اپنی سکی محسوس کرے گا۔ جو ہوا ہے' وہ بہتر ہوا ہے..... اور ہاں! یہ تو بتاؤ کہ بے چارہ چاؤ فان باہر کیوں رکا ہوا ہے؟ تم اسے اپنے ساتھ اندر کیوں نہیں لائے؟''

''تم نے صرف مجھے بلایا تھا۔ اس کے بارے میں خاص طور پر کہا تھا کہ وہ مجھے یہاں پہنچا کر واپس چلا جائے۔ یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ رک گیا۔''

''چلو' جو ہوا بہتر ہوا۔ وہ تمہارے ساتھ اندر آ جاتا یا واپس چلا جاتا تو پھوم فاٹ کے مقدر کا لکھا کیسے پورا ہوتا۔ پھوم فاٹ کی حالت کے بارے میں سوچ کر میرا رواں رواں خوش ہو رہا ہے۔ تمہارا چاؤ فان بھی بہت ستم ظریف آدمی ہے۔ اس کے کپڑے اتروانے کے ساتھ چاروں ٹائروں کی ہوا بھی نکال آیا۔ وہ وہاں سے بھاگ سکتا ہے نہ وہاں رکا رہ سکتا ہے۔ اس کی گرل فرینڈ اس کی حالت دیکھ کر شرم سے زمین میں گڑی جا رہی ہوگی۔''

''مجھے یقین ہے کہ لڑکی اس منظر کی تاب نہیں لا سکی ہوگی۔ وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گئی ہوگی۔''

لی نے مخمور انداز میں ہلکا سا قہقہہ لگایا اور انٹر کام کی طرف متوجہ ہوگئی۔ اس کے سنورے ہوئے بال اس وقت بے ترتیبی سے پیشانی اور شانوں پر بکھرے ہوئے تھے' ہلکا پھلکا میک اپ معدوم ہو چکا تھا۔ میں خاموشی سے مسہری سے اتر کر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

اپنے عکس پر نظر پڑتے ہی میں نے بوکھلا کر تولیا سنبھالا اور اپنا چہرہ رگڑنا شروع کر دیا۔ میری وہ ہیئت کذائی دیکھ کر چاؤ فان کو مجھ پر دل کھول کر ہنسنے کا موقع مل سکتا تھا۔

''میں نے چوکی دار سے کہا ہے کہ وہ چاؤ فان کو اندر بھیج دے!'' انٹر کام پر گفتگو سے فارغ ہو کر لی نے مجھے مطلع کیا۔

میں اپنا چہرہ صاف کر کے پلٹا تو لی اپنے نازک لبادے پر گون پہن چکی تھی اور اپنے بکھرے ہوئے بال سمیٹنے میں مصروف تھی۔

''تم بہت ضدی اور سرکش عورت ہو!'' میں ملامت آمیز لہجے میں تبصرہ کرتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ میرا ذہن بہت تیزی کے ساتھ صاف ہو چکا تھا لیکن جسمانی طور پر میں تکان محسوس کر رہا تھا۔

لی نے مسکرا کر تیکھی نظروں سے میری طرف دیکھا اور آئینے کے سامنے چلی گئی۔

چاؤ فان اس گھر کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ اس گھر میں آنے کے آداب سے بہ خوبی واقف تھا۔ اس نے خواب گاہ کے دروازے پر دو بار ہلکی سی دستک دی اور لی سے اجازت ملتے ہی اندر آ گیا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک تھیلی جھول رہی تھی۔

اس نے کمرے کے وسط میں اپنے سر کو خم دے کر' دونوں کو تعظیم پیش کی پھر اپنے بائیں ہاتھ میں جھولتی ہوئی تھیلی لی کی طرف بڑھا دی۔

''آج کیا لے آئے میرے لیے؟'' لی نے اس کے ہاتھ سے تھیلی لیتے ہوئے لگاوٹ کے انداز میں سوال کیا۔

''آج کی شام کے لیے میری طرف سے تمہارے لیے ایک یادگار تحفہ!'' چاؤ فان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا ''اس میں پھوم فاٹ کے بدن سے اتروائے ہوئے چھ کپڑوں کے ساتھ اس کا پستول بھی ہے۔''

''چھ کپڑے!'' لی نے حیرت سے کہا ''کیا وہ اس گرمی میں سوٹ پہنے پھر رہا تھا۔''

''ان میں دو زیر جامے اور دو موزے بھی شامل ہیں۔'' چاؤ فان شوخی سے بولا۔

''پھوم فاٹ شہر کا جانا پہچانا رئیس زادہ ہے۔ لم پینی پارک کے علاقے میں ہر وقت بہت سے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اسے بہت سے لوگوں نے برے حال میں دیکھا ہوگا۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ اب میرا دل دکھانے والوں کا برا وقت آ گیا ہے۔''

''مجھے امید ہے کہ ماسٹر نے تمہارا دل نہیں دکھایا ہوگا!'' چاؤ فان نے شوخی اور معنی خیز انداز میں لی سے وضاحت چاہی۔

''اب میرے اور ماسٹر کے معاملے میں تمہیں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ ماسٹر شان دار آدمی ہے۔ ہماری آج کی ملاقات یادگار رہی ہے۔'' لی نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔

''مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ ماسٹر کچھ سست ہے۔'' چاؤ فان نے غور سے میرا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

وہاں جو کچھ ہوا سو ہو گیا' میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ لی کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں گزرے ہوئے وقت کا احوال چاؤ فان کے سامنے زیر بحث آئے۔ میں اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ گیا۔

لی نے ہم دونوں کو روکنا چاہا لیکن میں رکنے پر آمادہ نہیں تھا۔ میں خواب گاہ کے دروازے کی طرف بڑھا تھا کہ لی کو اچانک کچھ یاد آ گیا۔ وہ لپک کر شکن آلود بستر کی طرف

Downloaded from https://paksociety.com

گئی اور تکیے کے نیچے سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر میری طرف بڑھادی۔

''یہ گڈی تمہاری جیب سے نکل گئی تھی۔'' لی نے کہا ''میں نے سنبھال کر رکھ دی!''

وہ ڈان کی دی ہوئی گڈی تھی۔ اسے اپنی جیب میں اڑستے ہوئے میری نظریں غیر ارادی طور پر چاؤ فان کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر رہی تھی اور آنکھوں میں خباثت نہ چمک رقصاں تھی۔

چاؤ فان کی وہاں موجودگی کا بھرم کھل گیا تھا اس لیے وہ اپنی گاڑی پورچ میں لے آیا تھا۔ لی نے وہاں تک آ کر ہمیں گرم جوشی سے رخصت کیا اور چاؤ فان اپنی گاڑی کھلے ہوئے چوبی پھاٹک سے باہر لیتا چلا گیا۔

''ماسٹر! کیا بات ہے۔ تمہیں کچھ چپ سی لگی ہوئی ہے!'' ..... چند ثانیوں کے بعد چاؤ فان نے سنجیدہ لہجے میں زبان کھولی۔

پہلے میں نے سوچا کہ اسے ڈانٹ دوں لیکن اس طرح اس کے سوال کی اہمیت بڑھ جاتی۔ میں نے پرسکون رہتے ہوئے کہا ''لی بہت بولتی ہے۔ اب مجھے خاموشی میں مزہ آ رہا ہے۔''

''کہاں مادام کا موہی وجود اور کہاں تمہارا یہ خادم۔ خاموش رہ کر اسی کے بارے میں سوچ رہے ہو گے!'' وہ چہک کر بولا ''ایک لاکھ بھات کی رقم بہت بڑی ہوتی ہے۔ خود فراموشی کے عالم میں تم اسے بھی بھول گئے تھے۔ مادام کے دل میں بے ایمانی آ جاتی تو تم ڈان کے اس انعام سے محروم ہو سکتے تھے۔''

''وہ حسین اور دلیر ہونے کے ساتھ ایمان دار بھی ہے۔'' میں نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا ''کسی ایک عورت میں اتنی خوبیاں مشکل سے یک جا ہوتی ہیں۔ میں تمہارے انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ تم نے بنکاک میں بہت کارآمد عورت تلاش کی ہے۔''

''ڈان اسے لمبی گھوڑی کہہ رہا تھا۔'' اس نے ایک موڑ کاٹتے ہوئے شکوہ کیا۔

''ڈان اپنی مرضی کا مالک ہے۔ وہ کسی کو کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔''

''میں نے مادام کے سامنے ایک بات نہیں بتائی۔'' وہ چند ثانیوں تک خاموش رہنے کے بعد بولا ''پھوم فاٹ کو چھوٹا راجن نے ورغلایا ہوا تھا۔''

''تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''جب میں اس کے کپڑے اتروا رہا تھا تو وہ رو دینے والے انداز میں چھوٹا راجن کو گالیاں دے رہا تھا۔'' اس نے بتایا ''مادام کے لیے پھوم فاٹ کی تڑپ دیکھ کر چھوٹا راجن نے اسے مشورہ دیا تھا کہ مادام کو زبردستی اٹھوا لو یا دورہ کر کے اسے خوف زدہ کرو۔ وہ بازاری عورت ہے۔ ڈر کر پکے ہوئے پھل کی طرح تمہاری جھولی میں آ گرے گی۔''

''راجن اسے کہاں مل گیا تھا؟'' میرا تجسس برقرار رہا۔

''ماسٹر! یہ سب اونچے طبقوں کے کرشمے ہیں۔ غریبوں کی بستیوں میں شریف اور رذیل کی پہچان بہت آسان ہوتی ہے۔ جیسے جیسے اوپر کے طبقوں میں جاؤ گے' یہ شناخت مشکل سے مشکل تر ہوتی جائے گی۔ اعلا طبقے میں انسان اور شیطان' سب ایک ہوتے ہیں' شرافت کی کوئی قدر کی جاتی ہے نہ کمینوں پر تھوکا جاتا ہے۔ ہر شخص کی عزت اس کے مال کے حساب سے ہوتی ہے۔ شہر کے سارے مالداروں سے چھوٹا راجن کا قریبی میل جول ہے۔ وہ انہیں آئے دن اپنی دعوتوں میں بلاتا رہتا ہے۔ پھوم فاٹ بھی اس کے دسترخوان کا کتا ہوگا۔'' میرے مختصر سے سوال کے جواب میں اس نے اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال لی۔

''پھوم فاٹ تمہیں بھی پہچانتا ہوگا!'' میں نے تائید طلب انداز میں کہا۔

اس نے اپنے سر کو مایوسی سے نفی میں جنبش دی اور بولا۔ ''ابھی تمہارا خادم شہر میں اتنا مشہور نہیں ہوا کہ لوگ اسے چہرے سے پہچاننے لگیں۔ حالات اسی ڈگر پر چلتے رہے تو جلد ہی ایسے بھلے دن بھی آ جائیں گے۔''

''کیا تمہاری پوری قوم زیادہ بولنے کے مرض میں مبتلا ہے؟'' میں نے جل کر پوچھا۔

''ماسٹر! یہ بھی ایک فن ہے جس پر ہر ایک کو ملکہ حاصل نہیں ہوتا۔ ابھی تم اسی بارے میں مادام کی شکایت کر رہے تھے اب مجھ سے شاکی ہو۔''

''ڈان زیادہ نہیں بولتا۔'' میں نے گہرے طنز سے کہا۔

''وہ دوغلا ہے نا!'' بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ پیٹنا شروع کر دیا ''یہ میں نے کیا کہہ دیا۔ میرا دماغ خراب ہے' میں اُلّو کا پٹھا ہوں..... ماسٹر! میری اس بات کو بھول جانا۔ سمجھ لینا کہ میں نے کچھ نہیں کہا۔'' اس نے آخری دو فقرے لجلجائی ہوئی آواز میں ادا کیے تھے۔

میں بے اختیار مسکرا دیا ''فکر نہ کرو۔ یہ بات ڈان تک

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں پہنچے گی لیکن حقیقت یہی ہے۔ وہ دوغلا نہ ہوتا تو تمہاری طرح بسیار گو ہوتا۔ اس کا سب سے بڑا بھرم یہی ہے کہ وہ ضرورت سے بھی کم بولتا ہے۔''

اس نے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ غیر متوقع طور پر خاموش رہا۔

دور سے ہلٹن ہوٹل کی عمارت کے آثار نظر آنا شروع ہوئے تو چاؤفان نے اپنا سکوت توڑ دیا ''ماسٹر! مادام سے مل کر تمہیں خوش اور چونچال ہونا چاہیے تھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خاموش ہو۔''

''لی کا نشہ گہرا ہے۔'' میں نے مسکرا کر جواب دیا ''رفتہ رفتہ اتر جائے گا۔'' میرا ذومعنی جواب اس کے سر پر سے گزر گیا۔

''ویسے بھی آج تم تھکے ہوئے ہو۔ پوری رات وائٹ ہاک کے چکر میں کالی ہوگئی۔ دوپہر کو میں پہنچ گیا۔ تمہیں ڈھنگ سے سونے کا موقع بھی نہیں مل سکا ہوگا۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا ''آج رات کی نیند پوری کر لینے کے بعد کل چھوٹا راجن کے بارے میں کچھ سوچنا ہوگا۔ وائٹ ہاک کے بعد اب اسی کی باری ہے۔''

''تم اس کی خیر خبر رکھو۔ پتا نہیں وہ کب تک موتی محل میں اپنا منہ چھپائے بیٹھا رہے گا۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

''اب ڈان کو اس کے بارے میں تیزی سے خبریں ملنا شروع ہو جائیں گی۔'' اس نے مضبوط اور پر امید لہجے میں جواب دیا ''میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اب بھی شہر کے بہت سے لوگ چھوٹا راجن کے آدمیوں سے چھپ کر ڈان سے ملنے آتے رہتے ہیں۔ وائٹ ہاک ڈوبنے کے بعد' آنے والوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ نمبر بنانے کے چکر میں کچھ لوگ چھوٹا راجن کے خلاف مخبری بھی شروع کر سکتے ہیں۔''

وہ صحیح سمت میں سوچ رہا تھا۔ روزمرہ کی عام زندگی میں سب بنی کے یار ہوتے ہیں۔ زیرزمین دنیا کو میں نے بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا تھا۔ وہاں ہر شخص چڑھتے سورج کی پوجا کرتا ہے۔ کسی بھی استاد' ماسٹر یا باس کی ساکھ کو ذرا سا نقصان پہنچے تو اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر کائی کی طرح الگ ہو جاتے ہیں۔ اگر راجن کے قریبی آدمیوں میں سے ایک دو فرد بھی ٹوٹ کر ڈان سے مل جاتے یا راجن کو ڈبل کراس کرتے رہتے تو ہماری منزل بہت قریب آ سکتی تھی۔

''ڈان نے تمہیں کچھ ہدایت کی ہے۔ اس کا دھیان رکھنا۔'' میں نے اسے تاکید کی۔

''ماسٹر! تم فکر نہ کرو۔ ڈان کا کہا ہوا ایک ایک لفظ میرے سینے پر نقش ہو جاتا ہے۔ تم سے الگ ہوتے ہی میں اپنا کام شروع کر دوں گا۔ صبح ہونے سے پہلے یہ خبر شہر بھر میں گردش میں آ چکی ہوگی کہ جو چھوٹا راجن کا دشمن نہیں ہے وہ اس کا دوست سمجھا جائے گا اور اس کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو چھوٹا راجن کے ساتھ ہو رہا ہے۔''

اس نے مجھے ہوٹل کے قریب اتارا اور آگے روانہ ہو گیا۔

اپنے کمرے کا رخ کرنے سے پہلے میں نے ہوٹل کے کیفے میں بیٹھ کر گرم گرم چائے کی ایک پیالی اپنے معدے میں اتاری تاکہ میرے ذہن سے ایل ایس ڈی کے رہے سہے اثرات بھی زائل ہو جائیں۔ چائے نوشی کے بعد وہیں بیٹھ کر میں نے ایک سگریٹ ختم کی اور مطمئن ہو کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

غزالہ کے لیے یہ بات بہت زیادہ حیرت اور خوشی کا سبب بنی کہ ڈان نے میری اور چاؤفان کی کارکردگی سے خوش ہو کر ہمیں ڈیڑھ لاکھ بھات کی خطیر رقم کے نقد انعام سے نوازا تھا اور اس انعام میں میرا حصہ چاؤفان سے دگنا تھا۔

لی کے پرتکلیف گھر پر جو صورت احوال رونما ہوئی' اس کے بارے میں میرے دل میں ندامت کا احساس موجود تھا۔ میں نے لی سے ملاقات کا تذکرہ سرے سے گول کر دیا۔ ویسے بھی اس وقت تک بننے والے نقشے میں اس ملاقات کی اس سے زیادہ عملی اہمیت نہیں تھی کہ اس دوران میں چاؤفان نے پھوم فاٹ کو نہایت ذلت آمیز انداز میں اس کی بزدلانہ مہم جوئی کی سزا دی تھی۔

غزالہ نے بتایا کہ میری غیر حاضری میں کراچی والے موبائل فون پر میرے لیے جلال کی کال آئی تھی۔ اس نے غزالہ کی مزاج پرسی کے علاوہ کوئی بات نہیں کی لیکن یہ تاکید کی تھی کہ اس کا پیغام مجھ تک پہنچا دیا جائے۔

جلال سے میری بات ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ میں نے صبح ناشتا کرتے ہوئے اس سے رابطہ کیا تو وہ بنکاک میں اپنے نئے آدمی کے ذریعے وائٹ ہاک کی تباہی سے باخبر ہو چکا تھا۔ اگر اس نے چند گھنٹوں کے وقفے سے مجھ سے دوبارہ رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی تو یقینی طور پر اس کا کوئی خاص سبب ہو سکتا تھا۔ میں نے فوری طور پر اس سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

جب تک رابطوں کا انحصار عام ٹیلی فون پر تھا' کسی کو تلاش کرنا آسان نہیں تھا۔ بعض اوقات متعدد ٹھکانوں پر فون

Downloaded from https://paksociety.com

کرنے کے بعد بھی مطلوبہ شخص دستیاب نہیں ہوتا تھا لیکن موبائل فون نے اس کام کو بہت سہل بنادیا۔ وہ چلتے پھرتے اور فوری رابطے کی اہم ترین کڑی بن گیا ہے۔ آدمی کہیں بھی ہو اس سے ہر وقت براہ راست رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

جلال سے پہلی کوشش میں رابطہ ہوگیا۔ اس وقت وہ غیر متوقع طور پر حیدرآباد کے ایک آرمی ریسٹ ہاؤس میں پہنچا ہوا تھا۔

''ابھی تک تمہاری دوڑ اسلام آباد اور کراچی کے درمیان رہتی تھی۔ حیدرآباد میں تمہارا کیا کام نکل آیا؟'' میں نے اس سے حیرت سے پوچھا۔

''سب تمہارا کیا دھرا ہے۔'' اس کی طرف سے مزاحیہ لہجے میں جواب آیا ''جان ہوپر کی لاش یہاں کی نہر سے برآمد نہ ہوئی ہوتی تو مجھے یہاں آنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔''

''کیا اس لاش کی تدفین تمہارے محکمے کے سپرد کردی گئی ہے؟''

میرا سوال سن کر وہ ہنسا پھر بولا ''وہ لاوارث نہیں تھا۔ اس کی لاش آغا خان اسپتال منتقل کردی گئی ہے۔ اس کے افسران مصر ہیں کہ اسے اغوا کر کے حیدرآباد لے جایا گیا ہوگا۔ وہ اپنی مرضی سے کراچی سے باہر گیا ہوتا تو اپنے افسران بالا کو ضرور اطلاع دیتا۔''

''پھر انہیں یہ بھی بتانا چاہیے کہ اسے کہاں سے اغوا کیا گیا۔''

''ان کے پاس کسی سوال کا اطمینان بخش جواب نہیں ہے۔ انہوں نے شبہ ظاہر کیا ہے کہ جان ہوپر کو اغوا اور قتل کرنے کی واردات میں تمہارا ہاتھ ہے۔''

''اس شبہے کی بنیاد کیا ہے؟'' میں نے دلچسپی لیتے ہوئے سوال کیا۔

''الزام تراشی کے لیے کسی بنیاد اور جواز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے کہے ہوئے کو من وعن تسلیم کرلیا جائے۔''

''ان کے اس موقف کی روشنی میں شاید میری واپسی کے امکانات اور بھی موہوم ہوجائیں گے!'' میں نے اپنا قیاس ظاہر کیا۔

''فی الحال اپنی واپسی کا خیال ذہن سے نکال دو۔'' اس نے بہت خلوص اور دردمندی کے ساتھ مشورہ دیا ''یہاں تمہارے خون کے پیاسے ہر طرف تمہاری گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے بہی خواہ تم کو ان سے بچانے کی کوششوں میں کمزور پڑیں گے۔ تم وہاں رہ کر بھی قابلِ قدر خدمات انجام دے رہے ہو۔''

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے سینے پر ایک زوردار گھونسا رسید کردیا ہو۔

جلال کوئی چلتا پھرتا' عام پاکستانی نہیں تھا۔ وہ ایک کلیدی محکمے کا ذمے دار اور سخت افسر تھا۔ اگر وہ میری واپسی کے بارے میں اپنے تحفظات کا اظہار کررہا تھا تو اندرونی حالات یقیناً سنگین سے سنگین تر ہوچکے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ان ہمدردوں نے خیر خواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے ہمیشہ کے لیے ملک بدر کردیا تھا۔

پاکستان سے میری روانگی کے وقت جو حالات پائے جارہے تھے' وقت گزرنے کے ساتھ ان میں بہتری آنے کے بجائے خطرات بڑھ رہے تھے۔

''تم کو معلوم ہے کہ میں ان لوگوں سے اپنی ذات کے لیے برسرپیکار نہیں ہوں۔'' میں نے لمحے بھر کے سکوت کے بعد کہا ''میں نے جس لمحے شی کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا اسی لمحے میرے ذہن میں ایک بڑا مقصد' ایک عظیم مشن موجود تھا۔ میں کسی انعام کی امید یا لالچ کے بغیر آج تک اسی مشن پر کام کررہا ہوں.....''

''تم میری ذرا سی بات پر جذباتی ہورہے ہو۔'' اس نے میری قطع کلامی کرتے ہوئے مضطربانہ آواز میں کہا ''یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ وہ جب بھی تم سے مار کھاتے ہیں' تلملا کر ایسی حرکتوں پر اتر آتے ہیں۔''

''ان کی حرکتیں واقعی نئی نہیں ہیں لیکن یہ ایک نئی بات سامنے آرہی ہے کہ اب میں جلاوطن ہوں' میرے خیر خواہوں کے ہاتھ بندھتے جارہے ہیں' میرے ہمدردوں کی راہ میں بڑی رکاوٹیں کھڑی ہوگئی ہیں۔''

''یہ سب ہوتا رہتا ہے۔ یہ عارضی مسائل ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سب کچھ بہتر ہوجائے گا۔ ان باتوں پر تم کیوں آزردہ ہورہے ہو!''

مجھے جلال کے خلوص اور نیک نیتی پر ذرا بھی شک نہیں تھا۔ میری تشویش کا اندازہ لگا کر وہ تڑپ اٹھتا تھا مگر میں جانتا تھا کہ جلال عقلِ کل نہیں ہے' نہ اسے سب کچھ کر گزرنے کا آزادانہ اختیار ہے۔ وہ اپنے محکمے کے سخت نظم وضبط میں بندھا ہوا تھا' اپنے ہر قدم کے لیے اپنے اوپر والوں کو جواب دہ تھا۔ اس سے اوپر والے حکومت کی پالیسیوں کے قیدی تھے۔ ان پالیسیوں کے متعین کیے ہوئے دائروں سے باہر نکلنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

بات یکا یک جلال اور اول خان کی ہمدردیوں سے بہت آگے بڑھ گئی تھی اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ کیا ہماری حکومت فرد واحد کی آزادی کے تحفظ کے لیے دنیا کی اکلوتی سپر پاور کے سامنے حوصلہ مندانہ موقف اختیار کر سکے گی!

میرے ذہن کے کسی نہاں خانے میں' اس سوال کے جواب میں ایک بھیانک نفی گونج سنائی دے رہی تھی۔ ملک کو میری ذات سے کہیں بڑے مسائل پیش آ چکے تھے۔ ہست و بود کی اس جان لیوا کشمکش میں' میں نے اباؤٹ ٹرن ہونے کے کئی سنگین مشاہدے کیے تھے۔ ان کے مقابلے میں میرا ہونا یا نہ ہونا رائی کے ایک دانے جتنی وقعت بھی نہیں رکھتا تھا۔

جلال مجھے امید دلا رہا تھا کہ وہ عارضی مسائل تھے جو وقت کے ساتھ خود بہ خود حل ہو جاتے لیکن مجھے فضا سخت مخدوش نظر آ رہی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ میرے دشمنوں کے موقف میں زیادہ سختی آنے کے نمایاں آثار نظر آ رہے تھے۔ اپنے ان خدشوں کے بارے میں جلال سے بحث کرنا بے سود تھا۔ وہ وہی کچھ کہتا رہتا جو اس کے دل میں تھا۔ میں جانتا تھا کہ میری طرف سے اس کا دل آئینہ تھا۔ وہ میرے بارے میں کوئی غلط بات سوچ سکتا تھا نہ ناامید ہو سکتا تھا۔ وہ بہت خلوص کے ساتھ سچ بول رہا تھا لیکن اس کے الفاظ پر میرا اعتماد متزلزل ہو چلا تھا۔

''میں آزردہ نہیں ہو رہا۔'' میں نے اس سے بحث میں پڑنے کے بجائے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا ''یہ سب چلتا رہتا ہے۔ میں زندگی کے ان بکھیڑوں سے گھبرانے والا نہیں ہوں۔ بات بس اتنی سی ہے کہ میں شتر مرغ کی طرح ریت میں سر ڈال کر طوفان ٹل جانے کی توقع نہیں کر سکتا۔ جو کچھ سامنے ہے اور سامنے آنے والا ہے' وہ مجھے نظر آ رہا ہے۔ تم ان قصوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے کیسے یاد کیا تھا۔''

''یہاں بہت دلچسپ صورتِ احوال پیدا ہو گئی ہے۔'' میری یاددہانی پر اس نے کہا ''میں نے تمہیں بتایا تھا کہ امریکیوں کے دباؤ پر ہم نے زیرِ زمین دنیا سے تعلق رکھنے والے دو مہروں کو ڈینی ہونے کے شبہے میں پکڑ لیا تھا۔ ان دونوں سے امریکی ماہروں کی موجودگی میں تفتیش کی جا رہی تھی۔ تم جانتے ہو کہ ہاتھ کتنا ہی ہلکا رکھا جائے' تفتیش پھر تفتیش ہوتی ہے۔ ان دونوں نے ڈینی ہونے کا اعتراف کر لیا ہے اور اس پر اڑ گئے ہیں۔ امریکی چکر میں پڑ گئے ہیں کہ ان دونوں میں سے کس کے اعتراف پر یقین کریں۔ مشکل یہ ہے کہ ان کے پاس اس اعتراف کی تصدیق کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ان کے پاس تمہاری کوئی تصویر ہے نہ فنگر پرنٹس۔''

''ڈینی ہونا تو آسان بات ہے۔ روایتی تفتیشی ذرائع کے سامنے وہ یہ اعتراف بھی کر سکتے تھے کہ وہ آدمی نہیں' خارش زدہ چوہے ہیں۔'' میں نے ہنس کر جواب دیا۔

''انہیں یہ سن گن بھی ملتی رہی ہے کہ بنکاک میں تمہاری موجودگی کے شواہد پائے جا رہے ہیں۔ اس بارے میں گولڈن ڈریگن نامی کیسینو میں لیزر شعاعوں کی زد میں آ کر ہلاک ہونے والے محافظ کا ذکر ہو رہا ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تمہیں پاکستان میں ڈھونڈا جائے یا تلاش کی اس مہم کو بنکاک منتقل کر دیا جائے۔''

''یہ تذبذب انہیں کسی سمت میں پیش رفت نہیں کرنے دے گا۔ ان کے پاس اب ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ انہیں جس کسی پر ڈینی ہونے کا شبہ ہو' اسے خاموشی سے مروا دیں۔ سی آئی اے ایسے خفیہ کاموں میں خاصی شہرت رکھتی ہے۔'' میں نے جلال کی بتائی ہوئی صورتِ حال سے دل ہی دل میں محظوظ ہوتے ہوئے جواب دیا۔

''سب کچھ کر لینے کے باوجود وہ تمہاری طرف سے بہت زیادہ پریشان ہیں۔''

''غنیمت یہ ہے کہ یہاں ابھی تک ان سے میرا ٹکراؤ نہیں ہوا۔''

''ان سے ہوشیار رہنا۔'' جلال نے تاکید کی ''ان دونوں کے اعترافات کے بعد اب امریکیوں کو ایک نئی راہ سوجھی ہے۔ وہ لاہور میں تمہارے کالج کے پرانے ریکارڈ کی چھان بین کے امکان پر غور کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں سے تمہاری کوئی پرانی تصویر حاصل کر کے اس پر کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔''

''اچھا ہوا کہ تم نے مجھے موجودہ حالات اور امکانات سے آگاہ کر دیا۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اب مجھے اپنے مستقبل کے بارے میں ازسرِنو کچھ سوچنا ہو گا۔ وقت گزرنے کے ساتھ انسان میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں لیکن اس کے بنیادی خدوخال بڑھاپے تک جوں کے توں رہتے ہیں۔''

''تمہاری پرانی تصویر مل گئی تو ان کے ماہرین سائنسی بنیادوں پر اس پر کام کریں گے۔ وہ تمہارا کوئی بہتر خاکہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تمہارے لیے مشکلات بڑھ سکتی ہیں۔'' مجھے کچھ ایسا اندازہ ہوا جیسے مجھ سے اس موضوع پر بات کرنے تک جلال کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ میری کسی پرانی

Downloaded from https://paksociety.com

تصویر کا امریکیوں کے ہاتھ لگنا کتنا خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔

''جو ہوگا دیکھا جائے گا۔'' میں نے ایک نئے عزم کے ساتھ کہا ''تم ان سے رابطے میں رہو اور مجھے تازہ ترین حالات سے باخبر کرتے رہا کرو۔''

''میری پوری کوشش ہے کہ میں اس کڑے وقت کو ٹال سکوں۔'' اس کی طرف سے جواب آیا ''مجھے تمہارے ساتھ ویرا کی بھی فکر لگی رہتی ہے۔ موقع ملتا ہے تو اس سے بھی بات کرلیتا ہوں۔ پتا نہیں وہ اور اس کا ساتھی کس حال میں ہے۔ دو روز سے اس کا فون بند ہے۔ جب نمبر ملاتا ہوں ریکارڈنگ سنائی دیتی ہے کہ مطلوبہ نمبر سے جواب نہیں مل رہا۔''

اس نے ویرا کا ذکر ضمنی طور پر کیا تھا۔ ویرا کا فون بند ہونے کے بارے میں اس کی بات سن کر میرے کان کھڑے ہوگئے اور مجھے تشویش ہونے لگی۔

دو روز سے اس سے میرا بھی کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ میرے ذہن میں پہلا خیال آیا کہ کہیں وہ دونوں کسی پریشانی کا شکار نہ ہوگئے ہوں۔

''میں بھی ان دونوں کو دیکھتا ہوں۔ یہ خبر میرے لیے پریشان کن ہے کہ دو روز سے ان کا فون بند ہے۔ شاید تمہیں علم ہوگا کہ وہاں سلطان شاہ سی آئی اے کے ایک بھگوڑے ایجنٹ کے پیچھے لگ گیا ہے۔ وہ اس سے مسلسل رابطے میں ہے۔''

''یہ اطلاع میرے لیے انکشاف سے کم نہیں ہے!'' جلال کی آواز سے حیرت جھلک رہی تھی۔

''وہ البرٹو نامی ایک اطالوی ہے۔ سی آئی اے والے اس کے نام سے اخباروں میں پیش گوئیاں چھپواتے اور پھر خفیہ طور پر ان کے پورا ہونے کا بندوبست کرلیتے تھے۔ البرٹو کی پیش گوئیوں کی آڑ لے کر انہوں نے کئی اہم شخصیات کو مروادیا۔ جب نیویارک کا ایک سیاہ فام لیڈر پاپائی میں ڈوب کر مرا تو البرٹو اپنے ضمیر کی ملامت سے مجبور ہوکر سی آئی اے والوں کی تحویل سے بھاگ نکلا۔ اب وہ نیویارک میں مین ہٹن کے ایک فلائی اوور کے نیچے گتوں کے ڈبوں سے بنائے ہوئے دڑبے میں رہ رہا ہے۔'' میں نے اختصار سے اسے بتایا۔

''یہ نام اور قصہ میرا سنا ہوا ہے۔'' جلال کی آواز تشویش آمیز تھی ''سچی پیش گوئیوں کے حوالے سے اسے بہت شہرت ملی تھی۔ اندر کی کہانی تم سنا رہے ہو۔ سلطان شاہ سے کہو کہ وہ اس سے دور رہے۔ سی آئی اے والے اپنے ملک میں بھی اتنے ہی سفاک ہیں جتنے دوسرے ملکوں میں۔ وہ البرٹو کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے ساتھ سلطان شاہ بھی کسی چکر میں پھنس جائے۔ ان دونوں کو وہاں خاموشی سے اپنا وقت گزارنا چاہیے۔''

''میں تمہارا مشورہ اس تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ وہ سعادت مند نوجوان ہے۔ میرا خیال ہے کہ بات مان جائے گا۔''

''ان دونوں سے رابطہ ہوجائے تو مجھے ضرور بتا دینا۔ میں تمہاری دوست کے لیے فکرمند ہوں!''

میں نے جلال کو یقین دہانی کراتے ہوئے فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔

''آج میں غور سے آپ کو دیکھ رہی تھی۔'' چند ثانیوں کے بعد غزالہ نے کہا ''جلال سے بات کرتے ہوئے آج آپ کا موڈ شگفتہ نہیں تھا۔''

''خبریں اچھی نہ ہوں تو موڈ کیسے شگفتہ رہ سکتا ہے!'' میں نے مسہری پر دراز ہوکر کہا۔

''پہلے آپ بری خبروں کی بھی پروا نہیں کرتے تھے!'' وہ بولی۔

''دشمنوں کے بارے میں ملنے والی خبروں کی میں نے کبھی پروا نہیں کی۔ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں۔ مقابلہ آمنے سامنے کا ہو تو یہ اونچ نیچ چلتی رہتی ہے۔ مجھے تشویش اس بات کی ہے کہ ہماری پاکستان واپسی کی راہیں اب بھی مسدود ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ امریکی اپنا دائرہ تنگ کرتے جارہے ہیں۔ حالات میں بہتری آنے کے بجائے دن بہ دن ابتری پیدا ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔''

''میں آپ سے بارہا کہہ چکی ہوں کہ حکومتوں سے لڑنا آسان نہیں ہوتا۔ وہاں عزائم اور اہداف کا ایک تسلسل ہوتا ہے۔ ایک آدمی منظر سے ہٹتا ہے تو اس کی جگہ لینے کے لیے چار نئے چہرے سامنے آجاتے ہیں۔ اکیلا آدمی ان سے لڑتے لڑتے تھک جاتا ہے۔ وہ کبھی نہیں جیت سکتا۔''

''تم کہتی رہی ہو اور میں ان باتوں کو ہمیشہ نظرانداز کرتا چلا آیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ وقت بھی آجائے جب میں تمہاری ان باتوں پر غور کرنا شروع کردوں۔''

''آپ مجھ سے کھل کر بات کیوں نہیں کرتے۔ مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ کے ذہن میں کوئی ہلچل شروع ہوچکی ہے۔''

''کوئی ہلچل ہے اور نہ بے چینی۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ مجھے مستقبل قریب میں وطن واپسی کا کوئی امکان نظر

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں آ رہا۔''

''اس بارے میں جلال کیا کر رہا ہے..... اول خان کہاں ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''وہ دونوں اپنی بساط سے بڑھ کر ہمارے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ معاملات ان کی گرفت سے باہر ہیں۔ یہ انہی کا دم ہے کہ میں آج تک اپنے حریفوں کے سامنے ڈٹا ہوا ہوں۔ وہ نہ ہوتے تو میرے دشمن اب تک مجھے پیس چکے ہوتے یا میں کسی زنداں کا قیدی بن چکا ہوتا۔''

''وہ بے بسی کا شکار ہو رہے ہیں تو آپ کو بدلے ہوئے حالات سے سمجھوتا کرنا پڑے گا۔'' میرے جواب سے غزالہ فکرمند ہو گئی۔

''کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔'' میں نے اس کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا ''تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ امید پر دنیا قائم ہے۔ ہمیں بہتری کی امید رکھنے کے ساتھ برے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے۔ ابھی سارے دروازے بند نہیں ہوئے۔ دانش مندی کا تقاضا ہے کہ ہم خوش فہمی میں مبتلا رہنے کے بجائے حوصلے کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتے رہیں۔ جب بات تل جائے گی تو کوئی نہ کوئی فیصلہ کر لیا جائے گا۔''

''ویرا کے بارے میں آپ کی کیا بات ہو رہی تھی؟'' ایک مسئلے کی طرف سے اطمینان ہونے کے بعد اسے دوسری بات یاد آ گئی۔

''جلال ان کی سرگرمیوں سے بے خبر تھا۔ وہ ویرا سے بات کرتا رہا ہے۔ اس نے جلال کو سلطان شاہ کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اسے تشویش ہے کہ دو دنوں سے ویرا کا موبائل فون بند ہے۔''

''ہم ان دونوں سے بالکل کٹے ہوئے ہیں۔ آپ کو ان کی خیر خبر لینی چاہیے۔'' اس نے قدرے فہمایشی لہجے میں کہا۔ ویرا کا ذکر آتے ہی وہ پچھلا مسئلہ بھول گئی تھی۔

مجھے امید نہیں تھی کہ ویرا کی طرف سے کوئی جواب ملے گا۔ جلال کی دی ہوئی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے غزالہ کا دل رکھنے کے لیے ویرا کا نمبر ملا لیا۔ دونوں کراچی کے فون تھے جو انٹرنیشنل رومنگ پر چل رہے تھے۔ ان پر باہمی رابطے کے لیے کوئی انٹرنیشنل کوڈ ملانے کی ضرورت نہیں تھی۔ نمبر مجھے زبانی یاد تھا۔ ذرا سے توقف کے بعد نسوانی آواز میں سنائی دینے والی ریکارڈنگ نے جلال کے بیان کی تائید کر دی۔ ویرا کا فون بند تھا۔

اس وقت مجھے افسوس ہوا کہ ویرا سے کئی بار گفتگو ہونے کے باوجود میں نے اس سے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ نیویارک کے کس ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی۔ ان دونوں کے ہوٹل کا نام یا فون نمبر معلوم ہوتا تو ان سے رابطے کی متبادل صورت پیدا ہو سکتی تھی۔

میں اپنے مسائل کو بھول گیا۔ ذہن پر ان کی طرف سے تشویش سوار ہو گئی۔ مجھے رہ رہ کر جلال کے اس اندیشے کا خیال آنے لگا کہ البرٹو کے چکر میں سلطان شاہ سی آئی اے والوں کے کسی چکر میں پھنس سکتا تھا۔

آدمی کے سامنے کوئی بڑے سے بڑا مسئلہ درپیش ہو، وہ اس کے حل کے لیے سر توڑ کوششوں میں لگا رہتا ہے اور کسی نتیجے پر پہنچ کر دم لیتا ہے۔ جب مسئلہ نظر آ رہا ہو اور اس کے حل کے بارے میں کوئی قدم اٹھانے کی گنجایش نہ ہو تو ذہنی دباؤ، بے چارگی اور اعصابی کشیدگی کی ایک ناقابل برداشت کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ جلال سے فون پر گفتگو ہونے کے بعد میں مسلسل اسی کیفیت سے دوچار رہا۔

شام ہوتے ہوتے میرا اعصابی اضطراب اتنا بڑھ گیا کہ میں نے اپنا دھیان بٹانے کے لیے اسد کے جانشین سے بات کرنے کا ارادہ کر لیا۔

طارق بنکاک میں نووارد تھا لیکن اس نے وہاں پہنچتے ہی بہت تیزی اور خوش اسلوبی سے اپنا کام سنبھالا تھا۔ اس کی تازہ ترین مثال یہ تھی کہ اس نے وائٹ ہاک کی تباہی کی خبر اتنی سرعت سے جلال کو پہنچائی کہ میں حیران رہ گیا تھا۔

فون پر رابطہ ہونے پر میں نے اس کی آواز سے اندازہ لگایا کہ وہ بھی اپنے پیش رو کی طرح سنجیدہ اور بردبار آدمی تھا۔ اس نے میرا مفروضہ نام سنتے ہی اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا اور بتایا کہ وہ بنکاک پہنچنے کے بعد سے میرے فون کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے ہدایت دی گئی تھی کہ بنکاک میں مجھ سے تعاون کرنا اس کی فوری اور اہم ترین ذمے داری تھی۔

میں بنکاک میں کیا کر رہا تھا، اس بارے میں اسے کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ اس نے اپنے طور پر یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ میں وہاں راکے ایجنٹ راجن کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

فوری طور پر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی، میں نے رسمی طور پر اس سے کہہ دیا کہ وہ شہر میں موتی محل کی خیر خبر رکھے اور ہو سکے تو مجھے راجن کی مصروفیات سے آگاہ کرتا رہے۔ اسے یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی کہ ہوٹل کا فون ہماری گفتگو کے لیے محفوظ نہیں تھا۔

طارق سے گفتگو ہونے کے بعد میرے ذہن میں دوبارہ ویرا اور سلطان کا خیال سر ابھارنے لگا۔ پچھلی رات سے اس

Downloaded from https://paksociety.com